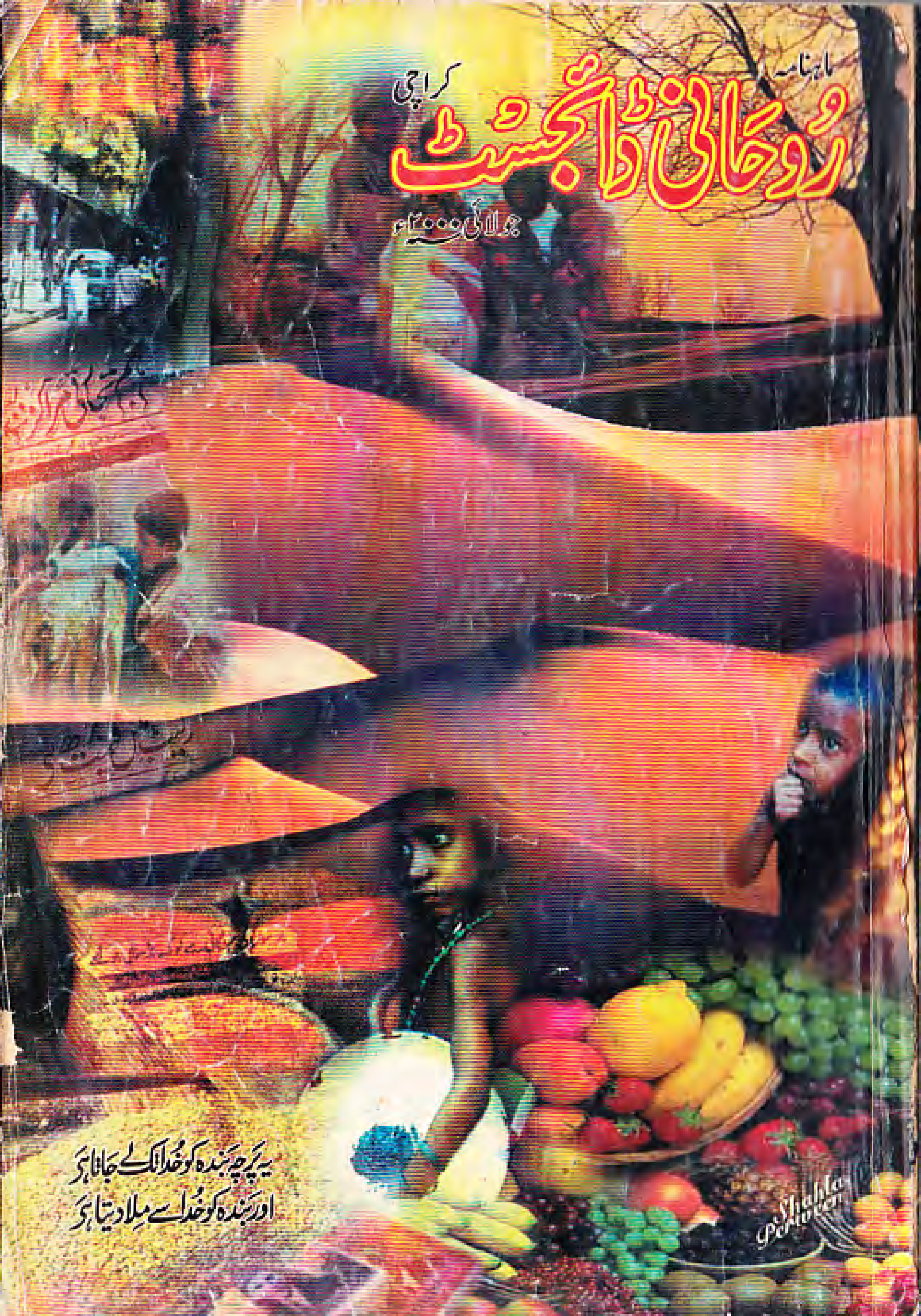
ماہنامہ
روحانی ڈائجسٹ
کراچی
جولائی ۲۰۰۰ء
یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے مِلا دیتا ہے

فی شمارہ 25روپے	جلد22 شمارہ 10	جولائی 2000ء	ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

سب ایڈیٹر

جمیل احمد خان

اعزازی معاونین

☆ سیدہ راشدہ عفت

☆ سعیدہ خاتون

☆ سہیل احمد

سرکولیشن منیجر

محمد ناصر

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)	سالانہ 340روپے
مشرق وسطیٰ اور عرب ممالک	سالانہ 800روپے
ترکی۔ مصر۔ انڈونیشیا۔ سری لنکا۔ نیپال۔ ایران۔ برما	سالانہ 800روپے
مالدیپ۔ لنکادیپ۔ بھارت۔ بنگلہ دیش	سالانہ 800روپے
ہالینڈ۔ تھائی لینڈ۔ چین۔ نائیجیریا۔ ملائیشیا۔ جاپان	سالانہ 1000روپے
آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ امریکہ۔ کینیڈا	سالانہ 1200روپے

خط و کتابت کا پتہ

1-D,1/7 ناظم آباد کراچی 74600 پوسٹ بکس 2213 ۔ فون نمبر : 6688931

فیکس : 6621037 ۔ ای میل : roohani@pienet.net

ایڈیٹر وپبلشر وقار یوسف عظیمی نے فرخ اعظم کے زیر اہتمام مکتبہ تاج الدین سے طبع کروا کر 1-D,1/7 ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

اسلامی سائنس روحانی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی

ممبر آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی

سرپرست اعلیٰ

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

وقار یوسف عظیمی

کہکشاں

نورالہٰی نورِ نبوت ...... دعا میں خشوع و خضوع کے ساتھ عمل اور کوشش بھی ضروری ہے ...... ☆☆☆ 8
صدائے جرس ...... راہِ سلوک پر گامزن مسافر کن صبر آزما مراحل سے گزرتا ہے؟ ☆☆☆ 10
دبستانِ خیال ...... معزز قارئین کرام کے گرامی نامے ...... قارئین کرام 15
رباعیات ...... نورِ معرفت سے لبریز اور علمِ حقیقی کی روشنیوں سے مزین رباعیات ...... قلندر بابا اولیاءؒ 20
انتخاب ...... کسی بھی کام کی تکمیل میں وسائل سے زیادہ اہمیت دماغی صحت مندی کی ہے ...... کوثر معین رضوان 58
مجاہد ختم نبوت ...... ممتاز عالمِ دین مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی زندگی کے چند پہلو ...... مفتی خالد محمود 59
ایوانِ فکر ...... دورِ نبوی میں مسلمان عورت کو جو حقوق حاصل تھے کیا آج کی عورت کو حاصل ہیں؟ ...... ☆☆☆ 61
مداوا ...... افراد و معاشرہ کے ایک غلط رویے کا عکاس معاشرتی افسانہ ...... ابو وردہ 79
قندیل ...... لوحِ محفوظ کی کہانیوں میں سے ایک ایسی کہانی جو دل کے تاروں پر بار بار دہرائی جا رہی ہے ...... سعیدہ خاتون 85
انوکھی روح ...... ایک بے چین روح کی کہانی کا آخری حصہ ...... ایم الیاس 93
میرا پیغام ہے ...... مختلف لوگوں کے نام قارئین کرام کے پیغامات ...... قارئین کرام 100
ذوقِ آگہی ...... علم و آگہی کی تلاش میں سرگرداں ایک نوجوان کی سرگزشت ...... منیر حسین کیف 101
کراماتِ شیخ ...... بڑے پیر صاحب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مقدس تذکرہ ...... سید مہر علی 109
مشعلِ معرفت ...... اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگی کے منتخب واقعات ...... مرتبہ: سید نعمان علی 113
حاصلِ مطالعہ ...... قارئین کرام کے پسندیدہ اقتباسات ...... مرتبہ: دانش علی 115
قرآنی انسائیکلوپیڈیا ...... کتابِ حکمت و معرفت قرآن کی تعلیمات پر مبنی سلسلہ ...... ادارہ 117
روحانی سوال و جواب ...... ہر طبقہ فکر خود کو صحیح اور دوسرے کو غلط کہتا ہے۔ حقیقت کیا ہے؟ ...... الشیخ عظیمی 121
قرینہ خیال ...... شعر و سخن سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لئے بطورِ خاص ...... ☆☆☆ 125
قندِ سخن ...... قارئین کرام کے پسندیدہ اشعار ...... قارئین کرام 126
شوخی تحریر ...... اردو ادب کے نثری فن پاروں سے دلچسپ انتخاب ...... مرتبہ: نعمان ظفر 127
گوشہ کتب ...... ہمارے پتے پر ارسال کی گئی کتب پر تبصرہ ...... یوسفی 129
ایک ادیب ایک تعارف ...... معروف ٹی وی پروڈیوسر اور شاعر اقبال حیدر ...... احتشام الحق 131
جوانِ عزم ...... کسی بھی شعبہ میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے افراد کا تعارف ...... ☆☆☆ 133
ہمارا جسمِ مثالی ...... اورا پر اب تک ہونے والی تحقیق کا مختصر جائزہ ...... عبید خان 135
شہنشاہِ فروٹ۔ آم ...... دل، اعصاب، جگر، گردے اور ہاضمہ کی کمزوری کا بہترین علاج ہے ...... سید اصغر محمود نقوی 139
اف یہ گرمی دانے ...... گرمی دانوں سے بچنے کے آسان طریقے اور علاج ...... عابد بھٹی 142
کمر درد ...... کمر کے درد کی اقسام، ان کا علاج اور مفید و آسان ورزشیں ...... رضیہ سلطانہ 143
دسترخوان ...... خواتینِ خانہ کا پسندیدہ سلسلہ ...... مرتبہ: فرحت صدیقی 145
آلو ...... آلو کے استعمال سے گردے کی پتھری ریزہ ریزہ ہو کر خارج ہو سکتی ہے ...... شرجیل بٹ 151
گیہوں کی کونپلوں سے علاج ...... محمود صدیق 152
جہاں نما ...... دلچسپ و عجیب عالمی واقعات اور سائنسی تحقیقات پر مبنی سلسلہ ...... مرتبہ: حسن احمد شیخ 155
معلوماتِ عالم/اس ماہ کے بہترین مضامین ...... ادارہ 157
بچوں کا روحانی ڈائجسٹ ...... بچوں کے لئے خصوصی کہانیاں اور متفرقات ...... مرتبہ: محمد ذیشان خان 159
انعامی مقابلوں کے نتائج ...... انعام یافتگان سمیع اللہ خان۔ پتہ اشبانہ خان۔ کراچی ...... ادارہ 165
روحانی ینگ رائٹرز کلب ...... نئے قلمکاروں کی تحریروں کا ہمہ رنگ گلدستہ ...... ادارہ 167
میزبانِ رسول ﷺ کے دیس میں ...... الشیخ عظیمی کے دورہ استنبول کا احوال ...... راوی: طاہرہ نثار 173
افق ...... روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی رودادیں ...... ادارہ 179
محفلِ مراقبہ ...... ان خواتین و حضرات کے نام جن کے لئے محفلِ مراقبہ میں اجتماعی دعا کی گئی ...... ادارہ 189
ماورائی دنیا ...... روحانی طالبات و طلباء کی روحانی واردات و کیفیات ...... روحانی طالبات و طلباء 195
روحانی ڈاک ...... لاعلاج امراض اور پیچیدہ نفسیاتی و روحانی مسائل کا حل ...... خواجہ شمس الدین عظیمی 201

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو جرم ناقابلِ معافی ہیں، شرک اور مخلوق کی حق تلفی۔ حق تلفی سے معاشرے کی اخلاقی قدروں میں خلا واقع ہونے لگتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے شرک کے مساوی حیثیت دی ہے............ (جمیل احمد خان۔ 23)

پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے بعض ایسے وسائل سے نوازا ہے جو ترقی یافتہ ممالک کو بھی حاصل نہیں ہیں مگر ہم اپنی غفلت کی بناء پر ان وسائل سے صحیح طور پر استفادہ نہیں کر پائے ہیں............ (عاطف نواز۔ 31)

کیا قدیم اقوام مخفی، الٹراسونک ٹیکنالوجی اور ٹراو کے استعمال سے واقف تھیں۔ قدیم کلدانیوں نے کس اصول کے تحت سال کو 365 دنوں میں تقسیم کیا............ (دانیال۔ 37)

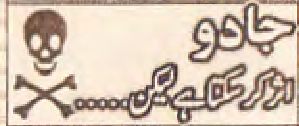

کیا جادو اثر کر سکتا ہے؟ قرآن و سنت اور صوفیائے کرام کی تعلیمات سے کیا ہدایات ملتی ہیں..... کیا جادو کے بارے میں لوگوں کے نوے فیصد تصورات شک اور وسواس کی پیداوار ہیں؟............ (رفعت طلعت۔ 43)

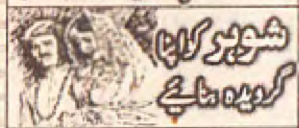

اپنی گھریلو زندگی کو نورِ نبوت سے فیضیاب صحابیاتؓ کی مقدس زندگی کے مطابق ڈھال کر تو دیکھئے۔ یقین جانئے آپ شوہر کی پسندیدہ شخصیت بن جائیں گی............ (عامر غنی۔ 49)

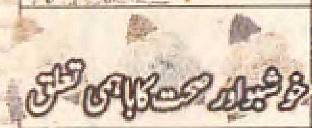

خوشبو کے ذریعے جوڑوں کے درد، قبض، انفیکشن، دمہ، بے خوابی، احساسِ کمتری اور پیشاب کی تکالیف کنٹرول کرنے کے لئے آسان نسخوں سے استفادہ کیجئے............ (ایم اے خان۔ 53)

عملِ تنفس پر ہونے والی نئی تحقیق جو نہایت اچھوتے نتائج سامنے لا رہی ہے۔ یعنی جسم میں کاربن ڈائی آکسائڈ کی کمی سے کئی بیماریاں حملہ آور ہو جاتی ہیں............ (طارق محمود۔ 67)

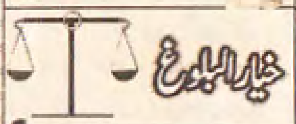

خواتین کا ایک ایسا حق جس سے ناواقفیت کی بناء پر ملک کی سینکڑوں لڑکیاں جبری شادی پر مجبور کر دی جاتی ہیں............ (خالد ریاض ایڈوکیٹ۔ 71)

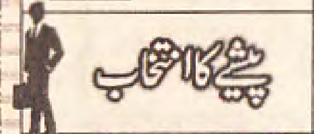

پیشہ کا انتخاب نوجوانوں کی زندگی کا سب سے اہم موڑ ہے۔ اس اہم موڑ پر نوجوانوں کے لئے رہنمائی اور مفید مشورے............ (محمد عظیم خان۔ 75)

بالوں کو لمبا کرنے اور جاذبِ نظر بنانے کے ساتھ ساتھ بہتر نگہداشت کے لئے آسان نسخے اور بالوں کے مسائل کا حل............ (صدف قمر۔ 147)

آنکھیں جسم کا نازک حصہ ہیں۔ ان کی حفاظت اور صحت کے لئے ہمیں خصوصی توجہ دینی چاہئے مگر کیسے..... اس مضمون میں مطالعہ کیجئے............ (نصر عباسی۔ 153)

نورِ الٰہیٰ

"اور جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دو میں تو پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ صحیح رستہ پائیں"۔ (سورہ بقرہ)

"اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعا مانگا کرو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرنا اور خوف و امید کے ساتھ دعائیں مانگتے رہنا۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے"۔ (سورہ اعراف)

ہر بات، ہر عمل، ہر کردار، انتہا یہ کہ ہماری آواز، ہماری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ فضا میں لہروں کے دوش پر محو پرواز رہتا ہے۔ اگر ہم کسی طرح آواز کے قطر کو سولہ سو قطر طول موج سے زیادہ یا چار سو قطر سے کم کرنے پر قادر ہو جائیں تو ہم ہزاروں لاکھوں سال پہلے گزرے ہوئے اپنے اسلاف کی آوازیں سن سکتے ہیں اور ان تک اپنی آرزوئیں اور تمنائیں پہنچا سکتے ہیں۔

دعا بھی ایک آرزو اور تمنا ہے۔ اس کا منتہی وہ ذاتِ اقدس و اکبر ہے جس کے احاطہ قدرت میں ہر چیز ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ جب چاہے، جس طرح چاہے کائنات کے جاری و ساری نظام میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ دعا ایک ایسی عبادت ہے جس کا بدل دوسری کوئی عبادت نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان فی الواقع اپنی نفی کر دیتا ہے اور اپنے پروردگار کے سامنے وہ کچھ بیان کر دیتا ہے جو کسی قریب ترین ہستی سے بھی نہیں کہہ سکتا۔ خدا سے وہی کچھ مانگئے جو حلال اور طیب ہے۔ دعا میں خشوع و خضوع ضروری ہے۔ خشوع و خضوع سے مراد یہ ہے کہ بندے کے دل میں خدا کی عظمت موجود ہو، سر اور نگاہیں جھکی ہوئی ہوں۔ آنکھیں نم ہوں، انداز واطوار سے مسکینی اور بے کسی ظاہر ہو رہی ہو۔ دعا چپکے چپکے اور دھیمے انداز میں مانگئے اور دعا کے ساتھ عمل و کوشش بھی جاری رکھئے۔

نورِ نبوت

ہادیٔ برحق، سرتاج انبیاء، مجسم رحمت، محسن انسانیت ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا ہے جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقامات پر حاضری دیتا ہے، غبار میں اَٹا ہوا ہے، گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا پھیلا کر کہتا ہے

اے میرے رب! اے میرے رب!

حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی سے اس کے جسم کی نشو و نما ہوئی ہے تو ایسے شخص کی دعا بھلا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

دعاؤں کے ساتھ عمل نہ ہو، کردار نہ ہو، اخلاص نہ ہو تو یہ دعائیں بھی زمین کے کناروں سے باہر نہیں نکلتیں۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق وہ دعائیں مقبول بارگاہ ہوتی ہیں جن کے ساتھ مسلسل اور پیہم عمل ہو۔ عمل کے بغیر دعا ایک ایسا جسم ہے جس میں روح نہیں ہے اور جب جسم میں سے روح نکل جاتی ہے تو اس کی حیثیت ایک لاش کی ہوتی ہے جو کسی کام نہیں آتی۔ اب سے چودہ سو سال پیشتر جب مسلمانوں کے کردار کی عظمت کا غلغلہ تھا، ان میں عمل تھا تو دنیائے کفر و استبداد پر اسلام کے شیدائیوں کی حاکمیت قائم ہوتی چلی گئی۔ ہیبت و جبروت کا عالم یہ تھا کہ بیت المقدس کے محافظین نے اللہ کے پاک گھر کی کنجیاں بدست خود پیش کر دی تھیں۔ پھر ایک ایسا دور آیا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط قوم فرقوں میں بٹ گئی۔

جب سے ہوش و حواس کا پہلا قدم زندگی کی منزل میں رکھا ہے۔ ایک ہی بات کانوں نے سنی اور آنکھوں نے دیکھی کہ مساجد میں، نجی محفلوں میں، منبروں پر اور لاکھوں کے مجمع میں دعا کی جا رہی ہے کہ یا اللہ ہمیں دشمنوں پر فتح عطا کر۔

یارو! یہ کیا غضب ہے کہ اغیار ہمارے تشخص کو بربریت اور ظلم و تشدد سے مسلسل پامال کر رہے ہیں اور ہم روز افزوں پستی کی طرف گامزن ہو کر ثم رددنٰہ اسفل سافلین کی زندہ تصویر بن گئے ہیں۔ عمل سے کوسوں دور صرف دعا پر اکتفا اور تکیہ کئے بیٹھے ہیں۔

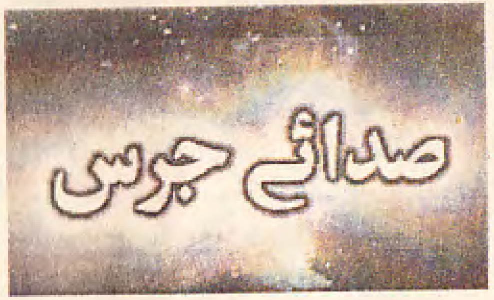

نہایت عزیز بہت پیارے دوست۔ محترم رفیق

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

اس سے پہلے بھی آپ کے خط کا جواب لکھ چکا ہوں امید ہے موصول ہو چکا ہوگا۔ آج آپ سے کچھ باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔

یہ جو روحانی سلسلہ ہے۔ بڑا عجیب سلسلہ اور مشکل راستہ ہے۔ جب آدمی تھوڑا سا سفر کر لیتا ہے تو اس کے اوپر شکوک و شبہات اور مایوسی کے خیالات غالب آنے لگتے ہیں۔ شیطان اپنا زور اس بات میں لگا دیتا ہے کہ بندہ ناخوش ہو جائے۔ ناخوشی کے لئے شیطان جو خودکار ہتھیار استعمال کرتا ہے وہ انا کا خول ہے۔ یعنی آدمی اپنی انا میں سمٹنے لگتا ہے۔ وہ جو سوچتا ہے، اپنی ذات، اپنی انا اور اپنی انفرادی شخصیت کے بارے میں قیاس کرتا ہے۔ اللہ کے لئے ذرا سا کچھ کام ہو جائے تو اسے بہت بڑا کارنامہ قرار دیتا ہے اور اس کمزوری کی وجہ سے اللہ سے اپنے حقوق قائم کر دیتا ہے۔ یہ بات ذہن سے نکل جاتی ہے کہ اللہ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

ایک ہفتے پہلے کی بات ہے کہ ایک کروڑ پتی شخص نے کہا "میرا دوست اللہ سے باغی ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے اس کی دعا قبول نہیں کی۔ اس نے دعا کی تھی کہ اس کا باپ زندہ رہے، لاکھوں روپے علاج پر خرچ کر دیئے مگر باپ مر گیا۔ اب وہ ہر وقت شراب و کباب میں مست و بے خود رہتا ہے"۔

میں نے جواب دیا "اول تو یہ دعا ہی غلط تھی۔ تم نہیں مرو گے تو تمہاری کرسی پر تمہارا بیٹا کیسے بیٹھے

گا۔ مرنا جینا دونوں کام اس قدر یقینی ہیں کہ ان سے کسی بھی طرح چھٹکارا نہیں۔ آپ مجھے یہ بتائیں تمہارا دوست جس گھر میں رہتا ہے۔ اس گھر کی زمین کی قیمت اس نے اللہ کو کتنی دی ہے۔ جو سرمایہ لئے بیٹھا ہے، اگر وہ پیدائشی طور پر کمزور دماغ ہوتا یا اس کے ہاتھ پیر ہی نہ ہوتے۔ وہ ایک بھکاری اور مفلوک الحال کا بیٹا ہوتا تو شراب کہاں سے پیتا"۔

میرے عزیز!

آپ نہایت خوبصورت روح اور دلکش ذہن کے انسان ہیں اور یہ دلکشی، یہ خوبصورتی آپ کا کوئی کارنامہ نہیں ہے۔ اللہ نے آپ کو اس طرح کا بنایا ہے۔

مایوسی اور پریشان خیالی راستہ کی چیزیں ہیں۔ جب کوئی مسافر سفر کے لئے نکلتا ہے تو اسے طوفانوں، گرد و غبار اور تھکان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ صحیح مسافر وہ ہے جو منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔ اس کا مقصد منزل کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا اور منزل چونکہ سامنے نہیں آتی اس لئے وہ ہر حال میں چلتا رہتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ان پریشان کن خیالات سے نکل آئیں گے جو اس راستہ میں سب کو پیش آتے ہیں۔ آپ نے مجھے استاد بنایا ہے۔ میں نے بھی آپ کو آنکھوں کی روشنی بنا کر قبول کیا ہے۔ میرے اوپر فرض ہے کہ میں آپ کو راستہ کی بھول بھلیوں سے آگاہ کرتا رہوں۔ آپ کا یہ فرض ہے کہ آپ منزل کے علاوہ کسی بڑی چھوٹی یا عارضی شے کو قبول نہ کریں۔ منزل جب مل جاتی ہے تو ہر شے منزل رسیدہ شخص کے سامنے خود بخود جھک جاتی ہے۔ میرے تصور میں جب آپ کا ہنستا مسکراتا چہرہ، ٹینشن کی صورت میں بن جاتا ہے تو میں بے چین ہو جاتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے معلوم ہے خوش رہنے والے لوگ ہی اللہ کے دوست بن سکتے ہیں ناخوش رہنے والے لوگوں کو اللہ اپنا دوست نہیں بناتا۔

آپ جانتے ہیں کہ یہاں دنیا میں کوئی آپ کا اور میرا نہیں ہے۔ کوئی ہمیں چھوڑ جائے گا اور زیادہ کو ہم چھوڑ جائیں گے۔ بالآخر ہمارا آخری سرمایہ دو گز قبر ہے۔ وہ بھی اُس وقت جب ہمیں مل جائے۔ ہمارا جسمانی نظام قبر کے اندر کیڑوں کی خوراک ہے۔ ہماری انا، مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جاتی ہے اور انا کے ذرّات کو آدمی، کتے، بلیاں، گدھے، گائے، بھینس اپنے پیروں میں روندتے پھرتے ہیں۔

کتنے بڑے بڑے بادشاہوں کے سر اور ان کے تاج کتنے بڑے بڑے نمرود، فرعون، شدّاد، قارون جو گزرے ہیں، زمین نے انہیں نگل لیا اور مٹی کے ذرات میں تبدیل کر دیا اور آج ان نمرودوں، فراعین، شدّادوں اور قارونوں کے دماغوں اور جسموں سے بنے ہوئے مٹی کے ذرات پر ہم چل پھر رہے ہیں، تھوک رہے ہیں اور ان ذرات کو اپنی غلاظت سے خراب کر رہے ہیں۔

میرے دوست!
میں نے جوانی میں ایک واقعہ پڑھا تھا۔
ایک آدمی نے اپنی انا کے خول میں بند بہت ریاضت کی۔ اپنی دانست میں اللہ کے کاموں کو آگے بڑھایا۔ لوگوں سے مانگ مانگ کر معابد بنائے۔ خود بادشاہوں کی طرح زندگی گزاری اور اللہ کی مخلوق کو سوکھی روٹی دے کر خوش ہو گیا۔ شعوری دنیا سے نکل کر جب لاشعوری دروازہ پر دستک دی تو حضرت ابلیس نے استقبال کیا۔ خوش پوشاک، دراز ریش بزرگ کے روپ میں ابلیس نے کہا۔ آپ کی داد و دہش، خیرات، عبادت اور ریاضت اللہ کو پسند آگئی ہے۔ آپ کو اب آسمانوں کی سیر کرائی جاتی ہے۔ انا کے خول میں بند آدمی نے آنکھیں موند لیں اور سیر شروع ہو گئی۔ پستی کی طرف نزول ہوا۔ آنکھ کھلی تو ایک کوڑے کے ڈھیر پر جہاں تعفن بدبو اور غلاظت کے سوا کچھ نہیں تھا وہ آدمی لتھڑا ہوا پڑا تھا۔
حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"بندہ جب اللہ کے لئے ایک قدم اُٹھاتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ میں نے اللہ کے اوپر احسان کر دیا ہے۔ وہ کیوں نہیں سوچتا کہ اللہ نے اسے نو مہینے ماں کے پیٹ میں روزی فراہم کی، پیدائش کے بعد 2 سال تک بلامشقت غذا کا اہتمام کیا۔ ہوا، پانی، آکسیجن، زندگی کے سارے وسائل فراہم کئے۔ بندہ سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ صحت دی، اولاد دی، عزت و وقار دیا، کاروبار کرنے کے لئے عقل دی"۔
بندہ پیدا ہونے کے بعد 70 سے 80 سال جیتا ہے۔ اللہ کی زمین پر دندناتا پھرتا ہے۔ سرکشی کرتا ہے۔ اللہ کو کچھ نہیں جانتا۔ اللہ کے پھیلائے وسائل کی اللہ سے زیادہ قیمت لگاتا ہے۔ پھر بھی اللہ اسے ہر قدم پر یاد رکھتا ہے"۔
میرے دوست!
میں بھی آپ کی طرح کا ایک آدمی ہوں۔ یہ سب کچھ میں نے آپ کو اس لئے لکھ دیا ہے کہ میرے مرشد کریم کی عنایات سے چند حقیقتیں مجھ پر منکشف ہو گئیں ہیں۔ جن حقیقتوں کو میں جان گیا ہوں چاہتا ہوں کہ آپ بھی ان حقیقتوں سے تعلق قائم کرلیں۔ راستہ چلتے ہوئے مسافر کے لئے یہ آسان ہے کہ وہ بے یقین ماحول کا اثر لے کر راستہ چھوڑ دے۔ لیکن ایک بار مسافر راستہ بھٹک جائے تو اسے دوبارہ رہنمائی نہیں ملتی۔
میرے فرزند!
آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کو کتنا چاہتا ہوں۔ مجھے بھی یہ علم ہے کہ آپ مجھے کتنا پیار کرتے ہیں۔

ہم دونوں اور اک کے مسافر ہیں۔ کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ایک مسافر ایک منزل آگے ہو، دوسرا مسافر ایک منزل دور ہو۔ راستے کے دونوں مسافر اس وقت منزل کا نشان پائیں گے جب وہ چلتے رہیں اور راستہ کھوٹا نہ کریں۔
ایک وقت تھا کہ میری زندگی شکوک و شبہات، بے یقینی اور وسوسوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ یقین کے راستہ پر قدم بڑھایا تو وسوسوں اور بے یقینی کا طوفان میرے اوپر حملہ آور ہوا...... میں نے کہا...... اس کا بدل مجھے کیا ملا۔ میں نے اتنا طویل عرصہ اللہ کو پکارا اللہ نے جواب کیوں نہیں دیا۔ راتیں آنکھوں میں سمیٹ لیں کوئی کشف کیوں نہیں ہوا۔ مرشد کے اوپر میرا یہ حق ہے، وہ حق ہے۔ مجھے کیا دیا۔ سلسلہ کے لئے میں نے خود رات دن ایک کر دیئے سلسلہ سے مجھے کیا ملا۔ فلاں آدمی کیوں نواز دیا گیا۔ مجھے کیوں محروم رکھا گیا......
حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے نام جتنے خطوط آتے تھے مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں خطوط پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ جواب بھی میں لکھتا تھا۔
ایک روز میں نے عرض کیا "حضور میں آپ کے اوپر قربان۔ کیا میرے اندر اتنی صلاحیت بھی نہیں ہے جتنی ان صاحب کے اندر ہے جن کا خط میں نے پڑھا ہے"۔
حضور بابا صاحبؒ فرماتے "نہیں تمہارے اندر صلاحیت نہیں ہے"۔
کبھی میں سوچتا کہ یہ صاحبہ ماشاءاللہ کتنی اچھی سیر کرتی ہیں، آسمانوں میں اُڑتی پھرتی ہیں۔ کیا میں ان سے بھی گیا گزرا ہوں۔ فرماتے "ہاں"
جب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور میرے اوپر مایوسی کے دورے پڑنے لگے۔ شیطان نے مجھے اپنا آلہ کار بنانا چاہا تو ایک دن مرشد کو رحم آگیا۔
فرمایا "خواجہ صاحب۔ بیٹھ جائیں"۔
پوچھا "میرا آپ کا رشتہ کیا ہے؟
میں نے عرض کیا۔ "آپ کا غلام ہوں"۔
فرمایا "یہ تو ٹھیک ہے۔ میں تمہارا کیا لگتا ہوں"۔
میں نے ڈرتے ڈرتے کہا "حضور آپ میرے محبوب ہیں"۔
مسکرا کر فرمایا "لیجئے یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ جب محبوب بغل میں ہو۔ تو کیا کوئی اور خیال آتا ہے؟ اور اگر آتا ہے تو، یہ محبوب کی توہین ہے۔ اس لئے کہ محبوب کی ہم آغوشی کے بعد

میرے دوست!

میں نے جوانی میں ایک واقعہ پڑھا تھا۔

ایک آدمی نے اپنی انا کے خول میں بند بہت ریاضت کی۔ اپنی دانست میں اللہ کے کاموں کو آگے بڑھایا۔ لوگوں سے مانگ مانگ کر معابد بنائے۔ خود بادشاہوں کی طرح زندگی گزاری اور اللہ کی مخلوق کو سوکھی روٹی دے کر خوش ہو گیا۔ شعوری دنیا سے نکل کر جب لاشعوری دروازہ پر دستک دی تو حضرت ابلیس نے استقبال کیا۔ خوش پوشاک، دراز ریش بزرگ کے روپ میں ابلیس نے کہا۔ آپ کی داد و دہش، خیرات، عبادت اور ریاضت اللہ کو پسند آگئی ہے۔ آپ کو اب آسمانوں کی سیر کرائی جاتی ہے۔ انا کے خول میں بند آدمی نے آنکھیں موند لیں اور سیر شروع ہو گئی۔ پستی کی طرف نزول ہوا۔ آنکھ کھلی تو ایک کوڑے کے ڈھیر پر جہاں تعفن، بدبو اور غلاظت کے سوا کچھ نہیں تھا وہ آدمی لتھڑا ہوا پڑا تھا۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بندہ جب اللہ کے لئے ایک قدم اُٹھاتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ میں نے اللہ کے اوپر احسان کر دیا ہے۔ وہ کیوں نہیں سوچتا کہ اللہ نے اسے نو مہینے ماں کے پیٹ میں روزی فراہم کی، پیدائش کے بعد 2 سال تک بلا مشقت غذا کا اہتمام کیا۔ ہوا، پانی، آکسیجن، زندگی کے سارے وسائل فراہم کئے۔ بندہ سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ صحت دی، اولاد دی، عزت و وقار دیا، کاروبار کرنے کے لئے عقل دی"۔

بندہ پیدا ہونے کے بعد 70 سے 80 سال جیتا ہے۔ اللہ کی زمین پر دندناتا پھرتا ہے۔ سرکشی کرتا ہے۔ اللہ کو کچھ نہیں جانتا۔ اللہ کے پھیلائے وسائل کی اللہ سے زیادہ قیمت لگاتا ہے۔ پھر بھی اللہ اسے ہر قدم پر یاد رکھتا ہے"۔

میرے دوست!

میں بھی آپ کی طرح کا ایک آدمی ہوں۔ یہ سب کچھ میں نے آپ کو اس لئے لکھ دیا ہے کہ میرے مرشد کریم کی عنایات سے چند حقیقتیں مجھ پر منکشف ہو گئیں ہیں۔ جن حقیقتوں کو میں جان گیا ہوں چاہتا ہوں کہ آپ بھی ان حقیقتوں سے تعلق قائم کر لیں۔ راستہ چلتے ہوئے مسافر کے لئے یہ آسان ہے کہ وہ بے یقین ماحول کا اثر لے کر راستہ چھوڑ دے۔ لیکن ایک بار مسافر راستہ بھٹک جائے تو اسے دوبارہ رہنمائی نہیں ملتی۔

میرے فرزند!

آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کو کتنا چاہتا ہوں۔ مجھے بھی یہ علم ہے کہ آپ مجھے کتنا پیار کرتے ہیں۔

ہم دونوں اور اک کے مسافر ہیں۔ کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ایک مسافر ایک منزل آگے ہو، دوسرا مسافر ایک منزل دور ہو۔ راستے کے دونوں مسافر اس وقت منزل کا نشان پائیں گے جب وہ چلتے رہیں اور راستہ کھوٹا نہ کریں۔

ایک وقت تھا کہ میری زندگی شکوک و شبہات، بے یقینی اور وسوسوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ یقین کے راستہ پر قدم بڑھایا تو وسوسوں اور بے یقینی کا طوفان میرے اوپر حملہ آور ہوا...... میں نے کہا...... اس کا بدل مجھے کیا ملا۔ میں نے اتنا طویل عرصہ اللہ کو پکارا اللہ نے جواب کیوں نہیں دیا۔ راتیں آنکھوں میں سمیٹ لیں کوئی کشف کیوں نہیں ہوا۔ مرشد کے اوپر میرا یہ حق ہے، وہ حق ہے۔ مجھے کیا دیا۔ سلسلہ کے لئے میں نے خود رات دن ایک کر دیئے سلسلہ سے مجھے کیا ملا۔ فلاں آدمی کیوں نواز دیا گیا۔ مجھے کیوں محروم رکھا گیا......

حضور قلندر بابا اولیاءؒ رحمتہ اللہ علیہ کے نام جتنے خطوط آتے تھے مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں خطوط پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ جواب بھی میں لکھتا تھا۔

ایک روز میں نے عرض کیا "حضور میں آپ کے اوپر قربان۔ کیا میرے اندر اتنی صلاحیت بھی نہیں ہے جتنی ان صاحب کے اندر ہے جن کا خط میں نے پڑھا ہے"۔

حضور بابا صاحبؒ فرماتے "نہیں تمہارے اندر صلاحیت نہیں ہے"۔

کبھی میں سوچتا کہ یہ صاحب ماشاء اللہ کتنی اچھی سیر کرتی ہیں، آسمانوں میں اُڑتی پھرتی ہیں۔ کیا میں ان سے بھی گیا گزرا ہوں۔ فرماتے "ہاں"

جب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور میرے اوپر مایوسی کے دورے پڑنے لگے۔ شیطان نے مجھے اپنا آلہ کار بنانا چاہا تو ایک دن مرشد کو رحم آگیا۔

فرمایا "خواجہ صاحب۔ بیٹھ جائیں"۔

پوچھا "میرا آپ کا رشتہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ "آپ کا غلام ہوں"۔

فرمایا "یہ تو ٹھیک ہے۔ میں تمہارا کیا لگتا ہوں"۔

میں نے ڈرتے ڈرتے کہا "حضور آپ میرے محبوب ہیں"۔

مسکرا کر فرمایا "لیجئے یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ جب محبوب بغل میں ہو۔ تو کیا کوئی اور خیال آتا ہے؟ اور اگر آتا ہے تو، یہ محبوب کی توہین ہے۔ اس لئے کہ محبوب کی ہم آغوشی کے بعد

اگر کوئی خیال آتا ہے تو دراصل وہ محبوب ہے جس کا خیال آرہا ہے، آپ جنت دیکھنا چاہتے ہیں۔ آسمانوں میں پرواز کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کا محبوب میں کس طرح ہوا۔ آپ کا محبوب تو جنت ہے۔ پرواز ہے۔ کشف و کرامات ہے"۔

میرے ہمدم! آپ یقین کریں۔ میں لرز گیا اور میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ دل کی دنیا ماتم کدہ بن گئی۔ تھکے قدموں سے اٹھا اور مرشد کے پیروں پر سر رکھ کر ایسے رویا کہ مرشد کریم نے بھی ایک آہ بھری اور مجھے اپنے سینے سے لگالیا۔ محبوب کے وصل کی لذت آج بھی میرے اندر زندہ ہے اور یہی وہ لذت ہے وصل ہے جو مجھے دن رات بے قرار کئے ہوئے ہے۔ میں اس لذت کی تلاش میں کہاں کہاں نہیں پہنچا۔

وہ کچھ دیکھا جن کے لئے الفاظ نہیں ہیں کہ بیان کر دیا جائے لیکن...... مرشد کے وصل کی لذت نہیں ملی ہر لمحہ مرنے کے بعد اس لئے جیتا ہوں کہ مرشد سے قربت ملے گی۔ جینے کے بعد ہر آن اس لئے مرتا ہوں کہ مرشد کا وصال نصیب ہوگا۔

اندر جھانکتا ہوں مرشد نظر آتے ہیں۔ باہر دیکھتا ہوں مرشد کی جھلک پڑتی ہے۔

ہائے وہ کیسی لذتِ وصل تھی کہ زمانے گزرنے کے بعد بھی روح میں تڑپ ہے، اضطراب ہے، انتظار ہے۔ اس یقین کے ساتھ زندہ ہوں، اس یقین کے ساتھ مروں گا، اس یقین کے ساتھ دوبارہ زندہ ہوں گا کہ مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ مجھے ایک بار اپنے سینے سے لگائیں گے اور مجھے اس طرح اپنے اندر سمیٹ لیں گے کہ میرا وجود نفی ہو جائے گا اور کوئی یہ نہیں جان سکتا کہ مرشد اور مرید دو الگ الگ پرت ہیں۔

روحانی راستہ کے مسافر میرے فرزند! میں آپ کو چند سطریں لکھنا چاہتا تھا۔ مگر میرے اندر مرشد کریم کی محبت کا رُکا ہوا طوفان برملا ظاہر ہو گیا اور میں داستانِ جنون لکھتا گیا۔ خدا کرے میرا جنون آپ کا جنون بن جائے۔ (آمین)

☆☆☆

اس ماہ کا صدائے جرس روحانی ڈائجسٹ اگست 1991ء کے شمارے سے منتخب کیا گیا ہے۔ ہم یہ صدائے جرس نئے قارئین کے لئے خصوصاً اور پرانے قارئین کے اعادہ کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

ایڈیٹر

دبستانِ خیال

دبستانِ خیال میں خط لکھنے والے کرم فرما خواتین و حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنے خطوط اس طرح بھیجوا کریں کہ ہمیں مہینے کی چودہ تاریخ تک موصول ہو جائیں۔

روحانی ڈائجسٹ کا ماہ جون کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے۔ اتنا معیاری ڈائجسٹ نکالنے پر میری طرف سے مبارک باد قبول کیجئے۔

روحانی ڈائجسٹ معیاری، تعمیری اور صحت مندانہ ادب کا عمدہ نمونہ ہے۔ موجودہ شمارہ کے مضامین معلوماتی اور دلچسپ ہیں۔ ان کے مطالعہ سے دل اور دماغ دونوں کو تسکین کا سامان حاصل ہو سکتا ہے۔ جدید دور کا تقاضا ہے کہ ہم سیرت کا مطالعہ ایک سائنس (منظم علم) کے طور پر کریں اور دنیا کو دکھائیں کہ ان اصول و مبادی کی بنیاد پر جو قرآن و سنت سے حاصل ہوتے ہیں انسانی معاشرے کی تشکیلِ نو کیسے ہو سکتی ہے۔ سیرت کا مطالعہ حصولِ برکت کا ذریعہ تو ہے ہی لیکن اس سے عصرِ حاضر کے انسان کے روحانی، تہذیبی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل کا حل دریافت کیا جائے اور دنیا کی علمی و فکری سطح پر پوری قوتِ استدلال کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ روحانی ڈائجسٹ کا یہ شمارہ اسی سمت میں راہنمائی کرتا ہے۔

(پروفیسر ڈاکٹر ولد فراحمد قادری۔ ڈیفنس کراچی)

18 جون 2000 بروز اتوار مرکزی مراقبہ ہال میں منعقدہ سالانہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب میں مجھے شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔

جامع مسجد عظیمیہ کو برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا جس سے اس کی شان و شوکت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ مسجد کے سامنے درختوں کی قطار مسجد کی خوبصورتی اور سکون میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔ موسم گرم ہونے کے باوجود قدرے تیز اور ٹھنڈی ہوا نے گرمی کا احساس تقریباً ختم کر دیا تھا۔ مسجد کے احاطہ میں دو پورشن کر دیئے گئے تھے۔ ایک پورشن مرد حضرات کے لئے اور دوسرا خواتین کے لئے مخصوص تھا۔ جگہ جگہ اسپیکر لگے ہوئے تھے تاکہ کوئی فرد خطاب مقالات اور ہدیہ نعت سننے سے محروم نہ رہ جائے۔ روشنی کا وافر انتظام تھا اور مووی کیمروں کی رونق علیحدہ دیکھنے کے لائق تھی، اور کیوں نہ ہوتی، اللہ کے حبیب کا جشن ولادت جو تھا۔ ہر دل خوشی و مسرت سے شادمان تھا۔ ایسا ماحول تھا کہ انسان خود کو آزاد اور ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ ادب و احترام، پیار و محبت کی ایسی فضا تھی کہ محسوس ہی نہ ہوتا تھا کہ ہم کسی تقریب میں رسومات کی پابندی کے ساتھ گئے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ خاندان اور رشتہ دار ایک جگہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ مذہبی تقریبات ہوں یا دیگر تقریبات آگے کی نشستوں پر بڑے والوں کو بٹھایا جاتا ہے، سلسلہ عظیمیہ میں نہ تو نشست ہے اور نہ گدی کا تصور بلکہ سب برابر ہیں۔ اسی لئے جب وقار یوسف عظیمی صاحب کو دعوتِ خطاب دی گئی تو آپ کسی کام کے لئے مسجد کے صحن میں کھڑے تھے۔ خطاب کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ بڑھ کر مجھ سے گلے ملے اور خیریت دریافت کی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سلسلہ عظیمیہ ہر طرح کی تصنع اور بناوٹ سے پاک ہے۔

عصر کی نماز کے دوران میں نے محسوس کیا کہ ایک تیز خوشبو کا جھونکا آیا۔ تیز خوشبو کی یہ مہک صرف دو سیکنڈ کی تھی۔ میں اس خوشبو کو الفاظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں، البتہ اسے محسوس کر رہا تھا۔ مغرب کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کا خطاب ہوا۔ اس کے بعد اجتماعی دعا ہوئی پھر لنگر کا انتظام تھا۔ مسجد کے سامنے ہی وسیع و عریض قطعے پر دو پورشن کر دیئے گئے تھے جہاں پر خواتین و حضرات کے لئے جگہ جگہ ٹیبلیں لگائی گئیں تھیں تاکہ لوگ آرام سے کھانا تناول کر سکیں نہایت نظم و ضبط سے 50-50 کی ٹکڑیوں کو اندر جانے دیا گیا۔ لوگ پلیٹیں اٹھاتے اور اطمینان سے کھانا کھاتے رہے۔ نہ دھکم پیل نہ کوئی اور بدنظمی۔ فوجی ڈسپلن کا سا سماں تھا۔

(خالد ریاض ایڈووکیٹ۔ کراچی)

پچھلے دنوں عظیمیہ روحانی لائبریری کے توسط سے مارچ تا جون 1998ء کے شمارے پڑھنے کا موقع ملا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ احادیث کو جمع کرنے میں اب تک دو طریقوں پر عمل ہوا ہے۔ ایک روایت اور دوسرا درایت۔ لوگوں نے سینہ بہ سینہ اپنے آباء سے جو احادیث سنیں اور محدثین کو بتائیں ان کو روایت کہا جاتا ہے جبکہ درایت یہ ہے کہ حدیث کی صحت پر گہرائی سے تفکر کیا جائے اور وہ قرآن مجید

سے ٹکراتی محسوس نہ ہو تو اسے قبول کرلیا جائے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کو چودہ سو سال گزر چکے ہیں۔ اگر آج کوئی روایت کے اصول کے تحت حدیثوں کے صحیح ہونے کا سراغ لگانا چاہے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ درمیانی واسطے ختم ہو چکے ہیں۔ رہا اصول درایت تو حضرت محمد ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق جو بات قرآن مجید سے متصادم ہوتی محسوس ہو وہ ہرگز حدیث نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ ﷺ حامل قرآن ہیں۔ آپ ﷺ نے قرآن کو جس جامع طور پر سمجھا کوئی قیامت تک نہیں سمجھ سکتا۔ چنانچہ ہر وہ بات جو قرآنی تعلیم کے منافی ہو حدیث ہو ہی نہیں سکتی۔ محدثین کرام کہتے ہیں اس وقت بھی بہت سی وضع کردہ باتیں حدیث کے صحیح مجموعوں میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے ان پر آنکھیں بند کرکے یقین نہیں کیا جاسکتا۔ روحانی ڈائجسٹ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں احادیث مبارکہ کو گہرے تفکر اور تحقیق کے بعد شائع کیا جاتا ہے۔

(سید آفتاب احمد۔ لیاقت آباد کراچی)

عید میلادالنبی کے پُرمسرت وبابرکت مہینہ کی مناسبت سے "رسول ﷺ نمبر" کی اشاعت پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس بامقصد اور پُرخلوص کوشش کو قبول فرمائے اور بارگاہ امام الانبیاء، محبوب خدا، شافع روز جزا حضرت محمد ﷺ کی کامل ترین محبت اور ان کی طرز فکر عطا فرمائے۔

(مسعود چشتی۔ کراچی)

رسول ﷺ کی سیرت کے مطالعے سے یہ بات ذہن میں آئی کہ حضور اکرم ﷺ استغناء کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز تھے۔ آپ ﷺ کسی بھی چیز کا رشتہ اپنے آپ سے نہیں جوڑتے تھے بلکہ پہلے اسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسلک کرتے تھے۔ آج کے انسان نے مادیت کو اپنا مطمع نظر بنا لیا ہے وہ مادی آسائشوں کی طرف آنکھ بند کرکے بھاگ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بے سکونی، انتشار، پریشانیوں کے ساتھ ساتھ ذہنی اضطراب اور اخلاقی بیماریوں کا شکار بن گیا ہے۔ اگر وہ اپنی توقعات اللہ تعالیٰ کی طرف مرکوز کرے اور اللہ کے واسطے کو سامنے رکھ کر دنیاوی معاملات طے کرے تو موجودہ نفسا نفسی سے نکل سکتا ہے اور سکون کی دولت سے مالامال ہو سکتا ہے۔

(عمیر اسد خان۔ کراچی)

روحانی ڈائجسٹ کا رسول ﷺ نمبر پسند آیا۔ مضمون "سنت نبویؐ اور ہماری زندگی" اپنے موضوع کے اعتبار سے اہم تحریر ہے دیگر منثور و منظوم تخلیقات بھی قابل ستائش ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ "قند سخن" میں اشعار کے ساتھ شاعر کا نام بھی دیا کریں۔ صفحہ نمبر 117 پر بہت اچھی فہمائش کی گئی ہے کہ "ایسی تمام آراء اور فتوے جو قرآن و حدیث سے ٹکراتے ہوں وہ رد کردیں"۔ خالد ریاض ایڈووکیٹ نے عدالت اور جج کے احکام کی اہمیت بیان کی ہے میرے خیال میں بنیادی بات ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا احساس اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ راقم الحروف نے یہی خیال اس قطعے میں پیش کیا ہے۔

عدالت ہے وہی "سپریم" جو ہے رب عالم کی!
جلیل القدر دنیا کی عدالت ہو نہیں سکتی!
کلام حق کو سمجھو، ہو نظر قرآن و سنت پر!
کبھی اے منصفو! تم سے حماقت ہو نہیں سکتی!

(تنویر پھول)

ماہ جون کے رسالہ کا مطالعہ کیا۔ اتنا اچھا رسالہ نکالنے پر پہلے تو مبارکباد قبول کیجئے۔ میں نے محسوس کیا کہ حضور ﷺ کے بارے میں شائع ہونے والے تمام مضامین موجودہ دور کے انسان کے لئے تھے۔ مثلاً نوجوانوں کے ذہنوں میں جو سوال اٹھتے ہیں ان کی تشفی "نوجوان قوم کے معمار" میں کی گئی ہے۔ "ہمارا معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے" بھی رہنما تحریر تھی۔ اس میں اٹھائے گئے موضوعات بھی ہمارے موجودہ مسائل کو سامنے رکھ کر ترتیب دیئے گئے۔ غرض تمام عنوانات اپنی حیثیت میں اہم اور قابل استفادہ تھے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اسی معیار کو برقرار رکھتے ہوئے آئندہ مزید بہتری پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

(نبیل محمد خان۔ فیصل آباد)

ڈاکٹر محمد اسلم و محمد ریاض الحق سول ہسپتال گوجرہ نے روحانی ڈائجسٹ مئی کے شمارہ میں روحانی سوال وجواب کے صفحات پر عظیمی صاحب سے اپنے سوال میں اعتراض کیا تھا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی بھی مومن کا ایمان اتنا کمزور نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے مذہب سے دی گئی مثال یا اچھی بات کی تعریف کئے جانے پر اپنے ایمان سے ڈول جائے۔ بالفرض اگر قارئین متاثر بھی ہو جائیں تو دوسرے مذہب کی اچھی مثال یا تعریف سے ہی متاثر ہوں گے۔ ویسے بھی تمام مذاہب کا احترام کرنا مسلمان پر فرض کیا گیا ہے۔ بات سے بات نکلتی چلی جائے گی۔ میں ڈاکٹر صاحبان کے سامنے عبدالمجید صدیقی کی کتاب "قیامت آرہی ہے" سے اخذ کردہ چند نکات پیش کرتا ہوں۔

1- ہندو اہل کتاب یعنی آسمانی کتاب رکھنے والی قوم ہے۔
2- کرشن جی مہاراج اور شری رام ان دونوں ہستیوں کے نام اکثر مذہبی اسکالرز نے احتیاط اور احترام سے لینے پر اصرار کیا ہے کیونکہ یہ دونوں ہستیاں پیغمبر ہو سکتی ہیں۔
3- ہندو اہل شریعت قوم ہے۔
4- ہندوؤں کی آسمانی کتاب میں پیارے

نبی آخرالزماں ﷺ کا ذکر موجود ہے۔

میں ڈاکٹر صاحبان سے التماس کرتا ہوں کہ اس تحقیقی اور معلوماتی کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔ حیرت انگیز حقائق سامنے آئیں گے اور ان کا شبہ دور ہوگا۔ خدارا تنگ نظری کی بجائے وسعت نظری اپنائیے۔ یہی تنگ نظری مسلمان قوم کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

(شاہد وسیم۔ ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ)

وطن عزیز پاکستان آج جس صورت حال سے دوچار ہے۔ اس میں تعلیم، صحت، پانی، بے روزگاری بنیادی مسائل ہیں۔ تازہ ترین یہ ہے کہ بارشوں کے نہ ہونے کی وجہ سے سندھ اور بلوچستان کے کچھ علاقے قحط کی لپیٹ میں ہیں۔

اکثر لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ پڑوسی دوسرے پڑوسی کے بارے میں نہیں جانتا۔ کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمیں نہیں معلوم برابر میں کون بھوکا ہے کسی کا بچہ بیمار ہے یا ہم کسی کے کس طرح سے کام آسکتے ہیں؟

تقدیر بنانے والے نے تو اس ملک کی تقدیر یہ بنائی ہے کہ "لوح و قلم تیرے ہیں" پھر کیا خرابی ہے؟ دراصل ہم سب مال کے فتنہ میں مبتلا ہیں جب تک ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سوچیں گے ہمدردی پیدا نہیں ہوگی۔ ہمیں اجتماعی سوچ پیدا کرنی ہوگی۔ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامنا ہوگا تب بنے گی زنجیر۔ جب ہوگی ترقی۔ معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اخلاقی ترقی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس گناہ گار بندے نے پیغمبرانہ تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش شروع کردی ہے۔ خداوند کریم مجھے طاقت دے کہ میں اپنی حیثیت کے مطابق لوگوں کے کام آسکوں۔ پچھلے دس سال سے روحانی ڈائجسٹ کا قاری ہوں عظیمی صاحب کی کئی کتابیں بطور اثاثہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ آج آپ کو یہ سطور لکھنے تک میں اپنے اندر ان کتب کے مطالعہ کے طفیل مثبت تبدیلیاں ہی دیکھتا آیا ہوں۔

(محمد اختر۔ سکھر)

مجھے روحانی ڈائجسٹ نے ہر بار کسی نہ کسی الجھن اور پریشانی سے باہر نکالا ہے۔ پہلے اسم اعظم یا حی یا قیوم کے ورد سے میں کئی الجھنوں اور پریشانیوں کی دلدل سے باہر نکل آیا تھا اس بار جون کا رسول ﷺ نمبر پڑھا دل کو بہت سکون ملا اور میں نے محسوس کیا کہ زندگی کی گاڑی کو رسول اللہ کی طرز فکر کے مطابق چلایا جائے تو انسان کو دکھ سے نجات مل جائے گی زندگی کی گاڑی حادثات سے بچ کر منزل مقصود تک باآسانی پہنچ جائے گی۔

خالد ریاض ایڈووکیٹ کی تحریر خلع عورت کا قانونی حق ہے پڑھی۔ ہمارے معاشرے میں بہت سی خواتین انتہائی جبر و تشدد میں گرفتار ہیں خصوصاً وٹے سٹے کی شادیوں میں خاندانی چپقلش کا شکار عورت ہی ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے مظلوم خواتین کو اس سے نئی روشنی ملی ہوگی۔

(عبدالکریم منصوری۔ بالا)

ہمارا یہ بہت بڑا قومی المیہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہماری فکریں زنگ آلود ہو چکی ہیں۔ ہم علم حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ماضی کے مسلمان سائنسدانوں پر ہی فخر کرتے رہتے ہیں۔ گذشتہ سینکڑوں سالوں سے ہم ایک دائرے میں ہی کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی جگہ گردش کر رہے ہیں اور اسی کو ترقی قرار دے رہے ہیں۔

(سید نوشاد حسین۔ مظفر آباد)

جون کا خاص نمبر مضامین کے حوالے سے بہترین رہا۔ خاص کر مضمون "نوجوان قوم کے معمار" بہت اچھا تھا۔ اس کے علاوہ سرورق بھی دیدہ زیب تھا۔ آپ کی مسلسل کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ روحانی ڈائجسٹ کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور لوگ روحانیت کی طرف مائل ہونے لگے ہیں ورنہ اس مادی دور میں لوگ اسلام سے بہت دور جا چکے ہیں اور تفرقہ اس قدر ہو گیا ہے کہ مسلمان اللہ کا یہ ارشاد بھول گئے ہیں کہ "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ نہ رکھو"۔ روحانی ڈائجسٹ ہمیں یہی پیغام دیتا ہے کہ ہم مسلمان لوگ اختلافات بھول کر تفرقہ بازی ختم کریں اور اسلام کے زریں اصولوں پر عمل پیرا ہو جائیں اور یہی ہمارا مقصد حیات ہے۔ ایک تجویز ہے کہ ہر سال کالج یونیورسٹی میں فرسٹ پوزیشن لینے والے کسی طالب علم کا انٹرویو شائع کیا جائے۔

(سجاد علی راجپوت۔ نوابشاہ)

ماشاء اللہ روحانی ڈائجسٹ میں دن بدن نکھار پیدا ہوتا جارہا ہے اس میں آپ لوگوں کی محنت کا عمل دخل بھی ہے۔ مضامین تقریباً ہر موضوع پر ہوتے ہیں۔ ہر ماہ کوئی معاشرتی کہانی دے دیا کریں تو کوئی حرج نہیں ہے محترمہ سعیدہ خاتون کہانی کے پردے میں بہت سی معرفت و سلوک کی باتیں بتا جاتی ہیں۔ ان کی کاوش "قندیل" قابل قدر ہے۔ سرورق کی تصریح کی وضاحت بہت اچھی ہے ایک صفحہ مختص کردیں۔ تاکہ ہم جیسے کم سمجھ لوگ اسے خوبی جان سکیں۔

(محمد سلیم شہزاد۔ شادمان کالونی۔ لاہور)

نعیمہ ممتاز۔ کراچی، ضیاء اللہ خان شیروانی۔ ڈیفنس لاہور، فصیحہ اقبال، شیر نواز گل۔ پشاور، امجد جمشید۔ حنی، نائلہ مختیار۔ کوہاٹ، شاہدہ بنت سلطان۔ حیدر آباد، شمیم سحر، فرحت شاہین، ڈاکٹر محمد رفیق درانی، نازیہ رشید،

ڈپریشن نمبر

چند لوگ بے سکونی، ذہنی انتشار اور اعصابی دباؤ کا شکار پرانے زمانے میں بھی ہوا کرتے ہوں گے مگر آج کل تو ان مسائل کی کثرت نے بے شمار لوگوں کو نڈھال کر کے رکھ دیا ہے۔ کیا امیر کیا غریب، مدبر روزگار یا بے روزگار، شادی شدہ غیر شادی شدہ، بے اولاد صاحب اولاد، مرد عورت، لڑکے لڑکیاں، جوان بوڑھے غرض ہر عمر اور ہر طبقے کے لوگ ڈپریشن کی شکایت کرتے نظر آتے ہیں۔

ڈپریشن کے اسباب کیا ہیں؟ موجودہ دور میں اس کیفیت کے تیزی سے پھیلاؤ کی وجوہات کیا ہیں؟ ڈپریشن سے چھٹکارا اور خوش و خرم پُر اعتماد زندگی گزارنا کس طرح ممکن ہے؟ ان موضوعات پر اظہار خیال کے لئے روحانی ڈائجسٹ ایک خصوصی نمبر شائع کر رہا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کے اس خصوصی نمبر میں مندرجہ ذیل موضوعات شامل ہوں گے۔

ڈپریشن کے اسباب و محرکات

☆...... بے روزگاری، کاروباری مسائل۔ ☆...... تعلیمی میدان میں پیچھے رہ جانا یا کیریئر بنانے میں ناکامی۔ ☆...... ہم پیشہ ساتھیوں کے مقابلے میں افسران بالا کی زیادتیاں ترقی حاصل نہ کرپانا۔ ☆...... امن و امان کی صورتحال سے عدم تحفظ کا احساس۔ ☆...... حادثات یا مرنے کا خوف۔ ☆...... والدین کی جانب سے عدم توجہی کی شکایت۔ ☆...... صنعتوں اور ٹریفک کے دھوئیں سے فضائی آلودگی۔ ☆...... ریموٹ کنٹرول، ڈش اینٹینا، ٹیلیفون، موبائل فون اور دیگر الیکٹرانکس آلات کی وائبریشن۔ ☆...... معاشرہ میں بڑھتا ہوا تشدد اور کرپشن۔ ☆...... ہر حالت میں دولت کے حصول کے لئے دیوانہ وار بھاگ دوڑ۔ ☆...... سماجی مسائل، انصاف کی عدم فراہمی یا تاخیر سے فراہمی۔ ☆...... ٹوٹی ہوئی سڑکیں، اُبلتے ہوئے گٹر، بجلی کی لوڈشیڈنگ، بڑھتی ہوئی مہنگائی۔

ڈپریشن سے نجات

☆...... بزرگانِ دین کی دعائیں اور وظائف۔ ☆...... پیغمبرانہ طرزِ فکر اور استغنا بے سکونی کا موثر علاج۔
☆...... ڈپریشن اور اس سے پیدا ہونے والے امراض کے سدِباب میں مراقبہ کا کردار۔ ☆...... یوگا اور سانس کی آسان اور قابلِ عمل مشقیں۔ ☆...... مختلف طریقہ ہائے علاج کے ذریعے بے سکونی کا علاج۔ ☆...... خوش کیسے رہا جائے؟

ان موضوعات میں سے کسی پر اظہار خیال کے خواہشمند خواتین و حضرات سے درخواست ہے

کہ اپنا مضمون ہمیں زیادہ سے زیادہ 5 اگست 2000ء تک بھجوادیں۔

علمی تعاون کیجئے!

موجودہ دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ اس دور میں کسی بھی پیغام کو پھیلانے کے لئے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت موثر ہے۔ اس وقت جبکہ پوری دنیا اخلاقی بحرانوں کی زد میں ہے، ثقافتی اور تہذیبی یلغار عالم اسلام پر حملہ آور ہے ایسے میں روحانی ڈائجسٹ وسائل کی کمی کے باوجود مسلسل بیس سال سے لوگوں کی روحانی، مذہبی اور اخلاقی تعلیم و اصلاح میں کوشاں ہے، پیغمبران علیہم السلام کی طرزِ فکر اور روحانی اقدار کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہے۔

الحمدللہ! روحانی ڈائجسٹ کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم کے وارث حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی روحانی سرپرستی اور آپؒ کے شاگرد رشید حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی نگرانی حاصل ہے۔ روحانی بزرگوں کی توجہ اور سرپرستی میں شائع ہونے والے اس رسالہ سے ہزاروں لوگ معرفت الٰہی کی راہوں پر گامزن ہوئے اور پیغمبرانہ طرز فکر کے تحت زندگی گزارنے لگے۔ روحانی ڈائجسٹ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن کی ترویج و اشاعت میں سرگرم عمل ہے اس مشن میں ہمارے معزز قارئین کرام بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

ہم آپ کے پسندیدہ رسالہ روحانی ڈائجسٹ کو ماہ بہ ماہ مزید بہتر سے بہتر بنانے کے خواہاں ہیں اور اس کے نفس مضمون میں مزید نکھار پیدا کر کے معزز قارئین کرام کی روحانی و علمی تشنگی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے پسندیدہ رسالہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے کثیر تعداد میں کتب اور علمی مواد کی شدید ضرورت ہے۔ کرم فرما قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اپنے پسندیدہ رسالہ کے ساتھ اس سلسلہ میں تعاون فرمائیں اور مختلف موضوعات پر کتابیں اور دیگر علمی مواد عطیہ کریں۔ کسی بھی موضوع، عنوان، صنف، نصابی، غیر نصابی، اردو یا غیر ملکی زبان پر نئی اور پرانی کتاب، کتابچہ، رسالہ، جریدہ یا ہفت روزہ ارسال کیے جا سکتے ہیں۔ آپ کے ارسال کیے ہوئے ایک صفحہ اور ایک کتابچہ کو بھی ہم شکریے اور محبت کے ساتھ قبول کریں گے۔

جو کتابیں آپ کے زیر استعمال نہیں ہیں، بوسیدہ یا شکستہ ہو گئی ہیں وہ بھی عطیہ کی جا سکتی ہیں۔ آپ کی یا آپ کے لواحقین کی منتخب کردہ ان کتابوں کا عطیہ ایک علمی اور قلمی جہاد کی حیثیت رکھتا ہے جس کا اجر عظیم آپ کو اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک ان کتب سے اخذ کیا ہوا علم لوگوں کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔ روحانی ڈائجسٹ میں معزز عطیہ کنندگان خواتین و حضرات کے نام شکریہ کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔

ہم آپ کے علمی تعاون کے منتظر ہیں۔

نیاز مند
وقار یوسف عظیمی
ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ
D-1, 1/7 ناظم آباد۔ کراچی74600

وہ معزز کرم فرما خواتین و حضرات جنہوں نے ہماری درخواست پر کتب، رسائل و جرائد ادارہ روحانی ڈائجسٹ کو ارسال کئے ہم ان کے نہایت شکر گزار ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:
1- محمد لطیف خان۔ نارتھ ناظم آباد کراچی 2- الیاس لطیف۔ نارتھ ناظم آباد کراچی 3- وسیم ناز تبسم۔ فیصل آباد 4- ریحانہ خاتون، محمد عارف اقبال اور محمد تنویر عالم۔ کراچی 5- مکتبہ رضیہ، طارق روڈ۔ کراچی 6- قاضی مقصود احمد۔ نگران مراقبہ ہال راولپنڈی 7- شہزادی سلطنت نظم منظور حقانی۔ کراچی

رباعیات

قلندر بابا اولیاءؒ

مٹی میں کسی روز مجھے ملنا ہے
تربت کو گلِ تر کی طرح کھلنا ہے
گر موت نے اک آن کی مہلت دیدی
خم اور صراحی سے گلے ملنا ہے

پامال ہوئے ہیں اس قدر میخانے
دل اور جگر کے بن گئے پیمانے
آدم کی جگہ ملے ہیں مٹی کے ڈھیر
خاک اڑتی ہے دیکھے ہیں بہت ویرانے

انسان نے کھویا ہے نہ کچھ پایا ہے
اک وہم ہے جو سود و زیاں لایا ہے
کوئی نہ مفکر نہ مدبّر ہے یہاں
البتہ دماغ میں خلل آیا ہے

مے خانہ پہ ہر سمت گھٹا چھائی ہے
ساقی ترے دامن میں بہار آئی ہے
رخ بھی ترا گلرنگ ہے پیراہن بھی
خود بھی مئے گلرنگ تماشائی ہے

دل میں قناعت کی بھی دولت ہوسکتی ہے!

رائی ذرا سی بڑھ کر پربت ہوسکتی ہے !
ایٹم سے یہ دنیا غارت ہوسکتی ہے !

سب کی نگہباں ہے کوئی نادیدہ قوت !
ہم سے کیا اپنی بھی حفاظت ہوسکتی ہے !

سونا چاندی ہی کیا دے سکتے ہیں تسکیں ؟
دل میں قناعت کی بھی دولت ہوسکتی ہے !

زاغ کا بھائی چارا دیکھ کے میں نے سوچا !
کیا انساں میں ایسی اخوت ہوسکتی ہے !

حاجت مندوں کی حاجت پوری کردینا !
سمجھو یہ ، تم کو بھی ضرورت ہوسکتی ہے !

کر تو لیا انساں نے خدائی کا بھی دعویٰ
موت کو ٹالے ، کیا یہ قدرت ہوسکتی ہے !

جھوم رہا ہے پھول تصور میں ہی اُس کے !
بادِ صبا میں اُس کی نکہت ہوسکتی ہے !

تنویر پھول

حق تلفی
ناقابلِ معافی جرم

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو جرم ناقابلِ معافی ہیں، شرک اور مخلوق کی حق تلفی۔ حق تلفی سے معاشرے کی اخلاقی قدروں میں خلاء واقع ہونے لگتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے شرک کے مساوی حیثیت دی ہے۔

جمیل احمد خان

قدرت اللہ شہاب مرحوم نے اپنی خود نوشت "شہاب نامہ" کے ایک باب میں 1942ء میں بنگال کے قحط کا کچھ نقشہ کھینچا ہے۔ اس زمانے میں سارا بنگال ہیبت ناک اور بھیانک قحط کی زد میں آیا ہوا تھا۔ بھوک سے سسک سسک کر جان دینے والوں کی تعداد دوسری جنگ عظیم میں مرنے والوں کی تعداد سے بھی کہیں زیادہ ہو چکی تھی۔ قحط کے ساتھ ساتھ سمندر بھی جوش میں آیا اور مغربی بنگال کے ساحلی علاقوں میں جوار بھاٹے کی عظیم لہر سائیکلون کے دوش پر سوار ہو کر کئی میل تک خشکی میں در آئی اور بے شمار بستیوں، انسانوں اور مویشیوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر سمندر کی تہہ میں لے گئی۔ قدرت اللہ شہاب تحریر کرتے ہیں:

"کلکتہ پہنچ کر جب میں ہوڑہ اسٹیشن پر ٹرین سے اترا، تو چاروں طرف بنگال کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ بڑی بڑی کشادہ سڑکیں قمقموں کی مہتابی روشنی میں نہائی ہوئی تھیں۔ بازاروں کی دکانیں آراستہ و پیراستہ ساز و سامان سے چمک دمک رہی تھیں، نازک اندام بنگالنیں زلفیں لہرائے، جوڑے سجائے، بندیا لگائے بڑے انہماک سے خرید و فروخت میں مصروف تھیں۔ خوش پوش بنگالی مرد کاروں میں، ٹیکسیوں میں، بسوں میں، ٹراموں میں، رکشاؤں میں اور پیدل بھی خوشی خوشی ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ کچھ اپنے آپ میں مست تھے۔ کچھ اپنے اپنے کام میں مست تھے۔ ان سب کی نگاہوں سے اللہ کی وہ مخلوق بالکل اوجھل تھی جو ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں سڑکوں پر، فٹ پاتھوں پر گلیوں میں، کوچوں میں، میدانوں میں بھوکے پیاسے کیڑے مکوڑوں کی طرح سسک سسک کر رینگ رہی تھی۔ زندگی کے دو مختلف دھارے ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ اس طرح رواں دواں تھے جیسے متوازی خطوط جو آپس میں کبھی نہیں ملتے۔

بنگال کا قحط بلائے ناگہانی کا نتیجہ کم اور برٹش حکومت کی بدانتظامی کا نتیجہ زیادہ تھا مشرقِ بعید میں ملک پر ملک فتح کرنے کے بعد اب جاپانی فوجیں آسام کی سرحد پر ہندوستان کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھیں...... ان تمام خطرات کے پیشِ نظر حکومت نے دھان اور چاول کی ساری فصل سستے داموں خرید خرید کر اپنے گوداموں میں بھرنی شروع کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے صوبے کی تقریباً ساری خوراک گوداموں میں منتقل ہو گئی۔ یہ ذخیرے زیادہ تر حکومت کی اپنی سول اور ملٹری ضروریات پوری کرنے کے لئے کام میں لائے جاتے تھے۔ ان کے متعلق مستقل احکام یہ تھے کہ جاپانیوں کی پیش قدمی کی صورت میں ان سب کو جلا کر تباہ کر ڈالا جائے تاکہ خوراک کا کوئی ذخیرہ دشمنوں کے ہاتھ نہ آنے پائے۔

جو تھوڑا بہت چاول بچ رہا تھا، اسے مقامی زمینداروں، بنیوں اور امیر لوگوں نے دھونس دھاندلی یا لالچ کے زور سے خرید کر اپنے اپنے ذاتی ذخیروں میں جمع کر لیا۔ رفتہ رفتہ اناج منڈیاں بند ہو گئیں، کاشتکاروں کے اثاثے ختم ہو گئے اور زمینداروں اور بنیوں کے چاول کی قیمت آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ شروع شروع میں غریب دیہاتیوں نے چاول کی جگہ ساگ پات پر گزارا کرنا شروع کر دیا۔ پھر وہ درختوں کے پتے ابال ابال کر کھانے لگے۔ گاؤں گاؤں میں بھوک اور موت نے چھاؤنی ڈال دی......

ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ تملوک کا ایک علاقہ تھا جسے نندی گرام کہتے تھے۔ جب سائیکلون آیا تو سمندر کی ایک پہاڑ جیسی اونچی لہر دس بارہ کوس تک خشکی میں گھس آئی اور کوئی ڈیڑھ سو مربع میل کے گنجان آباد قبے کو صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹاگئی۔ اب یہ سارا علاقہ ایک متعفّن دلدل کی صورت اختیار کر چکا تھا، جس میں جابجا بکھری ہوئی انسانی کھوپڑیوں، مویشیوں کے ڈھانچوں اور گلی سڑی ہوئی مچھلیوں کا بسیرا تھا......

طوفان اور سیلاب کی آفت نندی گرام میں تو زیرِ زمین دبے ہوئے سانپوں کو کھینچ کر باہر لے آئی تھی، لیکن تملوک کے باقی علاقوں میں قحط کے آلام سے انسان کے اندر کا سارا زہر، سارا ظلم، سارا لالچ، ساری حرص و ہوا، ساری خباثت، ساری خود غرضی اور ساری بے رحمی سمندر کے جھاگ کی طرح اُبل اُبل کر باہر نکل آئی تھی اور اشرف المخلوقات کی شرافت اور نجابت نے دیکھتے ہی دیکھتے برسرِ عام دم توڑ دیا تھا۔ تملوک کے گاؤں گاؤں میں ایسے گھر آباد تھے جن میں صبح و شام چائے بھی بنتی تھی، بھات بھی اُبلتا تھا، مچھلی بھی تلی جاتی تھی، سالن بھی بگھارے جاتے تھے، کھیر بھی پکتی تھی...... لیکن مٹھی بھر لوگ یہ نعمتیں بند کواڑوں کے پیچھے ہی پیچھے بیٹھ کر ڈکار لئے بغیر ہضم کر جاتے تھے۔ ان آسودہ حال گھرانوں کے آگے پیچھے، دائیں بائیں دور دور تک قطار در قطار ایسے جھونپڑے تھے، جن میں ہفتوں اور مہینوں سے چراغ جلا تھا نہ چولہا سُلگا تھا۔ ان کے مکین مر چکے تھے یا مر رہے تھے، کچھ جھونپڑے بالکل خالی تھے، کسی میں ایک آدھ لاش دنوں سے بے گور و کفن پڑی تھی کہیں پر نیم جاں ہڈیوں کے ڈھانچے ایسے دروازوں سے لگے پیلی پیلی، گدلی گدلی آنکھیں خلاء میں گاڑے، خوشحال گھروں سے آنے والی اُبلتے ہوئے چاولوں کی خوشبو سونگھ کر تڑپتے تھے، سسکتے تھے، کلبلاتے تھے اور بڑی بے بسی سے موت کا انتظار کرنے لگتے تھے۔ لیکن فاقہ کی موت اتنی ارزاں نہیں کہ آسانی سے ہاتھ آجائے۔"

قدرت اللہ شہاب نے قحطِ بنگال کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا ہے وہ خاصا طویل اور نہایت کرب انگیز ہے۔ گذشتہ مہینوں میں پاکستان کے کچھ خطوں تھر، چولستان اور بلوچستان میں قحط اور خشک سالی نے زبردست تباہی پھیلائی۔ غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ملک کے تین صوبوں سندھ، بلوچستان اور پنجاب میں حالیہ قحط سالی سے اب تک کم از کم چار سے پانچ ہزار افراد ہلاک ہو چکے ہیں یہ اموات گذشتہ تین ماہ کی ہیں جبکہ اس قحط سے ایک کروڑ کے لگ بھگ لوگ شدید متاثر ہوئے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں جانور موت کا شکار ہو گئے ہیں۔ نہری پانی نہ ملنے سے فصلوں کی پیداوار بھی 60 فیصد سے زیادہ متاثر ہوئی ہے۔ ہزاروں افراد بھوک و افلاس کی وجہ سے ٹی بی اور دیگر امراض میں مبتلا ہو گئے۔ کوہستانی اور ریگستانی علاقوں میں مویشیوں کی زبردست اہمیت ہوتی ہے کہ جانوروں کا دودھ، مکھن، لسی اور گوشت ان علاقوں کے لوگوں کی خوراک بنتا ہے۔ اگر خشک سالی ہوگی اور گھاس نہیں ہوگی تو مویشیوں کو خوراک میسر نہیں آسکے گی یوں جانور کمزور ہو کر مرنا شروع ہو جائیں گے۔ مویشیوں کی اموات...... ان علاقوں کے عوام کے لئے ایک معاشی دھچکا ثابت ہوتی ہیں کیوں کہ اس وجہ سے ان کی خوراک کا بنیادی ذریعہ ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں سیلاب، طوفان، خشک سالی اور قحط سالی کے حوالے سے عمومی رویہ یہ ہے کہ انہیں قدرتی آفات قرار دے کر، مرنے والوں کی دعائے مغفرت کر کے اور بچ جانے والوں میں سے چند لوگوں کو امدادی اشیاء دے کر اخبارات اور ٹی وی میں کوریج کروا کر زندگی کو معمول کی ڈگر پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ہمارے اکثر علماء، دانشور، مفکر اور اربابِ اختیار قرآن میں بیان کردہ اس حقیقت کو کیوں فراموش کر دیتے ہیں کہ "جو کچھ بھی تم لوگوں پر آفات آتی ہیں وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہیں"۔ ہم یہ کہہ کر ہرگز جان نہیں چھڑا سکتے کہ تھر اور چولستان کے صحرا اور بلوچستان کے

سنگلاخ پہاڑ چونکہ قدرت کی تخلیق ہیں اس لئے ان علاقوں میں وسائل کی عدم دستیابی اور عوام کی معاشی بدحالی ایک قدرتی امر ہے...... اور وہاں یہ سب کچھ ہونا لازم ہے اس میں ہمارا کیا قصور......؟!

اگر صرف تھر کے جغرافیائی اور طبعی حالات کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت اس خطے پر بہت مہربان ہے۔ یہاں نمکین پانی کی سو سے زائد بڑی جھیلیں موجود ہیں ان جھیلوں کے پانی کو جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے میٹھے پانی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے، جس کے ابتدائی مرحلے میں کچھ سرمایہ خرچ کرنا پڑے گا بعد میں انتہائی ارزاں خرچ پر نہ صرف پینے اور کاشتکاری کے لئے وافر مقدار میں میٹھا پانی دستیاب ہو سکتا ہے جس کے بعد ظاہر ہے یہ لق و دق صحرا گل و گلزار میں تبدیل ہو جائے گا بلکہ اس جدید طریقے سے نہایت سستی اور وسیع مقدار میں برقی توانائی بھی میسر آسکے گی جس سے تھر کے اندھیروں کو دور کیا جاسکتا ہے۔

چلئے جدید ٹیکنالوجی آپ استعمال نہیں کرنا چاہتے، مت کریں...... کم از کم پرانی ٹیکنالوجی ہی استعمال کر لیں اور تھر میں موجود ۹ ہزار مربع کلو میٹر کے رقبے پر کوئلے کے تقریباً ڈھائی بلین ٹن ذخائر کو نکالئے، اس سے بجلی پیدا کیجئے اور ماہرین ارضیات کی تحقیق کے مطابق تھر میں زیرِ زمین موجود میٹھے پانی کے نہایت وسیع ذخائر میں سے برقی توانائی کے ذریعے اپنا حصہ وصول کیجئے...... بنجر صحرا کو سرسبز کر دیجئے...... کس نے آپ کو روکا ہے؟ کس نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہے؟؟......

اس کے علاوہ بظاہر اس خشک اور بنجر صحرائے تھر میں نہایت اعلیٰ قسم کے گرینائٹ کے بے شمار پہاڑ موجود ہیں۔ اسی بنجر صحرا میں اللہ تعالیٰ نے چائنا کلے، شیشہ، ریت اور ریڈ آکسائیڈ بھی نہایت وافر مقدار میں عطا کیا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص ہیرے موتی کو کنکر پتھر سمجھ کر پھینک دے یا استعمال نہ کرے اور مفلسی اور قلاشی کی زندگی گزارے، دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا رہے، ایک وقت کی روٹی کے لئے بھی ترستا رہے تو اسے ناشکری، بے عقلی، جہالت اور حماقت کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

کیا ہمارا مجموعی حال بھی ایسے ہی ناقدرے شخص کی مانند نہیں ہے؟ ہم بھی محدود سوچ کے دائرے میں مقیّد ہو چکے ہیں۔ جس کا جہاں ہاتھ چلتا ہے وہ اپنا مفاد پورا کر لیتا ہے، اول تو وسائل بے قدری کا شکار ہیں اور کہیں ان کا کچھ استعمال ہو بھی رہا ہے تو محض اپنی اپنی ذاتی انا کی تسکین کے لئے...... مثال کے طور پر ملک بھر کی ٹرانسپورٹ کے ایک سروے کے مطابق ٹرانسپورٹر حضرات اپنی بسوں کی ڈیکوریشن پر تو ہزاروں روپے پھونک دیتے ہیں لیکن اپنے مسافروں کو آرام دہ اور کشادہ نشستیں فراہم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان بسوں میں انسان کپڑے کی گٹھری کی مانند ٹھونس ٹھونس کر بھر دیئے جاتے ہیں...... ملک کے چھوٹے شہروں کو تو چھوڑیں بڑے شہروں کی اور خصوصاً کراچی کی اکثر مارکیٹوں کا حال یہ ہے کہ بہت سے تاجر اور دکاندار اپنی دکان میں لاکھوں روپے کے سامان کے ساتھ ساتھ اس کی آرائش پر بھی ہزاروں روپے خرچ کر دیتے ہیں لیکن انہیں اپنی دکانوں کے سامنے اُبلتے ہوئے گٹر، کھنڈر نما سڑک سے اُڑتی ہوئی دھول اور دنیا بھر کا کچرا دکھائی نہیں دیتا، کیوں......؟ شاید اس لئے کہ اکثر جگہ بے حسی کی چادر اوڑھ کر ان مسائل کی طرف سے آنکھیں بند کر لی گئی ہیں۔

ہمارے شہروں میں اکثر متوسط علاقوں کی طرزِ زندگی میں اب زبردست انقلاب برپا ہو چکا ہے، کل جو اشیاء تعیّشات میں شامل تھیں آج ان کا شمار ضروریاتِ زندگی میں ہوتا ہے۔ ان اشیاء میں سے اکثر تو تقریباً ہر گھر ہی میں موجود ہیں۔ لیکن انہی گھروں کے درمیان گلیوں اور سڑکوں کی حالت کس قدر ناگفتہ بہ ہے اسے بیان کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ متوسط علاقوں کو چھوڑیئے اور پوش علاقوں کی جانب آیئے، ان علاقوں میں ایسے طبقے کے افراد رہائش پذیر ہیں جس کے پاس وسائل بھی

ہیں اور تعلیم بھی ہے لیکن ان علاقوں میں بھی اکثر ایسی چیزیں دیکھنے میں آتی ہیں جن سے شعور کی کمی کی نشاندہی ہوتی ہے۔ نچلی سطح کے علاقوں کی طرح یہاں بھی فٹ پاتھ کو گھر کا حصہ بنالینے کا عمل اکثر نظر آجاتا ہے۔ گٹر یہاں بھی اُبلتے رہتے ہیں اور اکثر جگہ سڑکوں کی صورت بھی کھنڈر کی مانند ہی نظر آتی ہے۔

اپنے گھر کو صاف رکھنا اور سارے گھر کا کچرا گلی میں پھینک دینا شاید ہمارا قومی رویہ بن گیا ہے۔ اسی لئے جب تک ہمارے ہاں کوئی بڑا بریک ڈاؤن نہ ہو ہم اپنے آپ میں ہی مگن رہتے ہیں۔

تھر اور بلوچستان میں قحط کی خبریں جب تواتر کے ساتھ آنے لگیں تب ہی ہمارا ذہن اس جانب متوجہ ہوا...... لیکن اب میڈیا نے خبریں دینا بند کردی ہیں شاید اس سے زیادہ اہم اور ہاٹ ایشوز اس کے سامنے آگئے ہوں...... اب شاید تھر اُسی وقت موضوع گفتگو بن سکے گا جب کہ تھر کے لوگ خدانخواستہ دوبارہ بھوک و پیاس سے بے حال ہوجائیں......

ملتِ اسلامیہ کے بزرگوں کی رائے ہے کہ ہر بستی کے لوگ ایسے فرد کے بارے میں جواب دہ ہیں جو وہاں بھوک سے موت کا شکار ہوجائے اور بعض فقہا کے نزدیک تو یہ جواب دہی فوجداری قانون کے تحت آتی ہے اور بستی والوں پر مرجانے والے فرد کی دیت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں قحط سالی، مفلوک الحالی، بے روزگاری سے طبعی موت یا خودکشی کرکے مرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اس بات کی علامت ہے کہ معاشرے کے خوشحال لوگوں نے انفاق، صدقہ خیرات اور احسان شناسی کی اسلامی روایات کو مادہ پرستی سے مغلوب ہوکر بھلادیا ہے اور شاید اکثر مذہبی علماء اس دلدوز حقیقت کو فراموش کربیٹھے ہیں کہ بھوکا پیٹ حرام و حلال کی تمیز کھو بیٹھتا ہے اور بھوک کی حالت میں وہ صرف حلال ہی حلال سننا چاہتا ہے۔ اسی لئے قرآن میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "مردار، لہو، سور کا گوشت اور غیر خدا کے نام پر نامزد کرنے والی اشیاء حرام ہیں لیکن اس پر کوئی گناہ نہیں جو بھوک سے لاچار ہوجائے"۔

اسلام نے اسی لئے بھوک کی اس انتہائی حالت میں خنزیر تک کھانے کی اجازت دی ہے تاکہ جان و تن کا رشتہ برقرار رہے۔ یہ صورت جب معاشرے میں عام ہوجائے اور سور بھی دستیاب نہ ہو تو انسان انسان کو ہی کھانے لگتا ہے۔ اغوا، ڈکیتی، چوری، قتل اور رہزنی کی وارداتیں حالتِ اضطرار کی بدترین شکلیں ہیں۔

سترہویں صدی میں ایک جانب یورپ میں بے شمار محلات تھے دوسری طرف بھکاریوں کے لشکر شہروں میں دربدر کی ٹھوکریں کھارہے تھے۔ 1630ء میں پیرس کی چوتھائی آبادی بھکاریوں پر مشتمل تھی فرانس کے دیہاتی علاقوں میں آدھی آبادی فاقہ کشی کا شکار تھی۔ انگلستان اور ہالینڈ میں زندگی کا نقشہ فرانس سے مختلف نہ تھا اور سوئٹزر لینڈ کی صورتحال کچھ یوں تھی کہ فاقہ کش بھکاریوں کی بڑی تعداد شہر میں دن رات امراء کے محلات کو گھیرے رہتی، جب ان بھکاریوں سے نجات پانے کی کوئی سبیل راہ دولت مند طبقے کو سُجھائی نہ دی تو ان لوگوں نے باقاعدہ شکاری دستے ترتیب دینے شروع کردیئے جن کا کام ان بھکاریوں کا شکار کرنا تھا۔

جس زمانے میں انگلستان، ہالینڈ اور فرانس تجارت کے ذریعے دولت کے انبار لگارہے تھے تو اسپین اس وقت ایک دوسرے طریقے سے اپنے خزانے بھر رہا تھا۔ اس کے جہاز راں ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کرنے میں تو ناکام رہے تھے لیکن وہ شمالی اور جنوبی امریکہ کے براعظموں پر اتفاقاً پہنچنے اور وہاں اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ براعظم جنوبی امریکہ کے ممالک میکسیکو اور پیرو میں سونے اور چاندی کی بے شمار کانیں موجود تھیں۔

اسپین کے جہازوں نے دھڑا دھڑ یہ قیمتی دھاتیں اپنے وطن پہنچانی شروع کردیں۔ 1545ء سے 1560ء

تک 15 سالوں میں اسپین ان کانوں سے مسلسل چاندی نکالتا رہا اور اس عرصے میں اسپینی ٹکسالوں نے تقریباً دولاکھ ستر ہزار کلوگرام چاندی کے سکے تیار کئے اور آئندہ تیس سال کے عرصے میں یہ مقدار تین لاکھ چالیس ہزار کلوگرام تک پہنچ گئی۔

دولت کا یہ سیلاب جو میکسیکو اور پیرو کی کانوں سے بہہ کر اسپین پہنچتا تھا کیا اسپین میں ہی رک جاتا تھا؟ ہرگز نہیں...... یہ اسپین میں آتے ہی یورپ میں پھیل جاتا تھا۔ اس دولت کی فراوانی نے اس وقت کے اسپینی حکمرانوں کو اپنی مملکت کی توسیع کے لئے بے تاب کردیا اور انہوں نے پے درپے جنگوں میں خود کو ملوث کرکے اپنی دولت کو فوجی رسد اور فوجوں کی تنخواہوں پر صرف کیا۔ دوسری طرف اسپین کے دولت مند طبقے کی دولت میں روزافزوں اضافہ ہورہا تھا، وافر مقدار میں چاندی اور اس کے سکوں کو وہ نہ تو کھا سکتے تھے اور نہ ہی پہن سکتے تھے چنانچہ اس دولت کا بے تحاشا استعمال سامانِ عیش و عشرت کے حصول پر صرف ہونے لگا تھیں۔ جب اسپین کی یہ دولت زرمبادلہ کی شکل میں دیگر ممالک میں پہنچی تو اس نے پورے یورپ کی معاشیات کو الٹ پلٹ کرکے رکھ دیا۔ دولت کی اچانک اور بے تحاشہ آمد سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوتا چلا گیا اور 1600ء تک قیمتوں میں تین گنا اضافہ ہوچکا تھا۔

یاد رہے کہ قیمتوں میں اضافے کی بھی اپنی ایک سائنس ہے۔ جس طرح سکے کی قیمت کم کرنے سے چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اسی صورت میں جب روپے کی بڑی تعداد بازار میں آجاتی ہے تو چیزوں کی قیمتوں میں بھی زبردست اضافہ شروع ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ روپیہ یا کرنسی بھی ایسی چیز ہے جس کی طلب ہر وقت موجود رہتی ہے۔ لیکن اس کی سپلائی اتنی نہیں ہونی چاہئے جتنی کہ اس کی مانگ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کرنسی اس قدر قیمتی چیز ہے۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھئے کہ ہوا کی ہم سب کو ضرورت ہوتی ہے لیکن ہوا ہر جگہ موجود ہے، اسی لئے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ لیکن پینے کا صاف پانی کمیاب ہے۔ اس لئے اس کو حاصل کرنے کے لئے اسے خریدنا پڑتا ہے یا اس کی قیمت ٹیکس کی صورت میں ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہی اصول کرنسی کے معاملے میں بھی کام کرتا ہے۔ اگر مارکیٹ میں کرنسی کی افراط ہوجائے تو اس کی قیمت گرجائے گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی چیز کو خریدنے کے لئے آپ کو زیادہ دام دینا پڑیں گے۔ دوسرے الفاظ میں گرانی (مہنگائی) اور ارزانی (سستائی) کا تعلق روپے (کرنسی) کی مقدار میں کمی بیشی سے ہے جو کہ بازار میں گردش کررہا ہے یہی وجہ ہے کہ جب یورپ کے بازاروں میں سونے چاندی کی بھرمار ہوگئی تو لامحالہ چیزوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔

افراطِ زر کے اس دور میں جن لوگوں نے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا وہ تاجر طبقہ تھا چونکہ لوگوں کے پاس خوب پیسہ تھا، اسی حساب سے تاجروں نے چیزوں کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ کیا اور خوب دولت سمیٹی۔ لیکن معاشرے کے دیگر طبقات اور خود حکومتوں کے لئے یہ صورتحال نہایت پریشان کن تھی۔ نچلے طبقے کے لوگ مہنگائی کی چکی میں پس رہے تھے۔ دوسری طرف حکومتوں نے جو اپنے مصارف میں بے پناہ اضافہ کرلیا تھا اب اسے پورا کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکمرانوں نے اپنی مالی دشواریوں پر قابو پانے کے لئے نو دولتیوں کا سہارا لیا، اس طبقے نے حکمرانوں کی مجبوریوں سے خوب فائدہ اٹھایا اور ان سے بہت سی مراعات حاصل کرلیں۔ ان مراعات کے ذریعے انہوں نے خود کو قانون سے بالاتر سمجھ لیا، مختلف طبقات ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے کے لئے میدان میں اُتر آئے فرائض سے ہر ایک نے منہ موڑ لیا۔ چنانچہ اگلا دور یورپ کے لئے انتہائی خوفناک دور تھا۔ جس کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا ہے۔ سترہویں صدی کے ابتدائی عشرے میں ایک ہولناک جنگ کا آغاز ہوا جو تیس سال تک جاری رہی

اس جنگ میں یورپ کی دو تہائی آبادی موت کے گھاٹ اُتار دی گئی، جو باقی بچی ان کی بربادی دیکھی نہ جاتی تھی، دیہاتوں کا بڑا حصہ برباد ہو گیا۔ شہروں میں مستقل لوٹ مار جاری تھی، تباہ ہونے والے علاقوں میں بھیڑیوں کے گروہ گشت کرتے تھے اور انسانی لاشوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے تھے۔

آج ہم اپنے ملکی حالات کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہمارے ہاں ناجائز ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت، اسمگلنگ اور دیگر مہربانوں کی مہربانیوں نے بظاہر بازاروں میں روپے کی ریل پیل کر دی ہے لیکن اس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ اشیائے صرف کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ آج سے بیس بائیس سال پہلے گائے کا گوشت 10 سے بارہ روپے کلو ملتا تھا آج 70 سے 80 روپے فی کلو میں دستیاب ہے۔ دیگر اشیائے صرف کا حال بھی یہی ہے۔ لیکن مارکیٹ میں روپیہ وافر مقدار میں موجود ہونے کی وجہ سے خریداری میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس ملک کی ساٹھ فیصد آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے، جس کی اوسط ماہانہ آمدنی ایک ہزار روپے سے کم ہے جس کے کھیتوں میں بھوک اور قحط کی فصل لہلہا رہی ہے، جس کے گاؤں اور ریگستانوں کے لوگ نمکین پانی پی کر گردے کی بیماری میں مبتلا ہو رہے ہوں اس ملک کے خاص طبقے کے لئے صرف ایک سال میں نوے کروڑ روپے کے خشک و تر میوے درآمد کرنے کا کیا جواز بنتا ہے؟ یاد رہے ان خشک و تر میووں میں صرف چھبیس کروڑ روپے کے انناس درآمد کئے گئے۔

ایک جائزے کے مطابق پاکستان نے اندرونی قرضوں پر 1998ء میں ملکی سود خوروں کو ایک کھرب چونسٹھ ارب روپے سود ادا کیا جبکہ بیرونی قرضوں پر صرف 42 ارب روپے سود ادا کیا گیا۔ اس صورتحال میں اربابِ اختیار سے اصلاح احوال کی امید تو درکنار، اکثر علماء اور مذہبی اجارہ دار جو امت کی تقدیر بدلنے کے دعوے وقتاً فوقتاً یا گِلہ، وِرد کرتے رہتے ہیں، کی جانب سے بھی کوئی واضح اور حتمی لائحہ عمل سامنے نہیں آسکا ہے۔

حضرت عمرؓ کے دور میں ایک مرتبہ ایک صحابی نے فتح آذربائیجان کی خوشی میں مٹھائی کی دو ٹوکریاں حضرت عمرؓ کو مدینہ ارسال فرمائیں مگر انہوں نے اس بناء پر اسے قبول نہیں فرمایا کہ ہم ایسی کوئی چیز نہیں استعمال کرتے جو تمام مسلمانوں کے گھروں میں مناسب مقدار میں موجود نہ ہو۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں سب سے بُرا حاکم ہوں گا اگر میں خود تو اچھا کھاؤں اور لوگوں کو خراب غذا کھلاؤں" تاریخی کتابوں میں درج ہے کہ حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانے میں گوشت اور روغنی روٹی کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ آپؓ کے چہرے کی رنگت متاثر ہو گئی تھی۔ اسی طرح حضرت ابو عبیدہؓ نے ایرانی عمدے داروں کی ضیافت کھانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ "ابو عبیدہ وہی چیزیں کھا سکتا ہے جو سب مسلمانوں کو کھانے کے لئے میسر ہوں" سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اسلوبِ حیات کے ذریعے دولت کے بہاؤ کو داخل سے خارج کی طرف، اندر سے باہر کی طرف، ذات سے اجتماعیت کی طرف، خاندان سے معاشرے کی طرف اور عیال سے عیال اللہ یعنی مخلوق کی طرف موڑ دیا خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، خواہ وہ جانور ہو یا پرند اور چرند ہو...... جس کے نتیجے میں عہد نبوی ﷺ کے معاشرے کا یہ حال ہوا کہ ایک عورت مکہ سے صنعا تک زیورات سے لدی پھندی تن تنہا محوِ سفر رہتی مگر کوئی میلی آنکھ اس کی جانب نہ اُٹھتی۔ مدینے کی گلیوں میں لوگ سائلوں کو مدد کے لئے ڈھونڈتے پھرتے مگر کوئی سائل نہ ملتا اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک تو یہ صورت ہو گئی کہ بیت المال میں مال رکھنے کے لئے جگہ نہ تھی اور لوگوں کو کہہ دیا گیا تھا کہ وہ زکوٰۃ مقامی طور پر مستحق لوگوں میں از خود تقسیم کر دیں ریاست اس کو جمع کرنے سے قاصر ہے۔

آج عصر جدید کے مسلمانوں میں اکثر مذہبی افراد

قرونِ اولیٰ کی یہ مثالیں تو ضرور دیتے ہیں لیکن عمل کی توقع یہ لوگ اربابِ اختیار طبقے سے لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو ہمارے معاشرے کی اکثریت اپنی زندگی کے ہر عیش کو سمیٹ لینے کے لئے بے تاب نظر آتی ہے۔ ہماری اس بے عملی کی مثال اس مصرعہ میں موجود ہے ؎

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

یعنی "بابر عیش کر لو کہ زندگی دوبارہ نہیں ملتی" بابر کا عیش کیا تھا؟ بابر جب فرغانہ سے چلا تو وہ ایک سانڈنی کی پیٹھ پر سوار تھا۔ اس کی پشت پر ٹھنڈے پانی کی ایک چھاگل اور کمر پر تلوار کے سوا کچھ نہ تھا زندگی کی تلاش میں وہ صحراؤں کو روندتا، جنگلوں کو چیرتا، دریاؤں میں تیرتا، پہاڑوں کی چوٹیوں سے گزرتا، آسمان سے بغل گیر ہوتا، سنگلاخ دروں سے دڑاتا، چٹانوں سے ٹکراتا، میدانوں میں دوڑتا، برق کی طرح کوندتا، کئی دن حالت سفر میں رہا ایک منزل پر جب زندگی اسے محفوظ نظر آئی تو بھوک اور پیاس کے احساس نے اسے بے تاب کیا۔ کئی دنوں سے تھکے ہارے بابر نے ادھر اُدھر دیکھا تو اسے کچھ نظر نہ آیا۔ کمر سے تلوار نکالی اور ایک سوکھے درخت کی جڑ، ڈالیاں اور پتے کاٹے ان پتوں اور جڑوں کو اپنے منہ میں رکھا۔ چھاگل کھولی، گرم پانی کے چند گھونٹ حلق میں ڈالے۔ یہ غذا جب اس کے معدے میں پہنچی تو فرحت، مسرت، انبساط اور حیاتِ نو کے ایک تصور سے وہ بے اختیار چلا اٹھا۔ "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" یہ تھا بابر کا عیش...... جب قومیں بابر کا عیش اختیار کرتی ہیں تو مشرق و مغرب ان کے قدموں میں ہوتے ہیں جب قومیں یہ عیش صرف شعر و شاعری میں بیان کرتی ہیں تو ان پر چمکنے والے سورج کی تمازت بھی انہیں محسوس نہیں ہوتی۔ ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارا سارا زور داخل کے بجائے خارج پر ہے۔ فرد کے بجائے معاشرہ، خاندان کے بجائے دنیا اور اپنی ہستی کے بجائے سارے عالم پر ہے۔ مذہبی طبقے کی بھی تمام تر توجہ سیاست کے تزکیے پر مرکوز ہے اور انسانی وجود کا تزکیہ ان کے دائرہ عمل سے باہر کی چیز ہے۔ لہٰذا علمی مباحثے، مناظرے، جلسے جلوس، تقریریں اور گفتگو کے ہنگامے بے پناہ ہیں مگر عمل کا میدان بالکل خالی ہے۔ ہمارے ہاں اصلاحِ احوال کی تمام تر دعوت اپنے خاندان، محلے، قبیلے، شہر، بستی کے بجائے کل عالم سے شروع ہوتی ہے۔ اس طرزِ عمل کی توجیہ یہ ہے کہ دعوت کے ذمہ داروں کا کردار انہیں اس جرات سے محروم رکھتا ہے کہ وہ کس اعتماد کے ساتھ اپنے قریبی جاننے والوں میں کھڑے ہوں یہ اعتماد زبانی کلامی نہیں عمل کے تزکیے سے پیدا ہوتا ہے۔ باہر والا دعوت سے جلد متاثر ہوتا ہے کیونکہ وہ ہماری شخصیت کے تضاد سے ناواقف ہوتا ہے مگر گھر والا، خاندان والا، بستی والا، دفتر والا، کارخانے والا ہمارے ایک ایک تضاد اور عمل سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے اس لئے دعوت دینے والوں کی سب سے کمزور آواز ان کے اپنے گھروں، دفتروں، کارخانوں اور محلوں میں ہوتی ہے کیونکہ وہاں کسی کتاب کسی درس کسی تقریر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ روزانہ کا عمل ان کے قول کی تردید اور تائید کے لئے کافی ہوتا ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اعزاز تھا کہ آپ ﷺ جیسے گھر میں تھے باہر بھی ویسے ہی تھے۔ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کا عالم اپنے نواسوں کے ساتھ جیسا تھا ویسا ہی عالم اپنے غلام انسؓ کے ساتھ بھی تھا۔ جب انسؓ کے والدین انسؓ کو غلامی سے رہائی دلانے کے لئے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آزادی کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ایک لمحے کے توقف کے بغیر رہائی کا حکم دے دیا مگر انس نے والدین کے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے بے تابانہ رسول اللہ ﷺ کی غلامی خوشی قبول کی اپنے والدین سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جیسی محبت دی ہے وہ محبت میں کہیں نہ پا سکا اب انہیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ ان کی محبت اور رفاقت پر آپ کا فراق گوارا ہے۔

ایک خادم اور ملازم اپنے مالک کے ہر راز سے آگاہ

ہوتا ہے اگر مالک سچا ہو تو اس کے دفتر، کارخانے، ادارے اور گھر میں کام کرنے والے کارندے اور ملازم بھی اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس کی طرز فکر کو اپنا لیتے ہیں۔ آج اپنے معاشرے میں اس پیمانے سے نظر ڈالئے تو معاملہ بالکل برعکس ہوگا یہ ایک حقیقت ہے کہ اصلاح احوال کا دعویٰ کرنے والے اکثر خوشحال لوگوں کا طرز عمل اپنے ملازموں سے نہایت ظالمانہ ہے وہ اپنی شہرت کے لئے لاکھوں روپے خرچ کردیتے ہیں مگر اپنے ملازمین کی فلاح و بہبود اور خوشحالی کے لئے ان کی جیب سے چند روپے بھی نہیں نکلتے۔ نیکی کا یہ عجیب تصور ہے کہ اپنے بھائی کو بھوکا رکھو اسے ضروریاتِ زندگی کے لئے معقول رقم بھی فراہم نہ کرو مگر مسجد، مدرسے، ادارے، تبلیغ، تقریر کے لئے لاکھوں روپے بے دریغ خرچ کردو۔

صاحبِ قرآن سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم تھا کہ مالیات کے حوالے سے لوگ دنیا میں کیا کیا تغیرات پیدا کریں گے اس لئے جگہ جگہ رشتہ دار، ماں باپ، مسکین، مسافر، غلاموں، اجنبی، مہمانوں، بھوکوں، اہل حاجت، غیرت مند فقرا، یتیموں، بیواؤں، اللہ کی راہ میں لڑنے والوں، ہجرت کرنے والوں کو بار بار مال دینے کی ترغیب دی کیونکہ معاشرے کے ضرورت مند انسانوں کی کفالت فرد کی سب سے پہلی ذمہ داری ہے۔ گرے ہوئے طبقات کو اٹھانا، مسکینوں کو پیروں پر کھڑا کرنا معاشرے کا اولین مسئلہ ہے مگر ان واضح ہدایات کے باوجود مشاہدہ یہ ہے کہ لوگ ان معاملات میں زیادہ سرمایہ خرچ کرتے ہیں جنہیں قرآن نے واضح طور پر بیان نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو جرم ناقابلِ معافی ہیں۔

1- شرک
2- مخلوق کی حق تلفی

یعنی مخلوق کی حق تلفی کا جرم شرک کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عیال یعنی فیملی قرار دیا ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے گھرانے کے افراد کے حقوق غصب کرے، یا انسانی معاشرے میں فساد کا بیج ڈالے یا مخلوق کا معاشی طور پر قتلِ عام شروع کردے تو ایسے فرد یا طبقے کو اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہ فرمائیں گے۔

انسان شرک میں کیوں مبتلا ہوتا ہے؟ اس لئے کہ اُس کا یقین ذاتِ باری تعالیٰ سے کمزور پڑ جاتا ہے...... اور انسان اپنے جیسے انسانوں کی حق تلفی بھی اس وجہ سے کرتا ہے کہ اُس کا یقین ٹوٹ چکا ہوتا ہے...... اور بے یقینی کی یہ کیفیت اُسے اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ وسائل و اختیارات حاصل کرنے کے لئے ناجائز ذرائع اختیار کرے۔ جب بے یقینی کی فضا پورے معاشرے میں پھیل جائے تو اسی قسم کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جس سے ہم دوچار ہیں۔

آئندہ ماہ کے شمارہ میں ملاحظہ کیجئے

☆...... حضور ﷺ نے فرمایا" دولت پرہیزگاری کے حصول میں اچھی معاون ہے"۔ معاشی مسائل سے آزاد شخص نسبتاً کم کوشش سے ذہنی یکسوئی حاصل کر سکتا ہے۔ معاشی مسائل کے حل کے لئے بزرگانِ دین کے عطا کردہ اوراد و وظائف......

☆...... کلوننگ ٹیکنالوجی...... چند پس پردہ حقائق۔ کلوننگ کے بارے میں زیر بحث آنے والے چند سوالات اور ان کا جواب......

☆ کیریئر پلاننگ۔ ذریعہ معاش میں نوجوانوں کی رہنمائی پر مبنی نیا سلسلہ

☆...... کیا عورت کو اپنی پسند کی شادی کا اختیار حاصل ہے......؟ اسلام کے معاشرتی احکامات اور ملکی قانون کا موقف کیا ہے؟

☆...... گفتگو میں متانت و جاذبیت پیدا کرنے کے لئے آسان مشقیں، مفید مشورے اور روحانی علاج

☆...... مرگی کیوں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے اسباب، حکیمی اور روحانی علاج

☆...... بال آپ کی شخصیت میں وقار پیدا کرتے ہیں۔ گنجاپن شخصیت کو ماند کردیتا ہے۔ گنجے پن سے بچنے اور اسے دور کرنے کے لئے مفید غذائیں، اس کا یونانی اور روحانی علاج

☆...... چہرے کی دلکشی اور جلد کی شادابی کے لئے خصوصی ٹپس اور سدا جوان رہنے کے گُر......

عاطف نواز

لندن سے شائع ہونے والے ایک معروف ہفت روزہ "اکانومسٹ" نے عالم اسلام کے بارے میں ایک خصوصی رپورٹ شائع کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "پندرہویں صدی ہجری میں مسلمان سماجی، تہذیبی اور سیاسی طور پر اس مقام پر ہیں جہاں یورپ پندرہویں صدی عیسوی میں تھا۔ اُس وقت یورپ کے عوام اپنے سیاسی اور مذہبی اداروں سے بے زار تھے اور ان میں اصلاح کے طالب تھے خاص طور پر وہ کیتھولک چرچ کی دنیا پرستی سے نالاں تھے، معاشی بدحالی اور حکمرانوں کے جبر کے خلاف برطانیہ اور فرانس میں بغاوتیں ہونے لگی تھیں اور یورپ میں ہر جگہ بے چینی پھیلنے لگی تھی کم و بیش اسی قسم کے حالات آج کی مسلم دنیا میں ہیں جہاں عوام اربابِ مذہب و اقتدار دونوں سے خوش نہیں ہیں"۔

اسلام میں مذہبی اجارہ داری کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ اسلام محض چند رسمی عبادات کے مجموعے کا نام نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی آخری الہامی کتاب کو محض ایک مذہبی کتاب تصور کرنا ہمارے خیال میں سراسر بے شعوری اور جہالت ہے۔ قرآن ایک مکمل انسائیکلوپیڈیا ہے۔ قرآن کے نزول کا مقصد انسان کو اس کے مقام و منزل سے آشنا کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کا موضوع انسان ہے قرآن محض غلافوں میں لپیٹنے اور مصیبت کے وقت تلاوت کرنے کے لئے نہیں اتارا گیا۔

لیکن مسلمانوں کی اکثریت نے قرآن کو محض ان کاموں کے لئے ہی محدود کیا ہوا ہے۔ ممتاز مفتی مرحوم اپنی کتاب "تلاش" میں تحریر کرتے ہیں۔

" یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک سازش ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلام کی شکل مسخ کردو۔ اسلام کو بھی عام مذاہب کی طرح RITUAL میں بدل دو۔ مسلمانوں کی توجہ علم، عقل اور تحقیق سے موڑ دو اور انہیں رسمی عبادات کی طرف متوجہ کردو اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان پڑھ اجارہ داروں کی ایک ایسی جماعت قائم کردو جو مسلمانوں کو فروعات میں پھنسائے رکھے"۔

غیر مسلم اقوام اپنی سازشوں میں کامیاب ہیں اب انہیں کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب مسلمانوں میں ہی مذہبی لبادہ اوڑھے بہت سے لوگ اس کام میں مصروف ہیں۔ جن میں سے اکثر کی کوششوں سے آج مسلمان ایک خول میں بند ہو چکے ہیں کیوں کہ علم کے حوالے سے ان کے سامنے انتہائی محدود تصور پیش کیا گیا، اس تصور میں چند معاشرتی احکامات کو حاوی کرکے دنیا بھر کے تمام علوم کو خارج کردیا گیا یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان سائنس اور ٹیکنالوجی کے محض Con-sumer بن کر رہ گئے ہیں۔ مذہبی اجارہ داروں نے مغرب کی ہر ایجاد کو شیطانی فعل اور ان کے ہر علم کو اسلام کا دشمن اور کفر و الحاد کی جڑ سمجھا۔ بجائے اس کے کہ وہ سائنسی علوم کو سمجھنے کی کوشش کرتے، اکثر نے سائنس و ٹیکنالوجی

تحقیق وترقی میں سالانہ سرمایہ کاری

ملک	سرمایہ کاری (ملین ڈالر)	مجموعی قومی پیداوار کا % حصہ
پاکستان	1.4(1995)	0.15
انڈیا	2174.1(1994)	0.8
کوریا	9826.1(1994)	2.8
ترکی	643.7(1995)	0.6
امریکہ	171000(1995)	2.5
جاپان	144546(1994)	2.9

Source: World Bank

کے خلاف ایک ایسی جنگ چھیڑ دی جس میں ان کی کامیابی کے ایک فیصد بھی امکانات نہیں تھے۔

دور نبوت ﷺ میں مساجد یونیورسٹی، پارلیمنٹ، مقننہ اور ہمہ جہت کمیونٹی سینٹر کا کردار ادا کرتی تھیں۔ ریاستی معاملات میں باہمی مشاورت، شادی کی تقریبات، جہادی تربیت، مال غنیمت کی تقسیم، دینی علوم کے علاوہ معاشرتی علوم کی تعلیم اور دیگر روز مرہ معاشرتی تقریبات مساجد میں ہی منعقد کی جاتی تھیں۔ مسلم دنیا کے نامور سائنسدان، مجاہدین اور علمائے باطن مساجد سے ہی تربیت حاصل کرکے تاریخ میں اپنا نام رقم کرگئے۔ لیکن جب گذشتہ ڈیڑھ دو صدیوں سے مذہبی اجارہ داروں کی طرف سے سائنسی تعلیم کے خلاف محاذ کھلا تو مساجد میں چند ظاہری علوم و بے روح عبادات ہی باقی رہ گئیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ گذشتہ چند صدیوں میں ہمیں ایسا کوئی قابل ذکر نام نہیں ملتا جس نے مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں اپنا لوہا منوایا ہو۔ جب کہ اس سے قبل اندلس، مراکش، اسپین، شام اور بغداد وغیرہ کی تاریخ میں ایسے بے شمار مسلمان سائنسدانوں کے نام ملتے ہیں جنھوں نے مساجد نما مدرسوں سے تعلیم حاصل کرکے علم طب، ریاضی، جغرافیہ، طبیعات، کیمیا، فلکیات اور دوسرے بے شمار علوم میں اپنی ریسرچ سے اور ان علوم کی پیش رفت سے انقلاب برپا کردیا۔ جب کہ موجودہ دور میں مذہبی طبقے نے سائنسی تحقیق کو شجر ممنوعہ کے طور پر پیش کیا کبھی ریلوے انجن اور ٹیلی فون کے خلاف فتوے جاری کئے اور کبھی لاؤڈ اسپیکر کو شیطانی آلے کا نام دیا (یہ دوسری بات ہے کہ اب لاؤڈ اسپیکر کا بے تحاشا اور بے جا استعمال اس طبقے کے افراد ہی کرتے ہیں)۔

اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہ حقیقت محسوس ہوجائے گی کہ مسلمان سائنسدانوں کی تحریروں میں قرآن کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔ پھر بدقسمتی سے مسلمانوں کی توجہ کائناتی تفکر سے ہٹا کر محدود کردی گئی اور اس حقیقت پر ایک سازش کے تحت پردہ ڈال دیا گیا کہ قرآن حکیم کی ساڑھے سات سو سے زائد آیات میں سائنسی تحقیق اور ٹیکنالوجی میں پیش رفت کی ہدایات موجود ہیں۔ ہمارے خیال میں جب سے مسلمانوں نے علم کے ساتھ اپنا رشتہ توڑ لیا ہے اس وقت سے مسلمان زبوں حالی کا شکار ہیں۔ علم انسان کی شعوری استعداد بڑھا کر اس کے اخلاق اور معاشرتی رویوں میں مثبت تبدیلی پیدا کرکے اسے حیوانی سطح سے بلند کردیتا ہے۔ تعلیم یافتہ معاشرہ ہی دنیا کے دیگر معاشروں کے لئے قابل تقلید ہوتا ہے۔ بے شعور لوگوں کو ساری دنیا ہی حقارت سے دیکھتی ہے۔ علمی پسماندگی اور سائنس و ٹیکنالوجی سے بے رغبتی کی بناء پر 56 مسلمان ممالک جن کے پاس دنیا کے 70 فیصد پیٹرولیم کے ذخائر ہیں اور آدھے سے زیادہ افرادی قوت اور معدنیات کی طاقت موجود ہے آج ان کی کل قومی پیداوار تقریباً گیارہ سو ارب ڈالر کے قریب ہے جو قومی پیداوار کے حوالے سے دنیا کے پہلے چار ممالک امریکہ (7921 ارب ڈالر) اور جاپان (4089 ارب ڈالر) جرمنی (2122 ارب ڈالر) اور فرانس (4662 ارب ڈالر) کے مقابلے میں کئی گنا کم ہے۔

امت مسلمہ تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ مربع میل سے زیادہ رقبے پر مراکش سے انڈونیشیا تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ خطہ پورے کرہ ارض کے خشکی کے رقبے کا پانچواں حصہ

ملک	برآمدات سالانہ (ارب ڈالر)	قیمتوں میں اضافہ کی شرح فیصد	آبادی میں اضافہ کی شرح فیصد	جمع شدہ سونا ارب ڈالر	اوسط عمر	فی ٹیلیفون لائن اور استعمال کنندگان	فی ٹی وی اور استعمال کنندگان
امریکہ	650	1.8	1.0	57	77	1.3	1.2
جاپان	411	2.1	0.3	219.4	80	1.5	1.6
جرمنی	521	1.8	0.7	77	76	1.8	1.8
فرانس	274	1.1	0.6	29.1	77	1.5	1.7
چین	169	1.1	1.2	136	71	22.4	4.9
انڈیا	35.9	5.5	2.1	18.3	61	77.6	16.6
ملائیشیا	78.2	2.6	2.4	21.1	72	5.5	4.7
مصر	4.8	4.0	2.2	18.7	64	20.8	8.6
پاکستان	8.6	10.3	2.9	1.7	62	56.1	45.2

جاپان، جرمنی، فرانس اور ملائیشیا بعض ایسے قدرتی وسائل سے محروم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو عطا کئے ہوئے ہیں۔ ہمارے ملک کو اللہ تعالیٰ نے چاروں موسم عطا کئے ہیں گذشتہ دنوں ایک بین الاقوامی جریدہ میں دیئے گئے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں 65.49 فیصد آبپاشی سے آراستہ زرعی اراضی دستیاب ہے۔ اس تناسب کے مطابق پاکستان دنیا کے زرعی ممالک میں چوتھے نمبر پر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ لیکن ان تمام خدائی نعمتوں کے باوجود محض ذاتی بے عملی کی وجہ سے ہم کہاں کھڑے ہیں اس کا اندازہ دیئے گئے چارٹ سے بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

ہے۔ آبادی کے لحاظ سے پوری دنیا کا چوتھائی یعنی تقریباً ڈیڑھ ارب مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس خطے کی سیاسی، جغرافیائی اور دفاعی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ چاروں اعظموں یعنی امریکہ کو چھوڑ کر ایشیا، افریقہ، یورپ اور آسٹریلیا کے بری، بحری اور فضائی راستوں کا باہمی رابطہ اس خطے میں سے گزرے بغیر ممکن نہیں۔ ایشیا اور افریقہ کے سمندروں اور بحیرہ روم کی تنگ پٹیاں، جو بین الاقوامی تجارت کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہیں عالم اسلام میں واقع ہیں۔ اس شہ رگ کو دبانے اور بند کرنے سے بین الاقوامی اقتصادی زندگی مفلوج ہوسکتی ہے افسوس ناک امر یہ ہے کہ مسلمانوں نے یہ تنگ پٹیاں از خود امریکہ کے حوالے کردی ہیں۔

ملت اسلامیہ کے اکثر ممالک بظاہر شد و مد سے اپنی آزادی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کی معاشیات مکمل طور پر مغرب کی مٹھی میں ہے۔ مغرب جب چاہے ہمارا گلا گھونٹ دے۔ جب چاہے، اپنی گرفت ڈھیلی چھوڑ دے۔ تمام اسلامی ممالک مجموعی طور پر پوری دنیا کی مجموعی قومی پیداوار کے صرف 4 فیصد کے مالک ہیں۔ ان 4 فیصد میں سے بھی تین فیصد تیل پیدا کرنے والے ملکوں کے حصے میں آتی ہے۔ اقتصادی عدم مساوات کا اتنا بڑا تضاد ہے کہ پاکستان کی آبادی کُل اسلامی ممالک کی آبادی کا 13 فیصد ہے لیکن اس کی سالانہ آمدنی مسلم دنیا کی آمدنی کا صرف 4 فیصد ہے یہ تضاد بہت تکلیف دہ ہے۔ کوئی ایک مسلمان ملک بھی جا طور پر "صنعتی ملک" کہلانے کے لائق نہیں ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان ملک نے اربوں کا سرمایہ مغرب کو ادا کرکے محض فیشن کے طور پر انتہائی جدید اور اعلیٰ ترین

ریفائنری اور کیمیکل کے کارخانے نصب کئے، جبکہ وہ ایک ایسی مشین بھی بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتا جو معمولی سی سوئی بھی بنا سکے۔

خوراک کے معاملے میں بھی عالم اسلام، اس حقیقت کے باوجود کہ اکثر و بیشتر آبادی کا انحصار زراعت پر ہے، خود کفیل نہیں ہے، بلکہ بہت سے ممالک تو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے غیر مسلم ملکوں کے محتاج ہیں۔ غیر ملکی امداد جو شگوفے کھلا رہی ہے، وہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ قومی منصوبہ بندی اس قدر ناقص ہے کہ تمام کے تمام اسلامی ممالک خوراک کے معاملے میں خسارے میں جا رہے ہیں اور اسی لئے ان کا معیار زندگی خاصا پست ہے۔ عالم اسلام میں ذہنی افلاس کے حوالے سے روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک ایسی قوم جس کی مقدس کتاب قرآن پاک کے نزول کا آغاز اقراء سے ہوا، اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ آزادی اور طاقت کی "کلید" علم کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ یہ دور جدید کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ تین چوتھائی اسلامی ممالک ایسے ہیں جو اپنی مجموعی قومی پیداوار کا ایک فیصد بھی تعلیم پر خرچ نہیں کرتے۔ ہمارے حکمران موجودہ دور کی اہمیت جتلاتے ہوئے یہ کہتے نہیں تھکتے کہ یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے، لیکن اس اہم شعبے میں حالت یہ ہے کہ پورا عالم اسلام سائنس پر اپنی قومی پیداوار کا پانچ فیصد سے بھی کم خرچ کرتا ہے۔

شاید مسلم ممالک کی اکثریت اس بات سے بھی بے خبر ہے کہ کسی بھی ترقی یافتہ ملک نے ترقی کی معراج کسی معجزے کے تحت حاصل نہیں کی۔ وہ ممالک جو بیسویں صدی کی ابتداء میں ترقی کی دوڑ میں سب سے پیچھے تھے، اس صدی کے آخر میں سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ دراصل ترقی کی دوڑ میں اگلی صف میں نظر آنے والی اقوام کی ترجیحات میں تعلیم پہلے نمبر پر تھی اور اب بھی ہے، فروغ علم کے ساتھ ہی سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی وابستہ ہے جہاں تعلیم ہو، سائنسی شعور ہو وہاں زراعت بھی ترقی کرتی ہے اور صنعت بھی ...... اور افراد معاشرہ زندگی کی بنیادی سہولتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ بیسویں صدی کے دوران جہاں دنیا بھر میں عموماً تعلیم کو ترجیحاتی بنیاد پر فروغ حاصل ہوا، بیشتر مسلم ممالک میں تعلیم کو کلیدی ترجیحات میں شامل ہی نہیں کیا گیا اور سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے لئے کوئی شعوری کاوش نہیں کی گئی۔

مسلمانوں نے سائنس و ٹیکنالوجی کو کس درجے اہمیت دی اس کا اندازہ ذیل میں دیئے گئے سائنسی مصنفین کے چارٹ سے لگایا جا سکتا ہے۔

سائنسی مصنفین کی تعداد

پوری دنیا	3,52000
تیسری دنیا	19,000
مسلم ممالک	3,300
اسرائیل	6,100

ہم مسلمان جو اسرائیل کی مذمت و ملامت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ مندرجہ بالا اعداد و شمار ہمیں اپنا تجزیہ کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد اسرائیل کے مقابلے میں دو سو گنا زیادہ ہے اور اسرائیل کے سائنسی مصنفین کی تعداد مسلمان سائنسی مصنفین سے دگنی ہے۔

یاد رکھئے! یہ نظریات اور عقائد کی بات نہیں ہے جن سے اختلاف ممکن ہو...... یہ تو اعداد و شمار کی بات ہے جن کی تردید نہیں کی جا سکتی۔

اس وقت کرہ ارض پر مسلمانوں کی تعداد تقریباً ایک ارب ہے۔ ان میں سے ساٹھ کروڑ ان پڑھ اور بالکل ناخواندہ ہیں۔ بیشتر تو قرآن مجید ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔

56 اسلامی ممالک میں سے بیشتر ممالک نے اپنی آزادی اور موجودہ سرحدوں کو نسلی، قومی، لسانی، جغرافیائی یا ثقافتی بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جہاں آزادی کی بنیادیں کلمہ توحید پر استوار کی گئیں۔ یہ خطہ

ملک	آبادی 1998 کروڑ	مجموعی قومی پیداوار 1998 ارب ڈالر	قومی پیداوار کی رینکنگ 1998	تعلیم پر قومی پیداوار کا %خرچ 1996	تحقیق و ترقی میں سائنسدان اور انجینئر فی دس لاکھ آبادی 1985-95	اعلیٰ ٹیکنالوجی درآمدات کا کل صنعتی درآمدات میں حصہ 1997
1-امریکہ	27	7,921.3	1	5.4%	3,732	44%
2-جاپان	12.6	4,089.9	2	3.6%	6,309	38%
3-جرمنی	8.2	2,122.7	3	4.8%	2,843	26%
4-فرانس	5.9	1.4662	4	6.1%	2,584	31%
5-چین	123.9	928.9	7	2.3%	350	21%
6-انڈیا	98	421.3	11	3.4%	149	11%
7-ملائیشیا	2.2	79.8	39	5.2%	87	67%
8-مصر	6.1	79.2	40	4.8%	458	7%
9-پاکستان	13.2	63.2	44	2.5%	54	4%

Source: World Bank

ارضی اس لئے حاصل کیا گیا کہ یہاں اسلام کے معاشرتی، اخلاقی، سیاسی، معاشی اور روحانی نظام کو نافذ کیا جائے گا۔ لیکن اس مملکت خداداد میں بھی علم، سائنس اور ٹیکنالوجی کو وہ فروغ حاصل نہ ہو سکا جس کی یہاں ضرورت تھی۔ پاکستان نے معرض وجود میں آنے کے بعد اپنی افرادی اور مادی قوت کو بہتر اور مضبوط بنانے میں زیادہ وسائل استعمال نہیں کئے۔ موجودہ دور کے تمام ترقی پذیر ممالک جن میں کوریا، ملائشیا، انڈونیشیا اور دوسرے بہت سے ممالک شامل ہیں نے 60ء کی دہائی میں اپنی کل قومی پیداوار کا 15 سے 10 فیصد تعلیم پر خرچ کیا اور مکمل شرح خواندگی حاصل کی پاکستان میں آج بھی شرح خواندگی انتہائی کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ملکی آمدنی کا صرف 2.5 فیصد تعلیم پر خرچ کیا جاتا ہے۔ تعلیم پر کئے گئے اس خرچ کو اونٹ کے منہ میں زیرہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے اور اس میں سے بھی کل رقم جو تقریباً 70 ارب روپے ہے، تقریباً 62 ارب روپے غیر ترقیاتی اخراجات میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ ان غیر ترقیاتی اخراجات میں زیادہ تر اساتذہ کی تنخواہیں اور دیگر اخراجات شامل ہیں۔

اعلیٰ تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں ارباب اختیار نے ہمیشہ سے ہی غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ چند سال قبل آغاخان یونیورسٹی کے ڈین فیکلٹی آف ہیلتھ سائنسدان ڈاکٹر راجر سمتھ اور دیگر ڈاکٹروں کے ایک پینل نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ ایک سروے کے مطابق ہمارے ملک کے صرف تیرہ فیصد ڈاکٹر صحیح نسخہ لکھنا جانتے ہیں جبکہ 87% فیصد ڈاکٹر صحیح نسخہ بھی نہیں لکھ سکتے۔ ڈاکٹر راجر سمتھ نے پاکستان میں ٹی بی کے خوفناک پھیلاؤ کے حوالے سے یہ انکشاف بھی کیا تھا کہ یہاں کے اکثر ڈاکٹر اس مرض کی صحیح تشخیص کرنے سے قاصر ہیں۔

یہ تجزیہ پاکستان کے اخلاقی، تعلیمی اور معاشرتی نظام کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ ہمارے تعلیمی نظام کی کمزوریاں اور نقل کے رجحان کو مدنظر رکھئے تو ڈگریاں لے کر

یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہونے والے نوجوانوں کی قابلیت ہی مشکوک محسوس ہونے لگتی ہے اور یہ نوجوان جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو علمی استعداد نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مسائل جن میں ریسرچ اور ترقی سے عدم دلچسپی کے ساتھ ساتھ کرپشن بھی شامل ہے، کا سبب بن جاتے ہیں۔

مذہبی افراد تو سائنسی تحقیق اور ترقی کو شجر ممنوعہ قرار دے کر اس سے الگ تھلگ ہوگئے اور لوگوں کی اکثریت نے بھی ان کی پیروی کی لیکن معاشرے کے تعلیم یافتہ باشعور اور صاحب اختیار افراد بھی معاشرے کی علمی زوال حالی سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے کیوں کہ ان کی عدم توجہی اور غفلت کی بناء پر پاکستان اعلیٰ ٹیکنالوجی کے فقدان کی وجہ سے زیادہ زرمبادلہ کمانے والے ملکوں میں شامل نہیں ہوسکا اور اس کی پیداواری صلاحیت اور برآمدات کم رہیں اور درآمدات پر انحصار بڑھتا گیا۔ ملک میں کوئی ایسا انتظام نہیں ہے کہ تخلیقی اور تحقیقی اذہان کو ان کی مرضی کا ماحول اور مناسب معاشی سپورٹ دی جاسکے یہی وجہ ہے آج ملک میں ضرورت سے بہت کم ایم ایس اور پی ایچ ڈی حضرات ہیں اور کافی لوگ بیرون ملک جاچکے ہیں۔ ملک میں موجود سائنسی تحقیق و ترقی سے متعلق 160 ادارے موجود ہیں۔ جن کا 95 فیصد بجٹ تحقیق کے برعکس تنخواہوں اور دوسرے اخراجات پر صرف کیا جارہا ہے اور افسوس ناک امر یہ ہے کہ ملک میں تحقیق کے سب سے بڑے ادارے PCSIR میں 280 پی ایچ ڈی کام کرتے تھے جو اب صرف 70 رہ گئے ہیں اور اس ادارے کا 99.7 فیصد بجٹ غیر ترقیاتی اخراجات پر خرچ ہوتا ہے۔ پاکستان کی جامعات میں تحقیق پر عدم توجہی کا اندازہ اس بات سے ہوجائے گا کہ NED انجینئرنگ یونیورسٹی کا تحقیق کے لئے مختص بجٹ صرف 20000 روپے تھا۔ دوسرا المیہ یہ ہے کہ عمومی قابلیت کے افراد کئی اداروں میں تعینات ہیں اور ان کے زیر انتظام ادارے ملک کے قیمتی وسائل ضائع کررہے ہیں۔

یہ لوگ اپنے لئے تو مراعات حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں اور صرف زبانی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ہم سائنسی ترقی کے بغیر دنیا میں کوئی مقام حاصل نہیں کرسکتے۔ لیکن ان ارباب اختیار کو یہ نظر نہیں آتا کہ کسی شعبے میں پی ایچ ڈی کرنے والے فرد کو صرف 1500 روپے ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے، اس قدر کم وظیفے میں وہ ٹرانسپورٹ کا خرچہ بھی پورا نہیں کرسکتا، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس میں اپنی تمام ضروریات بھی پوری کرے اور ساتھ ساتھ ریسرچ کا کام بھی جاری رکھے...... یہ نہایت افسوس ناک امر ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کے تحقیقی شعبوں میں جستجو اور فکری گہرائی رکھنے والے افراد کا فقدان نظر آتا ہے۔ اگر ریسرچ کرنے والے افراد کو اس کی معاشی ضروریات سے بے فکر کردیا جائے تو تحقیقی اذہان ترقی یافتہ ممالک کی جانب کوچ کرنے کے بجائے ملک میں ہی کام کرنے کو خوشی ترجیح دیں گے۔ جبکہ 1500 روپے میں تو محض وہ لوگ ہی اس کام میں آگے آئیں گے جو یا تو اپنی ملازمت میں ترقی کے لئے پی ایچ ڈی کرنا چاہتے ہیں یا ایسے غیر پیداواری ذہن کے افراد جو شاعروں کے مصرعوں اور ان کے مخطوطات پر بے مقصد تحقیق کا کام انجام دیتے ہیں۔ ہماری قوم کو ریسرچ سے دور کرنے والے صرف مذہبی اجارہ دار ہی نہیں ایسے تمام لوگ بھی اس المیے کے ذمہ دار ہیں جو وسائل پر دسترس اور اختیارات رکھنے کے باوجود قوم کے مستقبل سے جان بوجھ کر غفلت برتتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ 50 سال گزرنے کے باوجود ہم آج بھی ایسے مقام پر کھڑے ہیں کہ ہمارے پاس نہ تو سائنس و ٹیکنالوجی میں پیش رفت کے لئے غیر روایتی ادارے ہیں نہ افراد۔ اگر آج بھی اس حوالے سے قدم آگے نہ بڑھایا گیا تو ہماری یہ روایتی کاہلی ہمیں ترقی یافتہ دنیا کی تیز رفتار ٹیکنالوجی کے درمیان کہیں گم کرسکتی ہے اور پھر شاید ہماری کوئی شناخت بھی باقی نہ رہے......

☆......☆......☆

ماضی کی ترقی یافتہ تہذیبیں......! شواہد کیا کہتے ہیں؟

*..... کیا قدیم اقوام بجلی کے استعمال سے واقف تھیں؟

*..... کیا مصری الٹراسونک ٹیکنالوجی اور خراد کا استعمال جانتے تھے؟

*..... قدیم کلدانیوں نے کس اصول کے تحت سال کو 365 دنوں میں تقسیم کیا؟

*..... کیا ماضی میں کبھی ایٹمی جنگ ہوئی ہے؟

دانیال

کیا موجودہ سائنسی ترقی نے قبل گذشتہ تاریخ میں انسان نے کبھی اتنی ہی ترقی یا اس سے زیادہ پیش رفت کی ہے؟ ہوسکتا ہے ہم میں سے بیشتر اس سوال کا جواب نفی میں دیں اور ممکن ہے اس سوال پر ناگواری کا اظہار فرمائیں کہ کیسا بچکانہ سوال کردیا؟؟ اس طرح کے سوالات تو کم سن بچے کرتے ہیں کہ چاند میں بڑھیا چرخہ کیوں کاتتی ہے، اتنی کپاس یا روئی اس کے پاس کہاں سے آتی ہے جبکہ وہاں نشان آب بھی عنقا ہے۔ اسی طرح یہ سوال بھی کہ اتنی بڑی بڑی ایجادات مثلاً سب سے اہم تو بجلی کی دریافت پھر جدید صنعت اور الیکٹرونکس کی ایجاد...... کیا ان جیسی ایجادات کے ہم پلہ سائنسی ترقی پہلے کبھی ہوچکی ہے......؟ اس بات پر براہ راست تبصرہ کرتے ہوئے اکثر زبان رُکتی ہے جبکہ بعض لوگ تو اس خیال کو کلی طور پر رد ہی کردیتے ہیں۔ ہمارے پاس ایسے کئی شواہد اور ثبوت موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محض ہمارا خیال ہے کہ موجودہ ترقی سے پہلے سائنسی ارتقاء نہیں ہوا۔

بجلی کی دریافت 1890ء میں ہوئی۔ عام تاثر یہ ہے کہ اس سے پہلے بجلی اور بجلی سے چلنے والی اشیاء کا وجود نہیں تھا۔ چراغ، مشعلیں اور موم بتیاں ہی روشنی کے ذرائع تھے۔ بلب، ٹیوب لائٹ وغیرہ کا تصور ہی نہیں تھا۔ اس عام تاثر کے برخلاف نصف صدی پیشتر 1938ء میں یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی کہ دو ہزار سال سے قبل بجلی کا استعمال ایک حد تک عام تھا۔ اس دریافت کا سہرا ایک جرمن ماہر آثار قدیمہ ڈاکٹر ولہم کونگ کے سر ہے جو بغداد کے محکمہ آثار قدیمہ میں ملازم تھے۔ وہ ایک دن محض اتفاق سے میوزیم کے اس شعبہ میں جا نکلے جہاں بغداد کے مضافات سے کھدائی میں نکلے ہوئے مٹی کے برتن رکھے تھے۔ ان کی نظر کچھ ایسے پیالہ نما برتنوں پر پڑی جو ایک کونے میں بغیر کسی ترتیب کے ڈھیر کی صورت میں رکھے تھے۔ یہ برتن چھ انچ لمبے اور ہمارے یہاں کے مخروطی پیالوں سے مشابہہ تھے۔ ان کا غور مشاہدہ کیا گیا تو ان کے اندر سے تانبے کی پتری، چند تار، تہہ میں Asphalt کی تہہ اور ایک تانبے کی چھڑی نظر آئی جس پر تیزاب کے اثرات نمایاں تھے جس سے اندازہ ہوا کہ یہ بیٹری کے سیل ہیں۔ مزید تحقیق جاری رہی یہاں تک کہ امریکی سائنسدان Willy Ley نے بالکل اسی انداز کے مٹی کے پیالے بنا کر اس میں اسی ترتیب سے

مصالحہ اور تانبے کی پتریاں لگائیں اور ڈیڑھ دو وولٹ کے درمیان بجلی پیدا کی۔ بغداد ہی کے مضافات میں سے ایک جگہ کھدائی میں ایسے ہی بے شمار پیالے ملے جو نامکمل تھے اور جن سے یہ اندازہ لگانا قطعی مشکل نہ تھا کہ یہ ایک الیکٹرک سیل بنانے والی فیکٹری تھی۔ یہیں سے بہت سے پیالے ایسے بھی ملے جو مکمل سیل تھے اور ایک باریک تار کے ذریعہ آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ گویا اس طرح زیادہ وولٹیج حاصل کی جاتی تھی۔

بہت سے مآخذات سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سے چار ہزار سال قبل بڑے بڑے معابد ایک ایسی روشنی سے منور رکھے جاتے تھے جس میں نہ تیل کی ضرورت پیش آتی تھی اور نہ ہی اس میں دھواں ہوتا تھا۔ سب سے پہلے جس تحریر نے اس کا ثبوت پیش کیا وہ حضرت نوحؑ کی کشتی کی تفصیلات ہیں کہ کشتی میں ایک ایسی تیز مصنوعی روشنی کا انتظام تھا جو چمکدار شیشے سے نکلتی تھی۔ اس روشنی کے چمکدار شیشے کے لئے عبرانی لفظ **Tsohar** کا استعمال کیا گیا ہے۔ مزید تحقیق سے پتہ چلا کہ حضرت نوحؑ نے روشنی کے لئے جو "موتی" لٹکایا تھا اس کا نام بھی **Tsohar** ہی تھا۔ یہ تیز روشنی کا مصدر و منبع تھا اور پوری کشتی اس سے روشن رہتی تھی۔ اس "موتی" کی تمام علامات پر غور کیا جائے تو اسے "الیکٹرک بلب" کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے یہ بلب کسی نہ کسی ذریعے سے روشن ہوتا ہوگا مثلاً بجلی۔ یہ بجلی کس طرح پیدا کی جاتی ہوگی یہ بات صحیح طرح واضح نہیں ہو سکی ہے۔ ممکن ہے سورج کی روشنی (سولر انرجی) سے حاصل کی جاتی ہو یا پھر خود کار سسٹم کے تحت یہ بلب اپنی بجلی خود تیار کر کے روشن ہوتا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس وقت موجودہ دور سے بھی ترقی یافتہ کوئی سائنسی ذریعہ موجود ہو کیونکہ اس دور کی سائنسی ترقی بعض جگہ موجودہ ترقی سے بھی آگے تھی۔ اس موضوع پر تفصیل آگے کلوننگ کے حوالے سے پیش کئے جانے والے مندرجات میں سامنے آئے گی۔

جس طرح سے حضرت نوحؑ کی چاروں طرف سے بند کشتی روشن رکھی گئی، اس کا تذکرہ اور روایات مدتوں سے تاریخ میں محفوظ ہے۔ بالکل اسی طرح پتہ چلتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بھی **1000** قبل مسیح میں بجلی کی روشنی سے فیض اٹھایا ہے۔ یہودیوں کی ایک قدیم عبرانی تحریر جس کا عنوان "ملکہ سبا اور ان کا اکلوتا بیٹا مینلک" تھا، میں بھی اس طرف واضح اشارہ ملتا ہے کہ حضرت سلیمان کا مکان رات میں بھی دن کی طرح روشن رہتا تھا کیونکہ آپؑ نے اپنی ذہانت سے ایسے چمکدار موتی چھت میں لٹکا رکھے تھے کہ رات پر دن کا گمان ہوتا تھا۔ بجلی اور اس سے پیدا کی گئی روشنی کا تذکرہ پرانے مخطوطات اور تحریروں میں کسی نہ کسی طور بہر حال ملتا ہے۔ پرانی عمارتیں جو دن میں رات کی طرح روشن رہتی تھیں ان میں مصری مقبرے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان مقبروں کی گزرگاہیں اور سرنگیں انتہائی تاریکی میں واقع ہیں جہاں سورج کی روشنی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا مگر وہاں دیواروں پر فن مصوری کے اعلیٰ شاہکار موجود ہیں۔ یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ یہ کسی چراغ یا مشعل کی روشنی میں بنائے گئے ہوں گے مگر اس کے برعکس نظر آتا ہے کہ وہاں دھوئیں کا نام و نشان نہیں ہے۔ ان تصاویر کی نفاست بتاتی ہے کہ یہ کام نہایت ارتکاز توجہ اور وقت خرچ کر کے کیا گیا ہے۔ قدیم مصری سائنسی ترقی ہم سے کہیں زیادہ تھی اس کا ثبوت **1400**ء میں ملا۔ جب روم میں پیلاس کا مقبرہ کھولا گیا تو اس میں سے ایک لیمپ برآمد ہوا جس نے اس کمرہ کو پچھلے دو ہزار سال سے روشن رکھا ہوا تھا۔ چونکہ اس کی دریافت کے وقت لوگوں میں بجلی کا شعور نہیں تھا اس لئے اسے کوئی ماورائی واقعہ سمجھا گیا۔ ایک رومن مورخ جو **200**ء میں زندہ تھا وہ بھی ایک ایسے ہی لیمپ کے بارے میں لکھتا ہے "منروا روم کے مندر میں ایک ایسا لیمپ تھا جو ایک سال تک روشن رہ سکتا تھا لیکن نہ اس میں تیل استعمال ہوتا تھا نہ بتی"۔ سینٹ آگسٹن دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک

مصری مندر میں جو آئسس **ISIS** دیوی سے منسوب ہے ایک ایسا لیمپ روشن رہتا ہے جو نہ ہوا سے بجھ سکتا ہے اور نہ پانی سے۔

بجلی کی ترسیل کے لئے اسپارک پلگ کا استعمال عام ہے۔ یہ غیر دھاتی ہوتا ہے جو خصوصی مصالحے سے بنایا جاتا ہے۔ اس کی سطح کو خاص طور پر چکنا کیا جاتا ہے جس کا مقصد ظاہر ہے یہ ہوتا ہے کہ بجلی کے بہاؤ میں کوئی رکاوٹ یا تعطل نہ آئے۔ ریاست کیلی فورنیا کے کوسو پہاڑی سلسلہ میں **13** فروری **1961**ء میں ایک پتھر نما شئے ملا۔ اس کے اندر سطح بے حد چکنی اور ہموار ہے۔ باہر کی سطح کھردری ہے۔ اس پتھر کو بڑی احتیاط سے کاٹا گیا مگر ہیرا کاٹنے کی دس انچ لمبی تیز دھار آری بیکار ہو گئی۔ اس کے تفصیلی تجزیے سے معلوم ہوا کہ یہ اسپارک پلگ ہے لیکن تمام تر ترقی یافتہ ذرائع کی موجودگی کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس کو بنانے میں کون سا مصالحہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ بات ثابت ہے جب اسپارک پلگ موجود ہے تو بجلی کا نظام اور الیکٹرونکس کا وجود بھی ہوگا کیونکہ بجلی کا پچھار دیکھ کر ہر دانا اور بینا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں بجلی بھی موجود ہے۔

بعض لوگوں کو "موتی" کے لئے بجلی کے بلب یا ذریعہ روشنی کے لفظ سے کچھ ابہام ہو کہ یہ لفظی تشریح بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے ایک مثال پیش خدمت ہے۔ مشہور سائنسدان ایڈیسن نے ایک روشنی کا ذریعہ ایجاد کیا جسے "بلب" کا نام دیا گیا۔ فرض کریں تمام مآخذات اور علمی ذخیروں میں سے اس کے لئے "بلب" کا نام حذف کر دیا جائے تو آپ اسے کیا کہیں گے۔ روشنی کا ایک ذریعہ، روشن موتی یا اسی جیسا کوئی نام دیں گے۔ فرض کیجئے خدانخواستہ دنیا میں کوئی ایسی تبدیلی رونما ہو جاتی ہے کہ کمپیوٹر کا وجود ختم ہو جاتا ہے اور موجودہ ترقی یافتہ تہذیب ختم ہو جاتی ہے۔ اب آپ اپنی اگلی نسل (جس نے کمپیوٹر کبھی نہیں دیکھا) کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کمپیوٹر کیا تھا اور کس طرح کام کرتا تھا۔ کمپیوٹر سے بالکل نابلد شخص اس کو کچھ اس طرح سمجھے گا کہ کمپیوٹر ایک ایسی چیز تھی جس میں تصویر بھی آتی تھی۔ اسے چھو کر تصویر کا زاویہ بدلا جا سکتا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک اور چیز بھی ہوتی تھی جس سے تصویر کا عکس نکلتا (یعنی پرنٹر)۔ دنیا کے ایک کونے پر بیٹھا شخص جو بات کہتا وہ اسی لمحہ دوسرے کونے پر بیٹھا شخص سن اور اس کا جواب دے سکتا تھا۔ چنانچہ ایسی نسلیں جو ترقی یافتہ زندگی سے واقف نہ ہوں گی وہ کمپیوٹر کو جادو کی کرشمہ سازی قرار دیں گی کیونکہ جو چیز شعور سمجھنے سے قاصر ہو وہ ماورائیت میں شمار ہونے لگتی ہے۔ ایسا انسانی تاریخ میں کئی بار ہوا ہے کہ نوع انسانی بڑی بڑی ترقیات کے بعد اچانک زوال پذیر ہوئی اور پچھلی تہذیب کی پیش رفت ماورائی رنگ اختیار کر گئی مثلاً اڑن کھٹولے، ایسے ہتھیاروں کا استعمال جن سے زمین تانبے کی طرح سرخ ہو جائے، حفاظت پر مامور آگ اُگلتے ہوئے اژدہے، ایسی ہستیاں جن پر نظر پڑنے سے دیکھنے والا اندھا ہو جائے، جانور نما انسان وغیرہ ان داستانوں میں زبان کی مجبوریوں کے تحت کی تشبیہ ہوتی رہی اور بالآخر یہ ماورائی روپ دھار گئیں۔ ہم ان میں سے چند کی تشریح کرنے کی کوشش کریں گے مگر پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ کیا تہذیبوں کی تباہی کبھی اتنے بڑے پیمانے پر بھی ہوئی ہے؟

یونانی مفکرین جنہیں ورثہ میں شرق اوسط کی روایات ملی ہیں انہیں نہ صرف اس کا یقین تھا کہ ایک عظیم تہذیب طوفان سے تباہ ہو گئی ہے بلکہ وہ اس سے بھی واقف تھے کہ اس تہذیب سے پہلے بھی عظیم تہذیبیں گزر چکی ہیں۔ یونانی فلاسفر فلو **Philo** (**30** قبل مسیح تا **40** عیسوی) کا کہنا ہے کہ عظیم تہذیبیں بار بار آگ اور پانی سے تباہ کی جاتی رہی ہیں اور ہر تباہی اتنی مکمل تھی کہ آنے والی نسلوں کے ذہن میں گزری ہوئی تہذیبوں کی سائنسی ترقی کا ایک ہلکا سا پرتو باقی رہ جاتا جو وقت کے ساتھ ساتھ کہانیوں اور داستانوں کا روپ دھار لیتا۔ اسی طرح افلاطون نے بھی ایک جگہ لکھا ہے کہ مصری پروہتوں سے روایت چلی آرہی ہے کہ نسل انسانی متعدد بار مکمل فنا کے طوفان سے گزری ہے

اور ہر بار انسانیت کو نئے سرے سے بالکل بچوں کی طرح ابتداء کرنا پڑی۔ اٹلانٹس نامی براعظم کے بارے میں بھی یونانی مفکرین نے یہی بات پیش کی کہ یہ براعظم سائنسی ترقی کا شاہکار تھا مگر عظیم طوفانوں اور قدرتی آفات کی بدولت سمندر بُرد ہو گیا۔

اڑن کھٹولے کا تصور ہوائی یا خلائی جہازوں سے مماثل ہے۔ شعور کی محدودیت نے ان خلائی جہازوں کو اڑن کھٹولے کا نام دیا۔ بالکل اسی طرح بولین مخطوطوں میں داستان گلگامش سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے دیوہیکل پرندے کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کئے۔ اس دیوہیکل پرندے کے استعارے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً ممکن ہے یہ کوئی ہوائی جہاز ہو جسے اگلے لوگوں نے پرندے کا نام دیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ واقعی کوئی دیوہیکل پرندہ ہو جو باربرداری کے کاموں میں استعمال ہوتا ہو۔ گلگامش کا دور طوفان نوح کے فوراً بعد کا بتایا جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ کا دور سائنسی ترقی کا شاہکار تھا۔ ایسے کئی شواہد ملے ہیں جن سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس دور میں کلوننگ ٹیکنالوجی کو بھی بڑا فروغ حاصل تھا۔ ایسے چند شواہد آگے بیان کئے جائیں گے جن سے محسوس ہوتا ہے کہ مختلف نوعوں کی قلمکاری سے دوسری انواع تخلیق کی گئیں۔ قدیم یونان اور مصریوں کی تصاویر میں بے شمار ایسی مخلوق کا تصور ملتا ہے۔ مثلاً کسی کا جسم تو انسانوں کی طرح ہے مگر سر گائے، بھیڑیے یا شہباز کی مانند ہے۔ ڈریگن، ایپ (انسان نما جانور)، ایک سینگ والا گھوڑا، سیمرغ، دیوقامت چونچ والے پرندے، انسانی سر اور گھوڑے کا دھڑ، انسانی سر اور شیر کا دھڑ وغیرہ یہ تمام وہ جاندار ہیں جو مختلف لوک کہانیوں اور روایات کا حصہ رہے ہیں۔ ان سب چیزوں کو محض ضعیف الاعتقادی کہہ کر نہیں گزارا جا سکتا۔ ان تمام کا وجود 2000 سے 1500 قبل مسیح تک بتایا جاتا ہے۔ اس سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے ایسی ترقی یافتہ انسانی تہذیب گزری ہو جو جینیاتی سائنس میں بہت آگے ہو اور قلمکاری (کلوننگ) کے اصولوں سے واقف ہو۔

ہندومت کی مقدس کتاب مہابھارت میں کوروؤں اور پانڈوؤں کے درمیان جنگ کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس جنگ میں ایک ہتھیار استعمال ہوا جسے "ترشول" کہا جاتا۔ یہ جب زمین پر گرتا تو زمین جل کر تانبا ہو جاتی۔ اس کے بارے میں تصور کیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے وہ موجودہ میزائیل کی ترقی یافتہ شکل ہو۔

اب ہم مصری تہذیب کی جانب آتے ہیں۔ اہرام مصر دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک ہیں۔ ان کی طرزِ تعمیر نے عصرِ جدید کے انسانوں کو حیران و ششدر کر دیا ہے۔ اہرام مصر میں استعمال ہونے والے پتھر وہاں میلوں دور سے لائے گئے۔ اتنے بڑے بڑے چٹانی پتھر اور وہ بھی اتنی دور کس طرح منتقل کئے گئے یہ بھی ایک سوال ہے۔ کچھ نے مفروضہ پیش کیا کہ فرعونوں نے ہزاروں مزدور لگا کر یہ پتھر اٹھوائے ہوں گے۔ مگر یہ بات عقل میں آسانی سے نہیں آ سکتی کیونکہ پہلی بات تو ہاتھ سے کام کرنے والے مزدوروں کے بارے میں انجینئروں کے ذہن میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ ہزاروں مزدوروں کو ایک ہی چٹان اٹھانے پر جھونک دیا جائے۔ اگر ضروری ہوتا تو ان چٹانوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر لیا جاتا تاکہ ہر پتھر آسانی سے اٹھایا جا سکے۔ ظاہر ہے اتنی بڑی بڑی چٹانیں اٹھانے کا فیصلہ اسی صورت میں کیا گیا جب اس کے وسائل موجود تھے۔ ایک مغربی مفروضہ یہ ہے کہ ان پتھروں کو درختوں کے رولروں پر گھسیٹ کر لایا گیا ہو گا۔ یہ بات بھی آسانی سے تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اس قدر درخت کہاں سے اور کس طرح آئے اور اس کام کے بعد کہاں چلے گئے۔

ماورائی علوم کے ایک ماہر رمپا سے جب یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت سائنسی ترقی اس نہج پر پہنچ چکی تھی کہ وہ کسی شے کی کشش ثقل Gravity ختم کر دیتے تھے۔ یوں ایک مزدور پوری چٹان کو اس طرح اٹھا کر لے جاتا جیسے وہ روئی سے بھرا کوئی تکیہ ہو۔

اب آیئے ان اہراموں کی تنصیب میں استعمال ہونے والی ٹیکنالوجی کی طرف ...... اس سلسلہ میں ایک مغربی ماہر کرسٹوفر پی ڈیون سے رجوع کرتے ہیں۔ انہوں نے طویل عرصہ اہراموں پر تحقیق کی اور ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے اہراموں کے کئی اسرار سے پردہ اٹھایا۔ اس کتاب میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ فرعون زبردست ٹیکنالوجی پر دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے قاہرہ میوزیم سے دو پتھروں کے نمونے لئے اور ان کا گہرا جائزہ لینے کے بعد بتایا کہ ان پتھروں کی تراش خراش میں (لیتھ) خراد کی ٹیکنالوجی استعمال ہوئی ہے۔ ان میں کٹائی کا ایک ہی سائز ہے جو 0.001 پر بھی متفرق نہیں ہوتا۔ ان کی رگڑائی بھی مشینی طریقے سے ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں "اس مطالعہ کے دوران میں نے مشاہدہ کیا کہ یہاں بڑے پیمانے پر لیتھ ٹرننگ ٹیکنالوجی استعمال ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ وہاں ڈرلنگ کا بھی زبردست انتظام تھا۔ وہاں ڈرلنگ کے ذریعے جو سوراخ کئے گئے ان میں چند باتیں زیادہ اہم تھیں۔ بعض سوراخ ڈھلوانی طور پر کئے گئے۔ کچھ سوراخ گہرے اسپائرل (پیچ دار) انداز میں کئے گئے جو سمجھ میں نہیں آتا کس تکنیک سے کئے گئے۔ یہ بات ہمارے لئے کئی مسئلے کھڑے کر سکتی ہے کہ کیا مصری تہذیب ٹیکنالوجی میں ہم سے آگے تھی؟ یہ بات طے ہو جانے کے بعد کہ قدیم مصری مشینوں کے استعمال سے واقف تھے میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ مشین کس چیز کی بناتے تھے؟ کیونکہ میرے مطابق اس کا میٹریل بہت سخت ہونا چاہئے تھا ورنہ ان چٹانوں کو کاٹنا یا ان میں سوراخ کرنا کس طرح ممکن تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ الٹراسونک مشینری سے بھی واقف تھے۔ ان کے الٹرا سونک اوزار کا ارتعاش 19,000 سے 25,000 سائیکل فی سیکنڈ ہو گا کیونکہ اتنے ارتعاش سے ہی ان چٹانوں میں انوکھی شکلوں کے سوراخ کئے جا سکتے ہیں"۔

آیئے ایک اور تہذیب کی جانب دیکھتے ہیں۔ موجودہ دور میں شمسی سال 365 دن اور چھ گھنٹے کا ہوتا ہے۔ کلدانیوں نے شمسی سال کی پیمائش کرتے ہوئے اسے 365 دن، 5 گھنٹے، 49 منٹ اور 30 سیکنڈ کے مساوی قرار دیا تھا۔ اسی اصول پر مصری بھی عمل پیرا تھے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ پیمائش کس طرح کی۔

ہم میں سے بیشتر کا عمومی تاثر یہ ہے کہ سورج رفتہ رفتہ پیچھے کی طرف ہٹتا ہے جبکہ حقیقت اس نظریہ کے خلاف ہے۔ درحقیقت سورج پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ زمین سورج اور چاند کے برقی مقناطیسی اثر کی وجہ سے اپنا محور ست روی سے ہر سال 5.3708 سیکنڈ کی رفتار سے بدلتی ہے یا اس کی سمت میں معمولی فرق آجاتا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے یوں سمجھئے کہ جب اہرام مصر کی تعمیر ہوئی تھی اس زمانے میں قطبی ستارے کی سمت کچھ اور تھی اور آج ہزاروں سال گزرنے کے بعد اس کا مقام و سمت بدل گئی ہے۔ اس تغیر کی وجہ یہ ہے کہ زمین کی محوری گردش ساکت و جامد نہیں بلکہ مسلسل بدلتی رہتی ہے۔ اس حساب سے 71.46 سالوں میں زمین ایک ڈگری پیچھے کی طرف ہٹ جاتی ہے۔ یہ پورے ایک دن کا فرق تصور کیا جاتا ہے۔ جب سورج 30 ڈگری کا سفر 2144 سال میں طے کر لیتا ہے تو اس کو بڑے سال کا ایک چھوٹا سال (یعنی ایک ماہ) کے برابر سمجھا جاتا ہے اس طرح سورج بارہ مرتبہ کا سفر 25729 سال میں طے کر لیتا ہے اس مدت کو ایک بڑا سال کہا جاتا ہے۔ سال کے دنوں کی تقسیم اسی اصول کے تحت کی جاتی ہے۔ نہایت حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ قدیم کلدانی اور مصری اس اصول سے واقف تھے اور انہوں نے اس کی صحت سے ہی سال کا تخمینہ لگایا تھا جیسا کہ آج کل کے ماہرین فلکیات نے لگایا ہے۔ یہ بات ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ اتنے پرانے دور میں جس کے بارے میں ہمارا تصور یہ ہے کہ اس وقت جدید سہولیات نہیں تھیں، اتنے درست اور عالمانہ تخمینے اور تجزیے کس طرح کئے؟؟

خواب اور تعبیر

خواجہ شمس الدین عظیمی

چھ ارب انسانوں میں ایک بھی ایسا انسان نہیں ہے جو خواب نہ دیکھتا ہو ـــــ اور خواب کے تاثرات سے متاثر نہ ہوتا ہو ـــــ

قرآن اور تمام آسمانی کتابوں میں خواب کا تذکرہ موجود ہے

- سات دُبلی گائیں ـــ سات موٹی گائیں کھا رہی ہیں۔
- سات سوکھی بالیں ـــ سات ہری بالیں کھا رہی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتائی ۔ سات سال خشک سالی ہوگی ، سات سال کھیت ہرے بھرے ہوں گے ـــ یعنی خواب میں چودہ سال کے غیب کی نشاندہی کر دی گئی ۔

امیر، غریب ، فقیر ، ابدال ، ولی ، قطب اور سفیر سب خواب دیکھتے ہیں ـــ خواب سے مستقبل کا انکشاف ہوتا ہے ۔ خواب کی تعبیر معلوم کرکے آدمی مسائل و مشکلات اور تکالیف سے نجات حاصل کرسکتا ہے ۔ خواجہ شمس الدین عظیمی نے ایک کتاب "خواب اور تعبیر" لکھی ہے جس میں بیماریوں کے علاج ، پریشانیوں سے نجات اور روشن مستقبل کے بارے میں خواب بیان کئے گئے ہیں اور ان کی تعبیر لکھی گئی ہے ۔

کتاب "خواب اور تعبیر" ہر گھر کی ضرورت ہے ۔ ہر فرد کو GUIDELINE فراہم کرتی ہے ۔

الکتاب پبلیکیشنز 1-K-5 ناظم آباد کراچی فون: ۶۶۲۷۸۵/۶۶۲۴۲۳ یہ کتاب ہر بکسٹال پر دستیاب ہے

جادو اثر کرسکتا ہے لیکن......

زیرِ نظر تحریر میں قرآن و سنت اور اولیاء اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ جادو اثر کرسکتا ہے لیکن ......ہمارے معاشرے میں جادو کے بارے میں پائے جانے والے نوّے فیصد واقعات صرف شک و وسواس اور بے یقینی کی پیداوار ہیں۔

رفعت طلعت

مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں ہر ہفتے سینکڑوں خواتین و حضرات اپنے مسائل کے حل کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ ان میں ہر طبقے کے افراد شامل ہیں۔ گذشتہ دنوں خدمتِ خلق کے اس پروگرام کے توسط سے ہمیں یہ تجزیہ کرنے کا موقع ملا کہ ان میں سے بیشتر افراد کے مسائل کی نوعیت کیا ہے تو بہت دلچسپ حقائق سامنے آئے۔ مثلاً ایک صاحب جو جسم میں درد اور بے خوابی کے مریض تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے رات کو ماورائی مخلوق اور فضا میں ہانڈی کو اڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنا مسئلہ بتایا کہ کچھ عرصے قبل تک ان کا بہت اچھا بزنس چل رہا تھا۔ مگر کسی کاروباری حریف نے رقابت کی بناء پر ان کا کاروبار باندھ دیا ہے اور خود ان پر بھی جادو کروادیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ لاکھوں روپے کے مقروض ہوگئے اور شدید بیمار پڑگئے۔ جادو کے توڑ کے لئے وہ کئی عامل حضرات سے رجوع کرچکے تھے اور ہزاروں روپے دے کر اپنا بچا کچھا سرمایہ تک لٹا چکے تھے پھر بھی اس جادو کا توڑ نہیں ہوسکا۔

اسی طرح ایک ناخواندہ خاتون نے اپنا مسئلہ یہ بتایا کہ شادی کو 10 سال ہوگئے ہیں مگر ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ یقیناً نند یا ساس نے ان پر جادو کروادیا ہے کیونکہ شادی کے بعد وہ اُن سے علیٰحدہ ہوگئی تھیں۔ کئی مولویوں سے علاج کرواچکی تھیں اور تعویذ اور پلیتوں کے معاوضے کے طور پر کئی ہزار روپے نذرانہ بھی دے چکی تھیں جب ان سے میڈیکل ٹیسٹ کی رپورٹس مانگی گئیں تو انہوں نے فوراً اپنے تمام میڈیکل ٹیسٹ کی رپورٹس پیش کردیں۔ تمام رپورٹس کلیئر تھیں۔ پھر ان سے شوہر کی میڈیکل رپورٹس مانگی گئیں تو فرمانے لگیں کہ شوہر نے کسی قسم کا ٹیسٹ کرانے سے انکار کردیا ہے۔ میری ساس کہتی ہیں کہ اولاد نہ ہونے کی ذمہ دار تو عورت ہوتی ہے۔ مرد میں بھلا کیا کمی ہوسکتی ہے؟ یہ جان کر ان صاحبہ کی لاعلمی اور جہالت پر بہت افسوس ہوا جو اولاد نہ ہونے کا سبب شوہر میں موجود کمی کو سمجھ کر اس کا علاج کرانے کے بجائے جادو اور سحر کو اس کا سبب سمجھ رہی تھیں۔

ایک بڑی عمر کی خاتون اپنا مسئلہ بتاتے ہوئے رو پڑیں کہ میری چھ جوان بیٹیاں ہیں ان کے رشتے تو آتے ہیں لیکن کسی جگہ بات طے نہیں ہوپاتی۔ نہ جانے کس نے ہماری بیٹیوں کے رشتے باندھ دیئے ہیں۔ عظیمی صاحب ہم سے جو نذرانہ مانگیں گے ہم دینے کو تیار ہیں۔ مزید تفصیلات جاننے پر پتہ چلا کہ وہ بھی عامل حضرات کے چکر میں کئی فرلاً حضرات کو نذرانے پیش کرچکی ہیں۔ عامل حضرات کا کہنا تھا کہ حاسد رشتے داروں نے عملیات کے ذریعے بیٹیوں کے رشتے باندھ دیئے ہیں۔ اب انہوں نے سب طرف سے ناکام ہوکر عظیمی صاحب سے رجوع کیا ہے۔

کئی لوگوں کے مسائل کے تجزیے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ لوگوں کی اکثریت شک و وسوسوں، توہمات اور

محض جہالت کی بناء پر اپنے مسائل کا سبب جادو، سحر اور ٹونہ کو ہی سمجھتی ہے۔ حالانکہ کاروبار میں گھاٹے کا سبب ناتجربہ کاری اور کاروباری امور سے ناواقفیت بھی ہو سکتا ہے۔ کسی شخص کی بیماری کا سبب حفظانِ صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی بھی ہو سکتی ہے۔ والدین یا بچوں کی لاپرواہی کے سبب بچوں کی تعلیمی کارکردگی متاثر ہو سکتی ہے بعض اوقات ذہین بچوں کو مسلسل کامیابی حاصل کرنے کے سبب دوسروں کی نظر بھی لگ جاتی ہے اور ان کی کارکردگی متاثر ہونے لگتی ہے۔ مگر ہمارے معاشرے میں ہر مسئلے کے پیچھے یہ شک کارفرما ہوتا ہے کہ "کسی نے کچھ کروادیا ہے "کیا آپ جانتے ہیں اس شک کا فائدہ سب سے زیادہ کس طبقے کو پہنچتا ہے؟

جی ہاں آپ درست سمجھے۔

اس شک کا سب سے زیادہ فائدہ جس طبقے کو پہنچتا ہے وہ عامل حضرات ہیں جو نام نہاد پروفیسر کا لیبل لگا کر اپنی دکان سجائے بیٹھے ہوتے ہیں اور جادو کی کاٹ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ چالاک لوگ ہمارے ملک اور خصوصاً شہر کراچی میں جگہ جگہ لاکھوں روپے مالیت کی ائیر کنڈیشنڈ دکانوں میں بیٹھے نظر آتے ہیں یہ حضرات روزانہ ہزاروں کی تعداد میں بسوں اور گاڑیوں میں دستی اشتہار لوگوں میں مفت بانٹتے ہیں۔ مختلف اخبارات میں اپنے اشتہارات شائع کرواتے ہیں یقیناً آپ حضرات نے بھی دکانوں کے باہر بڑے بڑے بورڈ آویزاں دیکھے ہوں گے۔ ان نام نہاد پروفیسر اور عامل حضرات کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ کالے جادو کے ماہر ہیں ان کے پاس ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ ان کی ہر خواہش پوری ہوگی صرف ایک رات کے عمل سے دشمن زیر ہوگا۔ روٹھا محبوب مان جائے گا۔ اولاد کی خواہش پوری ہوگی۔ جادو کی کاٹ ہو جائیگی۔ امتحان میں کامیابی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ ناخواندہ اور کم تعلیم یافتہ افراد کے ساتھ ساتھ بعض اوقات اچھے خاصے تعلیم یافتہ افراد بھی یہ بات نہیں سمجھ پاتے کہ ان کے تمام مسائل کو ایک رات میں حل کرنے والے، مشکلات سے نجات دلانے والے اور دولتمند بنانے والے عامل کامل حضرات خود کیوں ان کے نذرانوں اور فیسوں پر انحصار کرتے ہیں۔ اپنے علم کی بنیاد پر وہ اپنے آپ کو مالی طور پر مستحکم کیوں نہیں بنا لیتے۔ اس کے برعکس سادہ لوح افراد اپنے حالات سے پریشان ہو کر اور ان کی ترغیب سے متاثر ہو کر ان سے رجوع کرتے ہیں محض ان کی کم فہمی اور بے وقوفی کی وجہ سے ان جادوگروں اور عامل حضرات کا کاروبار دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا جارہا ہے۔

یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں "محبوب آپ کے قدموں میں" کے دعوے سے سب سے زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں اور اپنی جمع پونجی ان افراد حضرات کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض اوقات نوجوان لڑکیاں بھی محبوب حاصل کرنے کے چکر میں بڑی بڑی رقموں کے علاوہ اپنی عزت تک داؤ پر لگا دیتی ہیں۔ اس قسم کے واقعات اکثر منظر عام پر بھی آجاتے ہیں اور اخبارات کی زینت بنتے ہیں اور کتنے ہی واقعات پس پردہ ہی رہ جاتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں جادو سحر ٹونہ کا چرچا عام ہے لیکن کیا آپ نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ جادو یا استدراج کی حقیقت کیا ہے؟ اور ہم اس کی علمی حیثیت کس طرح متعین کر سکتے ہیں؟

قرآن مجید کی سورہ شعراء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بیان کیا گیا ہے کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحانی قوت کو جادو خیال کرتا تھا چنانچہ اس نے انہیں دین کی تبلیغ سے روکنے کے لئے ملک کے مشہور جادوگروں اور کاہنوں کو حضرت موسیٰؑ سے مقابلے کے لئے دربار میں بلوایا۔ فرعون کے دربار میں موجود تمام کاہن اور جادوگر رسیاں اور بانس پھینکتے ہیں تو رسیاں سانپ اور بانس اژدہے بن جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے اپنا عصا پھینکتے ہیں تو عصا بڑا اژدہا بن کر

فرعون کے دربار میں موجود جادوگروں کے تمام سانپوں اور اژدہوں کو نگل جاتا ہے۔ قارئین کرام اس واقعہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دراصل علم کی دو طرزیں ہیں ایک طرز مادی یا دنیاوی ہے اور دوسری طرز ماورائی علوم کی ہے۔ مادی علوم میں تمام عقلی علوم مثلاً فزکس، کیمسٹری، بائیولوجی، جیالوجی، میتھمیٹکس، اکنامکس، پولیٹکس، سوشیالوجی غرض یہ کہ آرٹس اور سائنس کے تمام مروجہ فنون و علوم شامل ہیں۔ ماورائی علوم کی بھی دو طرزیں ہیں۔

1- رحمانی علوم
2- شیطنت پر مبنی علوم

ہر فرد کو قدرت نے لاشمار ماورائی صلاحیتیں اور ماورائی قدریں ودیعت کی ہیں۔ فرد اپنی مرضی اور اختیار سے اپنی طرزِ فکر اور شعوری استعداد کے مطابق ان صلاحیتوں کو بیدار کر کے خرقِ عادت کا مظاہرہ کر سکتا ہے اور مختلف اشیاء میں تصرف کر کے خدوخال میں تبدیلی کر سکتا ہے یا دوسرے فرد کے خیالات، ارادے اور اختیار کو اپنے تصرف میں لے سکتا ہے مثلاً ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی وغیرہ وغیرہ۔

شیطانی طرزِ فکر کا مالک اپنے اندر موجود ماورائی صلاحیتوں کو بیدار کرلے تو استدراجی یا شیطانی علوم حاصل کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس پیغمبرانہ یا رحمانی طرزِ فکر کا حامل فرد اپنے اندر موجود روحانی صلاحیتوں کو بیدار کر کے خرقِ عادت کا مظاہرہ کرے تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ علوم شیطانی ہوں یا رحمانی دونوں کے حصول میں کسی عامل فرد کو اپنا استاد یا گرو بنایا جاتا ہے۔ استاد یا گرو اپنے شاگرد یا چیلوں میں اپنی طرزِ فکر اور اپنا علم ورثے کے طور پر منتقل کر دیتا ہے۔ شیطانی یا استدراجی علوم حاصل کرنے والے فرد کو بڑی محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے مشقتوں اور ریاضتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ استدراجی اور شیطانی علم ناقص اور محدود ہے جبکہ رحمانی علوم لامحدود ہیں۔

خرقِ عادت کے حصول میں اگر فرد کے پیش نظر دنیاوی مفاد، ناموری یا شہرت ہے تو یہ عمل جادو یا استدراجی ہے اگر خرقِ عادت کے اظہار کا مقصد محض اللہ کی خوشنودی ہے تو یہ کرامت ہے۔ یہی خرقِ عادت انبیاء سے صادر ہوتی تھی تو اسے معجزہ کہا جاتا تھا۔

شیطانی طرزِ فکر اور استدراجی علوم کے تحت خرقِ عادت کا صادر ہونا قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور فرعون کے واقعہ سے ثابت ہے۔ فرعون کے دربار کے کاہنوں اور ساحروں کے پیش نظر فرعون کی خوشنودی اور مال و زر کی تمنا تھی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منشاء مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور پیغامِ حق لوگوں تک پہنچانا تھا۔

اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شیطانی یا استدراجی علوم صرف غیب بینی تک محدود ہیں جبکہ رحمانی علوم کی منتہا معرفتِ الٰہی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطانی علوم کس طرح حاصل ہوتے ہیں؟

دراصل اعراف کی بری ارواح یا شیطان پرست جنات ایسے افراد کو اپنا شکار کر لیتے ہیں جو ذہنی طور پر یکسو رہتے ہیں۔ یہ شیطانی طاقتیں ان کی روح میں تصرف کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنا لیتی ہیں۔ شیطانی گروہ سے تعلق رکھنے والے ان افراد کی چھٹی حس بیدار ہو جاتی ہے اور وہ بھی محدود طرزوں میں ملائکہ کی حرکات و سکنات کو دیکھ سکتے ہیں لیکن ان کا علم نہایت ناقص اور محدود ہوتا ہے۔ اس کی مثال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ابن صیاد نامی لڑکے کی ہے جو لوگوں کو ملائکہ کی سرگرمیوں کے بارے میں خبریں دیا کرتا تھا اور حضورؐ نے اس کے علم کو ناقص قرار دیا تھا۔

اگرچہ جادو یا علم استدراج کی بھی حیثیت ہے لیکن اس میں شکوک و شبہات کا بڑا دخل ہے۔ استدراج کے زیر اثر تصرف کا اثر عارضی ہوتا ہے اور فضا کے ردّ و بدل سے خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ جادو یا سفلی کے وہم میں مبتلا افراد کے لئے یہ بات دلچسپی کا باعث ہوگی کہ اگر وہ پانی مثلاً دریا پر سے گزر کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر چلے جائیں تو ان پر

سے استدراج یا سفلی کا اثر ختم ہو جائے گا کیونکہ یہ عمل جادو یا استدراج کا موثر توڑ ہے۔

اس کے برعکس پیغمبرانہ یا رحمانی علم کے تحت تصرف یعنی معجزہ اور کرامت کا تصرف مستقل ہوتا ہے۔ صرف صاحب تصرف ہی اثرات کو ختم کر سکتا ہے۔

جادو کیسے وجود میں آیا؟ آیئے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ترجمہ: "اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس نور کی مثال طاق کی مانند ہے جس میں چراغ رکھا ہو اور وہ چراغ شیشے کی قندیل میں ہے"۔

قرآن کی اس آیت میں تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کائنات کی Base اور اصل اللہ تعالیٰ کی روشنیاں یا تجلیات ہیں۔ تجلی نزول کر کے نور بنتی ہے اور نور نزول کر کے روشنی یا مظہر بن جاتا ہے۔ مادّی لحاظ سے دیکھا جائے تو موجودہ سائنسی ریسرچ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مادّے کے چھوٹے سے چھوٹے ذرّے ایٹم کو مزید توڑتے چلے جائیں تو آخر میں محض رنگوں کی جداگانہ شعاعیں باقی رہ جاتی ہیں۔ یہ رنگین شعاعیں جن اصل روشنیوں پر قائم ہیں ان کا منبع اور سورس اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ علمائے باطن یہ وضاحت کرتے ہیں کہ کائنات کے ہر ذرّے میں اللہ تعالیٰ کا نور گشت کر رہا ہے اور کائنات کے ہر ذرّے میں ایک مستقل و متواتر حرکت توازن کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اگر اس حرکت کو ذرات سے گزرتے وقت کوئی منفی اور ناپسندیدہ عمل پیش آئے تو حرکت میں عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس عدم توازن کی بناء پر معین مقداروں میں رد و بدل واقع ہونے لگتا ہے اس ردّ و بدل یا تغیر کے اثر کی وجہ سے تخریبی اثرات مرتب ہو جاتے ہیں اور شیطانی یا استدراجی عمل سرزد ہوتے ہیں۔

میڈیکل سائنس اور علم نفسیات کے ماہرین کے مطابق انسانی سوچ اور طرز فکر کے اثرات ذہنی اور جسمانی صحت پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ پاکیزہ طرز فکر کے حامل افراد پُر سکون، صحتمند اور خوش رہتے ہیں جبکہ منفی سوچ سے ٹینشن مایوسی اور تخریبی خیالات کی بناء پر بہت سی بیماریاں مثلاً ہائی بلڈ پریشر، جلدی بیماریاں، شوگر اور نفسیاتی امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ یعنی فکر اور خیالات کی منفیت اور کثافت کا براہِ راست اثر انسانی جسم اور خون میں مرتب ہوتا ہے۔ منفی خیالات، شیطانی طرز فکر، شک اور وسوسے اگر کسی فرد کی فکر میں شامل ہو جائیں تو اس کو فیڈ ہونے والی توتیں خیر کے برعکس تخریب میں کام کرنے لگتی ہیں۔

اس ساری وضاحت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جادو یا سحر کا ہونا ممکن ہے مگر ہمارے معاشرے میں جادو اور سحر کے بارے میں پائے جانے والے 90 فیصد تصورات غلط اور مفروضہ ہیں محض شک اور وسوسوں کی بناء پر 90 فیصد سے زائد افراد اپنے آپ کو جادو، کالے علم اور سحر کے زیر اثر سمجھنے لگتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے تھکن سے کندھے دُکھنے لگیں۔ پیٹ میں درد ہو جائے۔ شوہر یا بیوی کا مزاج بدلا ہوا نظر آئے تو عموماً اسے بھی جادو پر محمول کیا جاتا ہے اس طرح لوگ محض اپنی کم علمی اور بے شعوری کے سبب جادو کا توڑ کرنے والوں اور عامل حضرات کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔

بعض لوگ حسد اور رقابت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھی جادوگر عامل حضرات سے رجوع کرتے ہیں اور اپنے عزیزوں، رشتہ داروں یا کاروباری حریفوں پر شیطانی عملیات کرواتے ہیں۔ تاہم جادو عموماً اس ماحول میں اور ان افراد پر ہی کارگر ہوتا ہے جس ماحول میں زندہ افراد کا یقین ٹوٹ جائے اور وہ شک اور وسوسوں میں گھر جاتے ہیں۔ شک کے برعکس مثبت طرز فکر رکھنے والے افراد کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین مستحکم ہوتا ہے اور وہ تخریبی اثرات، سفلی اور سحر وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

اسلامی تاریخ میں بھی ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کے علوم کے وارث اولیاء

جادو اور سحر کا ٹیسٹ: اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے کہ آیا کسی مرد یا عورت پر جادو کا اثر ہے یا نہیں یہ عمل کیا جائے۔ سر سے پیر کے انگوٹھے تک نیلے دھاگے کے گیارہ تار ناپ لیں۔ ان گیارہ تاروں کی چار تہیں کر لیں۔ دھاگے کے سرے پر ایک ڈھیلی گرہ لگائیں ایک بار قل اعوذ برب الفلق O پوری سورۃ پڑھ کر گرہ میں پھونک ماریں اور فوراً کس دیں۔ یعنی پھونک کو گرہ میں بند کر دیں۔ اسی طرح گیارہ گرہ لگانے کے بعد دھاگے کو جلتے ہوئے کوئلوں پر ڈال دیں یا گیس کے چولہے کی مدھم آنچ پر جلا دیں یہ عمل عصر مغرب کے درمیان یا ایک مخصوص وقت مقرر کر کے بلاناغہ 3 روز تک جاری رکھیں۔ 3 دن میں سے کسی بھی دن اگر دھاگے کے جلنے سے بدبو یا چراند آئے تو جادو کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

جادو کا توڑ: جادو کے توڑ کے لئے یہی عمل روزانہ وقت مقرر کر کے 21 روز تک جاری رکھیں ...... یا پھر صبح بہت سویرے اٹھ کر فجر کی نماز پڑھیں اور سورۃ قل اعوذ برب الفلق O پڑھتے پڑھتے سمندر، دریا یا ندی پار کر لیں۔ دوران سفر بات کرنا منع ہے ندی یا دریا پار کرنے کے بعد پانی کے کنارے مشرق رُخ منہ کر کے اکڑوں بیٹھ جایئے اور انگشتِ شہادت سے ھلمان۔ حاروت ماروت لکھ کر ہاتھ سے مٹا دیں لکھنے اور مٹانے کا یہ عمل ہر حال میں سورج نکلنے سے پہلے کیا جائے۔ کسی جگہ اگر سمندر یا دریا نہ ہو وہاں آبادی سے باہر کنویں کے پانی میں اپنے چہرہ کا عکس دیکھیں اور کنویں کے قریب زمین پر لکھنے اور مٹانے کا عمل کیا جائے۔

(حضرت عظیمی صاحب کی کتاب "روحانی علاج" سے اقتباس)

اللہ نے کس طرح کافر جادوگروں اور ساحروں کا مقابلہ کیا۔

ہندوستان میں دینِ اسلام کے مبلغ حضرت خواجہ غریب نوازؒ جب اجمیر میں قیام فرما ہوئے تو راجہ پرتھوی راج آپ کا جانی دشمن ہو گیا اور اس نے ہندوستان کے مشہور جوگی جے پال کو اس کے درجنوں شاگرد اور چیلوں کے ہمراہ خواجہ غریب نوازؒ اور ان کے درویشوں کو اجمیر سے نکالنے کے لئے بھیجا۔ جے پال اور اس کے تمام ساحر شیروں پر سوار تھے کچھ اپنے ہاتھوں میں آگ اُگلنے والے سانپ پکڑے ہوئے تھے اور کچھ اپنے ہاتھوں سے آگ کے چکر اور انگارے برسا رہے تھے خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے ساتھیوں کے گرد ایک حصار کھینچ دیا اور ساحروں کو سمجھایا کہ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ لیکن جادوگر برابر شر انگیزی میں مصروف رہے۔ آخر خواجہ غریب نوازؒ نے ایک مٹھی بھر خاک زمین سے اٹھائی اور اللہ کا نام لے کر ساحروں کی طرف پھینکی تو ان کے تمام جادو کے کھیل تماشے ایک دم بھسم ہو گئے۔ شیر اور سانپ ختم ہو گئے آگ کے چکر اور گولے راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ جے پال نے آخری حربہ کے طور پر جادو کے زور سے ہوا میں اڑ کر حضرت خواجہؒ پر فضا سے آگ برسانے کی کوشش کی لیکن اس کا ہوا میں پرواز کرنا ہی تھا کہ حضرت نے اپنی کھڑاؤں اس کے پیچھے اچھال دی۔ کھڑاؤں اوپر جاتے ہی جے پال کے سر پر پڑنے لگی اور اسے نیچے آنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے کھلے دل سے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا اور اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک جوگی حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ آپؒ کے پاس دیر تک زمین پر سر رکھے پڑا رہا۔ شیخ فریدؒ نے فرمایا کہ سر اٹھاؤ اس نے سر اٹھایا اور ہاتھ باندھ کر آپؒ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپؒ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور کیسے آئے ہو؟ اس نے زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر منہ میں زبان ہلتی دکھائی دی آپؒ نے دو تین بار پوچھا تو اس نے نہایت مشکل سے عرض کی حضور میں آپ کے رعب سے بات نہیں کر سکتا۔ حضرت خواجہ فریدؒ نے حاضرین کو بتایا کہ یہ جوگی بڑی بڑی ریاضتیں مجاہدے کرنے کے بعد ہمارے سامنے آیا تھا تاکہ اپنی قوتیں ہم پر آزمائے۔ جب اس نے زمین پر منہ رکھا تو ہمارے دل میں خیال آیا کہ یہ جوگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زمین پر منہ رکھے پڑا رہے اس نے بڑی کوشش کی کہ سر اٹھالے مگر نہ اٹھا سکا۔ آخر میں اس نے دل ہی دل میں توبہ کی ورنہ قیامت تک یہاں ہی پڑا رہتا۔ جوگی نے بتایا کہ جب کوئی جوگی اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو ہوا میں اڑنا شروع کر دیتا ہے۔ میں بھی ہوا میں اڑ سکتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا اڑ کر دکھاؤ ہم بھی

دیکھیں۔ جوگی نے ایک اڑان لگائی تو ہوا میں اڑنے لگا۔ حضرت خواجہ فریدؒ نے اپنی جوتی کو اشارہ کیا وہ فوراً اڑی اور جوگی کے پیچھے جا پہنچی جوگی جدھر جاتا تھا آپؒ کی جوتی اس کے سر پر پڑتی تھی۔ وہ عاجز ہو کر واپس آگیا اور مجلس میں آکر آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔

اولیاء کرام کے ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ جادوگروں کے ہتھکنڈے ان اولیاء اللہ پر اثر نہ کرسکے اور جادوگر ان سے متاثر ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس حقیقت کے باوجود بعض لوگ یہ بھی کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ جادو برحق ہے اور نعوذباللہ حضورؐ پر بھی جادو کیا گیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جادوگروں کے ہتھکنڈے حضور ﷺ کے امتی ان برگزیدہ ہستیوں پر اثر نہ کرسکے بلکہ جادوگر ان سے متاثر ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جادو یا سحر کس طرح اثر انداز ہو سکتا ہے ؟ جادو ایک محدود اور ناقص علم ہے جو کسی محدود شعور میں ہی سما سکتا ہے اور شکوک و شبہات والے شعور پر ہی اثر انداز ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی حیثیت کے بارے میں روحانی مفکرین بتاتے ہیں کہ مخلوق کا محدود شعور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کو براہ راست قبول نہیں کر سکتا تھا اس لئے ایسی ہستی کی ضرورت تھی جو اللہ تعالیٰ کے قریب ترین بھی ہو اور مخلوق کی صفات بھی رکھتی ہو یعنی مخلوق ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا نور تخلیق کیا۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ

اول ما خلق نوری

"اللہ نے سب سے پہلے میرا نور تخلیق کیا"

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو زندگی اور وسائل فراہم کرنے اور وسائل کی تقسیم کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تخلیق کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہستی اللہ تعالیٰ کی تجلیات کو براہ راست قبول کرنے کے بعد اسے نشر کرتی ہے۔ ہمارے گھروں میں بجلی یا الیکٹریکل انرجی پاور اسٹیشن سے ہائی ٹینشن تار اور گرڈ اسٹیشن سے مرحلہ وار گزرنے کے بعد پہنچتی ہے۔ لیکن اگر ہم پاور اسٹیشن سے آنے والی ہزاروں واٹ بجلی سے گھر کا 100 واٹ کا بلب براہ راست جلائیں تو بلب جل جائے گا۔ وسائل کی تقسیم کے لئے بھی ایسا ہی ایک سسٹم بنایا گیا ہے۔ اللہ کی تجلیات کو قبول کرنے والی اور وسائل کو مخلوق میں تقسیم کرنے والی ہستی کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"اور ہم نے آپؐ کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"

لہٰذا یہ کہنا کہ کائنات میں وسیع ترین شعور کے حامل پیغمبر اور اللہ تعالیٰ کی قریب ترین ہستی اور کائنات کی تمام مخلوق کو وسائل تقسیم فرمانے والی ہستی پر محدود اور ناقص شعور میں مقید جادوگر نے نعوذباللہ جادو کر دیا سراسر گستاخی ہے۔

جادو اور سحر کو بعض افراد برحق سمجھتے ہیں ہمارے خیال میں جو علم مفروضہ ہو وہ برحق کیسے ہو سکتا ہے۔ برحق ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ اگرچہ ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ مذہب اسلام میں جادو کرنا یا کرانا دونوں ہی انتہائی ناپسندیدہ عمل ہیں۔ جادو کرنے والا یا کرانے والا دونوں ہی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس کے باوجود ہمارے ہاں کسی بھی طبقے کی جانب سے ان جادوگر فراڈ حضرات کے خلاف کسی قسم کی آواز نہیں اٹھائی جاتی۔ نہ ہی ہمارے قانونی اداروں کی طرف سے ان عامل حضرات کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کی گئی ہے۔ عوام کو بھی چاہیے کہ بحیثیت مسلمان اللہ تعالیٰ کے ذات مطلق ہونے پر پختہ یقین رکھیں۔ خوشی ہو یا غم، تکلیف ہو یا راحت ہر شئے کو منجانب اللہ سمجھتے ہوئے اللہ ہی سے رجوع کریں۔ اس طرح آپ اپنے مال اور اپنے ایمان کو فراڈ عامل حضرات سے محفوظ رکھ سکیں گے۔

اپنی گھریلو زندگی کو نورِ نبوت ﷺ سے فیضیاب صحابیاتؓ کی مقدس زندگیوں کے مطابق ترتیب دے کر دیکھئے..... یقین جانئے آپ اپنے شوہر کی پسندیدہ ترین شخصیت بن جائیں گی۔

عامر غنی

عورت کی زندگی میں عموماً چار کردار زیادہ زیر بحث آتے ہیں پہلا بحیثیت بیٹی، دوسرا بحیثیت بہن، تیسرا بحیثیت بیوی اور چوتھا بحیثیت ماں کا..... ان چاروں حیثیتوں میں عورت کے کردار الگ و منفرد نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اگر آپ بیوی ہیں تو آپ کا کردار نہایت ہی ذمہ داری اور فہم و عقل کا تقاضہ کرتا ہے اور عقلمندی یہ ہے کہ آپ ہر معاملے میں صبر و تحمل، استقامت، فراست، ذہانت، مثبت حکمت عملی، میانہ روی، خوش اخلاقی، خوش لباسی، اچھی گفتگو کی ماہر ہوں اور ساتھ ہی ساتھ آپ کے اندر خوشگوار ازدواجی رویّہ بھی موجود ہو، اس کے علاوہ آپ کے اندر دوسرے کے مزاج کو سمجھنے کی صلاحیت موجود ہو اور بیدار بھی ہو۔ مذکورہ اوصاف کی حامل عورت ہر دلعزیز اور خصوصاً شوہر کے لئے ایک آئیڈیل کا روپ اختیار کر لیتی ہے اور اسے عزت و وقار اور معاشرے میں سربلندی عطا ہو سکتی ہے۔ بحیثیت بیوی آپ کی ذمہ داری کے کئی پہلو نکلتے ہیں۔

1۔ آپ کے تعلقات اپنی ساس، سسر سے کیسے ہیں ؟ اگر خراب ہیں تو اس کی وجہ معلوم ہونی چاہئے اگر اچھے ہیں تو اس کے محرکات بھی معلوم ہونے چاہئیں۔

2۔ آپ کے تعلقات شوہر سے کیسے ہیں ؟ آپ شوہر کے متعلق کیا رائے رکھتی ہیں اچھی یا بری ؟

3۔ کیا شوہر آپ کا آئیڈیل ہے ؟ اگر نہیں تو کس طرح آئیڈیل بنایا جا سکتا ہے ؟

4۔ آپ اپنے گھریلو معاملات میں خود اپنی ذات کو کتنی اولیت دیتی ہیں یا اپنی انا اپنی پسند و ناپسند کو دوسروں پر مسلط کرنے کی کتنی کوشش کرتی ہیں ؟

5۔ آپ کے اندر کتنا صبر، استقامت، میانہ روی، اخلاقی معیار، فراست، حکمت اور سمجھداری ہے۔

6۔ آپ دوسروں سے جو توقع رکھتی ہیں چاہے وہ روپے کے حوالے سے ہو یا ذاتی، اس خواہش کے حوالے سے کیا آپ بھی کسی کی توقع پر پورا اترتی ہیں ؟ اگر نہیں تو کیوں ؟

7۔ آپ کی زندگی میں ناآسودگی ہے یا آسودگی، اس کی وجہ آپ کو معلوم ہونی چاہئے۔

8۔ آپ خود کو کتنا زیادہ بنا سنوار کر رکھتی ہیں ؟ شوہر کی توجہ حاصل کرنے کے لئے کیا حکمت عملی تیار کرتی ہیں اور یہ حکمت عملی کن خطوط پر وضع کی ہوئی ہے۔

9۔ ازدواجی معاملات میں شوہر سے کیسے تعلقات ہیں۔

ان تمام نکات پر سکون سے غیر جانبدار ہو کر غور کیا جائے تو یقیناً آپ کو ذہنی ہم آہنگی میسر آسکتی ہے کیونکہ ہر فرد چاہے وہ مرد ہو یا عورت اپنے آپ کو درست اور

دوسرے کو سزاوار سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے اس طرح خود اس کی غلط طرز عمل و سوچ تبدیل نہیں ہوتی بلکہ گھریلو ناچاقی کا سبب بن جاتی ہے۔ شکوہ شکایت، اعتراضات، منفی خیالات شکوک و شبہات ذہن کا مرکز بن جاتے ہیں اور ایک غلط راہ جس کی بنیاد صرف مبالغہ پر مبنی ہوتی ہے آپ کی شخصیت کو مسخ کر سکتی ہے اور یوں آپ اور آپ کے شوہر کے درمیان اس ذہنی دوری کے بعد جسمانی دوری بھی واقع ہونے لگتی ہے کیونکہ دونوں ہی فطرت کے خلاف کردار ادا کرنے لگتے ہیں۔

میری دانست میں مرد سے زیادہ عورت ذہین، پاکیزہ خیال اور سمجھدار ہوتی ہے کیونکہ قدرت نے اس کو تخلیق کی جو ذمہ داری دی ہے اس کے لئے ان تمام عوامل کا ہونا ایک فطرت کے اصول کی غمازی کرتا ہے۔ پاکیزگی اور حسن کے ملاپ سے جو عورت وجود میں آتی ہے اس کا تصور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کہہ کر فرمایا کہ مجھے دنیا کی دو چیزیں پسند ہیں عورت اور خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ ایک نیک سیرت، بااخلاق اور پاکیزہ خیال عورت شوہر کے لئے عظیم نعمت سے کم نہیں ہے۔

اکثر گھروں میں دیکھا گیا ہے کہ شوہر گھر سے بے زار ہے آفس میں دیر تک بلاوجہ بیٹھا رہتا ہے گھر دیر سے آتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ گھر میں کم سے کم وقت دے بیوی شوہر کے گھر آتے ہی دن بھر کی لڑائی جھگڑے کا ریکارڈ آن کر دیتی ہے۔ وہ دن بھر کا تھکا ہارا ان تمام باتوں کی سکت نہیں رکھتا، وہ سکون چاہتا ہے جب اسے سکون نہیں ملتا تو فرار کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ نہ ماں کے بارے میں کچھ سننا چاہتا ہے اور نہ ہی ماں سے بیوی کے بارے میں کوئی شکایت اسے گوارا ہوتی ہے چنانچہ درمیان میں سینڈوچ بن کر رہ جاتا ہے۔ اسے نجات کا راستہ یہی نظر آتا ہے کہ وہ دیر سے گھر جائے اب ہوتا یہ ہے کہ شوہر کے دیر سے گھر آنے پر بیوی شک کرنے لگتی ہے اور یہ شک شوہر کے لئے مزید عذاب بن جاتا ہے۔ اگر ایسے حالات میں شوہر کے اندر منفی طرز فکر بیدار ہو جائے تو وہ غلط راستہ بھی اختیار کر سکتا ہے ایک بیوی کو بہر صورت یہ سوچنا چاہیے کہ شوہر گھر میں رہتا ہی کتنی دیر ہے۔ بیدار ہوتے ہی معاش پر جانے کی فکر پھر پورے دن کا تھکا ہارا وہ شام کو گھر میں داخل ہوتا ہے۔ گھر آنے کے بعد سے سونے تک غور کیا جائے تو وہ محض چند گھنٹے ہی رہتا ہے۔ ان چند گھنٹوں میں ٹی وی دیکھنا بھی شامل ہو تو اس کا شعوری عمل دخل مزید کم ہو جاتا ہے چنانچہ آپ کو سوچنا چاہیے کہ وہ پوری توجہ کا مستحق ہے۔ اس کو گھر کے دیگر کاموں سے زیادہ اہمیت دیں اور آتے ہی اس کے اعصاب پر سوار ہونے کی کوشش نہ کریں۔

آپ اگر بیوی ہیں تو آپ کو چاہیے کہ شوہر کے گھر آنے سے پہلے نہا دھو کر تیار ہو جائیں اور ایسی خوشبو جو آپ کے شوہر کو پسند ہے لگا کر شوہر کا استقبال اس طرح کریں جیسے وہ مہینوں کے بعد گھر آ رہے ہیں آپ کی اپنے شوہر پر توجہ باہمی محبت میں اضافہ کا باعث بن جائے گی۔

عموماً خواتین شادی سے قبل اپنی ذات کا بہت خیال رکھتی ہیں بننا سنورنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے چہرہ کی مناسبت سے میک اپ بھی کرتی ہیں۔ اپنی ذات کو اس قدر اہمیت دینے والی یہی عورت جب ماں بن جاتی ہے تو اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے بناؤ سنگھار کا اتنا خیال نہیں رکھتی جو کہ شادی سے قبل تھا گھر کے کام میں مصروف رہنے کی وجہ سے وہ اپنی طرف کم توجہ دیتی ہے۔ وہ جاذبیت جو شادی سے قبل تھی صرف اس وجہ سے تھی کہ اپنی ذات پر توجہ دی جا رہی تھی اب ان باتوں کو اہمیت نہیں دی جاتی، بناؤ سنگھار سے عاری عورت مرد کے نزدیک کوئی کشش نہیں رکھتی۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت عثمان غنیؓ کے گھر گئیں تو آپؓ کی زوجہ محترمہ کو ایسی ہی پراگندہ حالی میں دیکھا تو فرمایا کہ کیا حضرت عثمانؓ سفر پر گئے ہوئے ہیں انہوں نے جواب دیا نہیں وہ تو اسی شہر میں ہیں آپؓ نے حیران ہو کر فرمایا "تم نہیں جانتیں کہ بیوی کا شوہر کے لئے بننا سنورنا کتنا ضروری ہے یہ تمہارے شوہر کا حق ہے

جسے ادا کرنا ہے"۔ اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ بیوی کے بننے سنورنے سے شوہر کو ایک ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ وہ اداس، پریشان، جھگڑالو اور حد سے زیادہ سادگی والی بیوی سے جلد بیزار ہو سکتا ہے۔ عورت کی ایک مسکراہٹ شوہر کی دن بھر کی تھکن اور ٹینشن دور کر سکتی ہے۔ فطرت کے اصول کے مطابق تخلیق کا قانون جنس کے جذبے کی بنیاد پر رکھا گیا ہے عورت کی بہ نسبت مرد میں یہ جذبہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے سمجھدار بیویاں شوہر کی اس ضرورت کا بھی خاطر خواہ خیال رکھتی ہیں۔

حضرت ام سلیمؓ حضرت انسؓ کی والدہ ہیں حضرت ام سلیمؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پھیلانے میں پورے خلوص سے حصہ لیا آپؓ ایک مبلغہ اور مجاہدہ ہونے کے ساتھ صبر و تحمل کی پیکر خاتون تھیں ایک مرتبہ حضرت ام سلیمؓ کے شوہر حضرت ابو طلحہؓ کسی سفر پر گئے ہوئے تھے ان کی غیر موجودگی میں ان کے کم عمر صاحبزادے ابو عمیر کی طبیعت بہت خراب ہو گئی حضرت ام سلیمؓ نے بچے کے علاج میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن ایک روز صاحبزادے کا انتقال ہو گیا اس وقت خبر آئی کہ ابو طلحہؓ شہر میں آ گئے ہیں اور گھر آنے والے ہیں حضرت ام سلیمؓ نے بچے کو غسل کے بعد کفنا کر ایک کمرے میں لٹا دیا اور شوہر کا استقبال کرنے کے لئے خود کو حسب معمول تیار کیا۔ ابو طلحہؓ گھر آئے طویل سفر کی وجہ سے بری طرح تھکے ہوئے تھے اس دور میں سفر اونٹ اور گھوڑے پر ہوتا تھا سب جانتے ہیں کہ ان سواریوں پر سفر کتنا تھکا دینے والا ہوتا ہے پورے جسم کے جوڑ اور پٹھے متحرک رہتے ہیں موجودہ دور میں شہری زندگی کا پروردہ کوئی شخص تو چند گھنٹے گھڑ سواری یا اونٹ سواری سے تھک کر چور ہو جائے مگر پرانے زمانے میں سواری کا واحد ذریعہ یہی جانور تھے جن کے ذریعے گھنٹوں بلکہ بعض دفعہ تو پورے دن سفر کیا جاتا تھا۔

غرض جب حضرت ابو طلحہؓ گھر آئے تو حضرت ام سلیمؓ نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے تھکن سے چور شوہر کو اس تکلیف دہ غم میں مبتلا کریں اس لئے حسب معمول شاندار استقبال کیا اور مسکراہٹوں کے پھول نچھاور کیے اس طرح ابو طلحہؓ کی آدھی تھکن دور ہو گئی انہوں نے فوری طور پر کھانا پکایا کھانا کھانے کے بعد ابو طلحہؓ اپنے بچے کو دیکھنے اس کے کمرے میں جانے لگے تو حضرت ام سلیمؓ نے ان کا راستہ روک کر کہا وہ بہت اچھی حالت میں ہے ابھی آپؓ نہیں جگائیں اس کے بعد انہوں نے شوہر سے سفر کا حال پوچھا اور انہوں نے سفر کی روداد سنائی اس طرح فراست و حکمت سے پوری رات محبت و الفت میں گزری حضرت ام سلیمؓ نے گھر کی فضا پر حادثے کا معمولی اثر بھی نہیں ہونے دیا چونکہ ابو طلحہؓ کئی مہینوں بعد سفر سے آئے تھے اس لئے ان کے لئے وہ رات عام رات نہ تھی وہی رات ام سلیمؓ کے لئے بھی عام رات نہ تھی انہوں نے انتہائی صبر و برداشت کا عملی مظاہرہ کیا کہ ساری کائنات دنگ رہ گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی اس دیوانی کو صبر ایوبؑ بھی شاید حیرانی سے دیکھ رہا ہو گا جو صرف شوہر کی خاطر اس کے آرام و تھکن کے خیال سے کتنا بڑا معرکہ سرانجام دے رہی تھی۔

تہجد کے بعد ام سلیمؓ نے اپنے شوہر نامدار سے فرمایا "بعض لوگ کتنے عجیب ہوتے ہیں وہ اپنے پڑوسیوں سے کوئی چیز عاریتاً مانگتے ہیں مگر جب پڑوسی وہ چیز دیدے تو وہ اسے اپنی چیز سمجھ کر بیٹھ جاتے ہیں اب پڑوسی اپنی چیز مانگتے ہیں تو ان پر خفا ہوتے ہیں"۔

حضرت ابو طلحہؓ نے کہا "ہاں یہ تو بری بات ہے کسی سے عاریتاً لی ہوئی چیز تو واپس کرنی ہو گی ایسے لوگوں کا رویہ انصاف کے خلاف ہے"۔

اس پر حضرت ام سلیمؓ بولیں "ہم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا بھی عاریتاً دیا تھا اور اب اس کو واپس بلا لیا ہے وہ اس کا حقیقی مالک ہے ہمیں اس کے انتقال پر افسوس تو نہیں کرنا چاہیے بلکہ صبر کرنا ہم پر لازم ہے"۔

اب ابو طلحہ کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے قدرے خفگی کا

اظہار کیا کہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا۔ آپؓ نے جواب دیا کہ آپ چونکہ لمبے سفر سے آئے تھے اور بہت تھکے ہوئے تھے اس وجہ سے میں نے یہ سب کچھ پوشیدہ رکھا۔ اگلی صبح ابو طلحہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچے کے انتقال اور ام سلیمؓ کے رویہ اور صبر کے بارے میں بتایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اے ابو طلحہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ شب تم پر برکتیں نازل کی ہیں"۔

اس برکت سے ام سلیمؓ دوبارہ امید سے ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یکے بعد دیگرے کئی اولادیں عطا فرمائیں۔

حضور ﷺ کی صحابیہؓ کا کتنا عظیم کردار تھا۔ آج اگر شوہر گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے سامنے دن بھر کے لڑائی جھگڑوں کی قلم ڈبہ کر دی جاتی ہے یا پھر بیوی اپنی فرمائش کی چیزیں نہ لانے پر باتیں سناتی ہیں غور کیجئے یہ سب باتیں ام سلیمؓ کے کردار کے سامنے کس قدر حقیر و معمولی ہیں صبر استقامت، میانہ روی، فراست، حکمت اور دانشمندی حضرت ام سلیمؓ کی نسبت سے آج کل کی خواتین خانہ بھی حاصل کر سکتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ یہ دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا کہ اس کے تعلقاتِ محبت میں کبھی تبدیلی پیدا نہ ہو گی کتنا ہی قریبی تعلق اور کتنی ہی گہری وابستگی کیوں نہ ہو زندگی کے مسائل اور دشواریاں کبھی نہ کبھی اس میں فرق ضرور پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب بھی یہ فرق ہو مرد اور عورت دونوں کا فرض ہے کہ وہ اسے دور کرنے کی کوشش کریں۔ شادی زندگی کا سنجیدہ ترین عمل ہے اس کو اسی سنجیدگی سے قبول کرنا چاہئے مرد اور عورت ازدواجی رشتے میں منسلک ہونے کے بعد علیحدہ علیحدہ منفرد نہیں رہتے بلکہ ان دونوں کی ایک مشترکہ اور مجموعی حیثیت بن جاتی ہے۔

ازدواجی تعلقات شادی شدہ زندگی کا اہم اور پُرمسرت ذریعہ ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ بعض خاندانوں میں اولاد کو اس بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں جاتا۔

خصوصاً لڑکیوں میں یہ لاعلمی شادی کے بعد بڑے منفی نتائج سامنے لاتی ہے اور وہ اس کے لئے خود کو ذہنی طور پر تیار نہیں کر پاتی ہیں۔ ان کے اس رویہ میں ان کے خاندان کی بڑی بوڑھیوں کا کردار زیادہ نظر آتا ہے۔ بعض کیسز تو ایسے بھی سامنے آئے کہ شادی کے وقت کسی بوڑھی خاتون نے دلہن کے کان میں چپکے سے کہہ دیا کہ تمہیں ایک نہایت تکلیف دہ فعل سے گزرنا پڑے گا۔ ان کے ایک جملے نے دلہن کی خانگی زندگی تباہ کر دی۔

شوہر کے بیوی پر جو حقوق ہیں ان میں یہ بھی اہم ہے کہ جب شوہر اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہے تو بیوی ان کو مسترد نہ کر دے بلکہ اس موقع پر بھرپور سرگرمی کا مظاہرہ کرے تاکہ یہ احساس ایک خوشگوار حیثیت اختیار کر جائے۔ اگر عورت اپنے شوہر کی کوتاہیوں سے بددل ہو کر ازدواجی زندگی سے فرار ڈھونڈتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبھی ازدواجی رشتے کی کامیابی حاصل نہ کر سکے گی۔ خوشگوار ازدواجی زندگی کی بہت زیادہ ذمہ داری بیوی پر ہی عائد ہوتی ہے ازدواجی زندگی کا رشتہ عورت و مرد اس عہد کے ساتھ قائم کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں اس وقت تک برابر کے شریک رہیں گے جب تک موت ان کو جدا نہ کر دے ایک دوسرے کے تعاون، اشتراک اور اتفاق کے ساتھ شاہراہِ حیات کی منزل کی طرف گامزن رہیں گے۔ اس طرح ان کو حقیقی معنوں میں ازدواجی زندگی کی کامرانی و شادمانی حاصل ہو سکتی ہے جس کے بعد وہ معاشرے میں ایک خوشگوار تاثر اور ایک اچھی مثال چھوڑنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

ازدواجی تعلقات میں مضبوطی اور استحکام کے لئے جو عورت اس کام کو انجام دے سکے تو اسے بلاشبہ اس کا بہترین انعام ملتا ہے اور یہ انعام وہ باہمی محبت خوشگوار تعلقات اور مضبوط و مستحکم ازدواجی رشتے کی صورت میں حاصل کرتی ہے اور یہی شادی کا اصل مقصد ہے۔

خوشبو اور صحت کا باہمی رشتہ

خوشبو کے ذریعے جوڑوں کے درد، دمہ، بے خوابی، احساسِ کمتری،
پیشاب کی تکالیف اور وزن کنٹرول کرنے کے آسان نسخوں سے استفادہ کیجئے....
کم وقت اور کم خرچ میں ایسا علاج جو آپ خود بھی کر سکتے ہیں۔

ایم ایچ خان

خوشبویات کا کاروبار کرنے والے ایک دوست نے بتایا کہ بعض خوشبوئیں خصوصی تاثیر کی حامل ہوتی ہیں۔ بعض خوشبوئیں طبیعت میں ٹھہراؤ پیدا کرتی ہیں ان کو عموماً مسکن نیند کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ خوشبویات مرد حضرات کے لئے مخصوص ہیں تو کچھ خواتین کے لئے..... بعض کا استعمال آدمی کے مزاج سے منسلک ہے یعنی کسی کا مزاج سرد ہے اسے مخصوص خوشبو ہی دی جائے اگر دوسری دی تو سر میں درد یا نزلہ وزکام ہو جائے گا۔

اسی طرح خوشبو یا مہک کے کئی انمٹ نقوش ہم روزمرہ زندگی میں بھی دیکھتے ہیں۔ مثلاً ہمارے ہاں جب کسی چھوٹے یا بڑے کو خسرہ نکل آئے تو مریض کو دیگر صحت مند لوگوں میں اُٹھنے بیٹھنے سے منع کیا جاتا ہے تاکہ یہ متعدی مرض دوسرے لوگوں میں منتقل نہ ہو۔ ساتھ ہی مریض کے تکیے میں یا اس کے سرہانے نیم کے پتے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ ان پتوں کی مہک متعدی جراثیم کو پھیلنے سے روکتی ہے۔

متلی یا الٹی کی شکایت کرنے والے مریضوں کو فوری طور پر پودینہ کے پتے سونگھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ کسی کے باغیچے کے پودے یا درخت پانی اور کھاد کی صحیح مقدار کے باوجود خراب ہونے لگیں تو بعض لوگ ایسی صورتوں میں لوبان کی دھونی دیتے ہیں اور اس کی بو سے وہاں کی فضا سے زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ لوبان کی دھونی ایسے گھروں میں دینے کی ترغیب دی جاتی ہے جہاں جادو، سحر کا امکان ہو یا منفی طرزِ فکر کی وجہ سے گھر میں بے رونقی و بے برکتی پھیل گئی ہو۔ لوبان کی خوشبو گھر کی کثافت کو ختم کر دیتی ہے۔ انہی خواص کی بناء پر لوبان کا استعمال روحانی علاج میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

ان تمام باتوں اور اس سے متعلق بے شمار روزمرہ واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گویا خوشبو ہمارے مزاج، صحت اور ماحول پر اثر انداز ہوتی ہے۔

صحت پر خوشبو کے اثرات کو دیکھتے ہوئے ایک طریقہ علاج کی بنیاد رکھی گئی جسے اروما تھراپی Aromatherapy کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ علاج میں خوشبویات اور ان کے عرقیات سے جسم پر لیپ، مالش اور بھپارے کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے۔

اروما تھراپی کی اصطلاح اور اس طریقہ علاج کا باضابطہ آغاز بیسویں صدی میں ہوا لیکن پرانے ادوار میں کسی نہ کسی خوشبو سے استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔ بہت قدیم دور میں

مریض کے بستر کے نزدیک خوشبودار پھول مثلاً لیونڈر رکھ دیئے جاتے۔ اس سے مریض کی افسردگی ختم ہو کر فرحت و مسرت ملتی اور بیماری کے خلاف مدافعت میں اضافہ ہوتا۔ پندرہ سو قبل مسیح کی دستاویزات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بعض خوشبوؤں کو بطور دوا استعمال کرتے تھے۔

قدیم مصری فرعونوں پر خوشبودار مسالہ سے ممی سازی کرتے نیز یہ خوشبوئیں ڈپریشن کے علاج میں استعمال کرتے۔ مختلف مذاہب میں خوشبو کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسے ہمیشہ معابد، مندروں اور عبادت گاہوں میں کلیدی حیثیت حاصل رہی۔ قدیم یونانی خوشبودار جڑی بوٹیوں کو خدائی تحفہ تصور کرتے تھے۔ اہل بابل مقبرے اور معابد تعمیر کرتے وقت اینٹوں کے مسالے میں خوشبو شامل کرتے۔ ہندوستان میں صندل کی لکڑی کو نہایت مقدس سمجھا جاتا ہے۔ تاج برطانیہ کے دور عروج میں ایک مرتبہ لندن میں طاعون کی وباء پھوٹ پڑی تو لوگوں نے مالٹے اور لونگ کا خوشبودار پیسٹ بنا کر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا تاکہ طاعون کی بدبو اور انفیکشن سے بچ جائیں۔ اس دوران مشاہدہ کیا گیا کہ جو لوگ پرفیوم فیکٹریوں میں کام کرتے تھے وہ بھی اس وباء سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد ماہرین نے خوشبو سے علاج پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا۔ اروما تھراپی کی اصطلاح 1928ء میں فرانسیسی کیمیادان موریس گوٹفوز نے متعارف کرائی۔ گوٹفوز نے جین والنیٹ کے ہمراہ اس موضوع پر کتاب تحریر کی۔ اس کے بعد ایک اور فرانسیسی بائیو کیمسٹ مارگریٹ موری نے اس مقصد کے لئے عرقیات کشید کئے۔ مارگریٹ کا خیال تھا کہ یہ عرقیات جلد میں جذب ہو کر اندرونی امراض کو بھی ٹھیک کرتے ہیں۔ اس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں ارومانھراپی پر کام ہو رہا ہے۔ اس کے ذریعے جوڑوں کے درد، سینے کے امراض، سردی لگنا، کھانسی، نزلہ و زکام، بے چینی، تھکاوٹ، بدہضمی، دمہ، ٹینشن، جلن، خارش، ایگزیما، پیشاب اور گلے کے مسائل، خشکی، سوجن، پیٹ کے درد، الرجی، سر اور جسم کے درد، دانت کا درد، جگر کے امراض، پتھری، بے خوابی وغیرہ سے آرام دیکھا گیا ہے۔

سائنسی توجیہہ:- جب ہم کوئی دوائی استعمال کرتے ہیں تو وہ جسم میں جا کر حل ہونا شروع ہو جاتی ہے اور اس کے ذرات چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹتے جاتے ہیں تاکہ خون میں شامل ہو سکیں۔ خون میں شامل ہونے کے بعد بھی دوا کا مزید چھوٹے ذرات میں تقسیم ہونے کا عمل جاری رہتا ہے تاکہ دوائی چھوٹی سے چھوٹی شریان، ورید، اور کیپلری تک پہنچ جائے۔ دوا کا زیادہ سے زیادہ جزوِ بدن ہونا دوا کی خصوصیت میں شمار ہوتا ہے چنانچہ بعض دوائیں جو صحیح طور پر جزوِ بدن نہ ہو پائیں غیر ہضم صورت میں جسم سے خارج ہو جاتی ہیں یا جسم میں Side effects کا سبب بنتی ہیں جبکہ نباتات کے عرقیات کے مالیکیولز اتنے لطیف ہوتے ہیں کہ ان کو تقسیم در تقسیم کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی اور یہ جلد کے مسامات یا ناک کے ذریعے Inhale ہو کر نظام خون میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک آسان مثال یہ ہے کہ اگر لہسن کا جوا پاؤں کے تلے میں ملا جائے تو کچھ دیر بعد منہ سے لہسن کی بو آنے لگتی ہے۔ نباتات میں سے کچھ عرقیات تیزابی خواص رکھتے ہیں ان کو عموماً کسی ہلکے تیل کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔

روحانی توجیہہ:- عظیم روحانی سائنسدان جناب قلندر بابا اولیاءؒ اپنی کتاب "لوح و قلم" میں تحریر کرتے ہیں "عالم رنگ میں جتنی اشیاء پائی جاتی ہیں وہ سب رنگین روشنیوں کا مجموعہ ہیں۔ ان ہی رنگوں کے ہجوم سے وہ شے وجود میں آتی ہے جس کو عرف عام میں مادہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ سمجھا جاتا ہے یہ مادہ کوئی ٹھوس چیز نہیں ہے۔ اگر اس کو شکست و ریخت کر کے انتہائی قدروں تک منتشر کر دیا جائے تو محض رنگوں کا جداگانہ شعاعیں باقی رہ جائیں گی۔ اگر بہت سے رنگ لے کر پانی میں تحلیل کر دیئے جائیں تو ایک خاکی مرکب بن جائے گا جس کو ہم مٹی کہتے ہیں۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے "تمہاری دنیا میں مجھے دو چیزیں سب سے زیادہ پسند ہیں۔ ایک عورت اور دوسری خوشبو"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد انتہائی جامع اور تفکر طلب ہے۔ یقیناً خوشبو کے اندر بے شمار جسمانی اور روحانی حقائق پوشیدہ ہوں گے۔ جن کی وجہ سے آپ ﷺ نے یوں فرمایا۔

گھاس، پودوں اور درختوں کی جڑیں پانی کی مدد سے مٹی کے ذرات کی شکست و ریخت کر کے ان ہی رنگوں میں سے اپنی نوع کے رنگ حاصل کر لیتی ہیں۔ وہ تمام رنگ پتی اور پھول میں نمایاں ہو جاتے ہیں۔ تمام مخلوقات اور موجودات کی مظہری زندگی اس ہی کیمیائی عمل پر قائم ہے"۔

اس کائنات میں روشنی اور رنگ کی ہی کارفرمائی ہے۔ جسے ہم مادہ کہتے ہیں اور اسے ٹھوس و جامد گردانتے ہیں اصل میں یہ رنگوں کا مجموعہ ہے۔ کسی بیماری کے دوران جب ہم کوئی دوا لیتے ہیں تو درحقیقت اس کی صحت بخش روشنیاں جسم کا حصہ بن کر بیماری کا خاتمہ کرتی ہیں مثلاً جب ہم سر درد کے لئے کوئی ٹیبلٹ لیتے ہیں تو جسم میں جا کر ٹیبلٹ شکست و ریخت کے عمل سے گزرتی ہے اور جسم اس کے صحت بخش رنگوں سے شفا حاصل کرتا ہے۔ نباتات کے عرقیات، لیپ یا مالیکیول کی صورت میں پہلے ہی اتنے لطیف ہوتے ہیں کہ ان کو شکست و ریخت کی ضرورت نہیں پڑتی یوں جو وقت جسم میں دوا کے مادی ذرات کے ٹوٹنے میں لگتا ہے وہ ارومانھراپی کے ذریعے سے بچ جاتا ہے۔

ارومانھراپی کے ذرائع:- ارومانھراپی کے کئی ذرائع ہیں جن سے مختلف النوع بیماریوں کا علاج ممکن ہے۔ ان ذرائع میں بو کو سانس کے ذریعے اندر لینا یا Inhalation، مختلف نباتاتی عرقیات کی مالش بذریعہ ٹونک یا، غسل اور بذریعہ لیپ (پیسٹ) لگانا شامل ہیں۔ آیئے ان کا علٰحدہ علٰحدہ جائزہ لیتے ہیں۔

مساج:- جسم میں رگڑ سے حرارت پیدا ہوتی ہے مسامات کھلتے ہیں اور دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ بعض امراض میں مساج کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ مثلاً تیز بخار، جلدی امراض، فریکچر، ہائی بلڈ پریشر اور جل جانے کی صورت میں مساج سے احتراز کیا جاتا ہے۔ مساج کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو آرام دہ نشست سے لٹا دیا جائے۔ ہاتھ اچھی طرح دھولیے جائیں اور نباتاتی تیل کو آہستگی سے مخصوص حصہ پر لگایا جائے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ پورے جسم کا مساج کیا جائے۔ مساج عموماً مختلف دردوں کے لئے زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔

ٹونک:- مختلف جڑی بوٹیوں کے کشید یا عرق کو ٹونک کی طرح لینا بھی ارومانھراپی کا ایک حصہ ہے۔ یہ عرقیات جسم میں جا کر قدرتی طریقے سے تکالیف کا خاتمہ کرتے ہیں۔

سانس کے ذریعے Inhalation:- اس طریقہ کو بھپارے لینا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ طریقہ جلد کی صفائی کرنے، پھیپھڑوں اور گلے کی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے نہایت مفید ہے۔ چند قطرے مطلوبہ عرق کے ابلتے ہوئے پانی کے برتن میں ڈال دیں اپنے سر پر تولیہ ڈال لیں، آنکھیں بند کر لیں اور اس کی بھاپ ناک کے ذریعے دو تین منٹ تک لیں۔ ناک کے مسئلہ کے لئے ناک سے سانس لیں اور گلے کی خرابی کو دور کرنے کے لئے منہ کے ذریعے سانس لیں۔

غسل:- غسل کے دوران عرقیات کا استعمال صدیوں سے جاری ہے۔ یہ طبیعت پر بہت خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے۔ کئی قسم کے درد کو ختم کرنے میں خاص کردار ادا

کرتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ باتھ ٹب میں پانی بھر کر چند قطرے نباتاتی تیل یا عرق کے ڈال لئے جائیں اور اس پانی میں پندرہ منٹ تک ٹھہرا جائے۔ اگر پانی ہلکا گرم ہو تو اس کے زیادہ اچھے نتائج سامنے آتے ہیں۔ ہماری بعض بوڑھیاں نیم گرم پانی میں نیم کی پتیاں ڈال کر اس سے نہاتی ہیں یہ بھی بہت صحت افزاء غسل ہے۔

اگربتیاں:۔ بازار میں عام دستیاب ہیں۔ ماحول کو خوشگوار رکھتی ہیں تاہم اپنی ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مطلوبہ خوشبو کی اگربتیاں بنائی بھی جاسکتی ہیں۔ اگر اس میں دشواری ہو تو بازار سے کوئی بھی اگربتی لے کر اس پر حسبِ منشاء عرق کے دو قطرے ڈال کر دھوپ میں خشک کرلے جائیں اور پھر ان کو استعمال کیا جائے۔ اس سے بھی آسان طریقہ یہ ہے کہ نباتاتی تیل کو چراغ میں ڈال کر اسے روشن کیا جائے۔

ائیر فریشنر:۔ حسبِ منشاء بُو کے چند قطرے ایک کپ پانی میں اچھی طرح حل کرکے ایسی بوتل میں رکھ دیں جس کے ڈھکنے پر چھوٹے چھوٹے کئی سوراخ ہوں۔ ان سوراخوں سے یہ خوشبو کمرے کی فضا میں رچ بس جاتی ہے۔ مثلاً ایک پیالہ میں سفیدے کے پتے ٹکڑے کرکے ڈال دیں۔ اس میں اوپر سے سرکہ ڈالیں۔ تین ہفتوں کے بعد سفیدے کے پتے نکال کر پھینک دیں۔ اب اس محلول کو کھلے منہ کے پیالے میں بھر کر کمرے میں رکھیں۔ یہ ایک بہترین قدرتی ائیر فریشنر ہے جو کمرے میں فرحت و تازگی کی فضا قائم کرے گا۔

ٹشو:۔ صحت کو تقویت دینے والی خوشبو کے عرق کے چند قطرے ٹشو پیپر کے ڈبے کی سطح پر ڈال کر اوپر ٹشو پیپرز تہہ در تہہ رکھ دیں۔ اب جب بھی آپ ٹشو پیپر کو استعمال کریں گے ان میں قدرتی اجزاء کی خوشبو موجود ہوگی۔

اب چند بیماریوں کے لئے نباتاتی جڑی بوٹیوں یا اجزاء کا استعمال اور ان کی افادیت پیش ہے۔

جوڑوں کا درد و ورم:۔ جوڑوں کے درد، گٹھیا یا آرتھرائٹس میں دار چینی، یوکلپٹس، جائفل، ساج، صعتر اور چائے کی پتی کا لیپ (Paste)، عرق یا کشید درد کے مقام پر لگانا نہایت مفید ہے۔

دمہ (سانس چلنا):۔ تخم بادیان، صنوبر یا دیودار کی لکڑی کا لیپ اور لونگ کے تیل کا سینے پر مساج کریں۔

پیٹ کا درد یا بدہضمی:۔ زیرہ، تخم بادیان، لونگ، دھنیا (سبز)، ہینگ، سویا، ادرک یا پودینہ کا پیسٹ بنا کر پیٹ پر معدہ کے مقام پر لگائیں۔ یہ علاج پیٹ کے درد میں بھی نہایت کارگر ہے بشرطیکہ اس درد کا تعلق نظامِ ہاضمہ سے ہو۔

سردی، نزلہ و زکام:۔ دار چینی، تخم بادیان، صنوبر اور دیودار کا پیسٹ، یوکلپٹس، ادرک یا صندل کا پیسٹ یا لیموں یا سنگترے اور ہرا دھنیا کا تگمہ پینا ان تمام تکالیف کا حل ہے۔

نیند کی کمی، پریشانی و بے آرامی:۔ نیند کی کمی، ہر قسم کے فوبیا، پریشانی، بے آرامی، دماغی تھکن، ٹینشن، دباؤ کے لئے لوبان کی دھونی سے افاقہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ صندل کی خوشبو سے بھی ان ذہنی تکالیف کے مقابلہ میں لطیف جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

جسم کا درد:۔ لونگ کا تیل سر درد، دانت کے درد کے لئے بہترین دوا ہے۔ اس سے جسم کے درد میں بھی شفا ملتی ہے۔ زیرہ سر کے درد اور ادرک جسم کے درد میں افاقہ کرتی ہے۔

پیشاب میں تکلیف:۔ اس کے لئے لیموں یا سنگترے کا عرق بتایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایسی غذائیں بھی استعمال کی جائیں جن میں وٹامن سی کی مقدار زیادہ پائی جاتی ہے مثلاً موسمی، کینو، میٹھا، نارنگی اور انناس وغیرہ۔

جگر کے امراض:۔ پیٹ پر جگر کے مقام پر روزانہ پندرہ منٹ تک زیرہ کا پیسٹ کریں۔ جگر کے معمولی امراض اکثر ایک بار ہی سے ختم ہو جاتے ہیں۔

انفیکشن اور وائرس کا حملہ:۔ انفیکشن اور وائرس کے حملہ سے محفوظ رہنے کے لئے یوکلپٹس کی خوشبو بہترین دوا ہے۔ یہ ایک بہترین ایئر فریشنر بھی ہے۔ حرارت اور بخار کے علاج میں بھی یوکلپٹس سریع الاثر دیکھا گیا ہے۔

باڈی سلمنگ:۔ وزن کنٹرول کرنے کے لئے سویا کا عرق کا پینا مفید ہے۔ اگر قبض ہو تو کمر پر اس کا مساج کیا جائے۔ اس کے علاوہ بنفشہ کے پتوں کا عرق بھی باڈی سلمنگ میں اچھے اثرات ڈالتا ہے۔

وزن بڑھانا:۔ وزن بڑھانے کے لئے بڑی نسل کے لیموں کا استعمال فائدہ مند ہے۔

آنکھوں کی تکالیف:۔ نظر کی کمزوری خارش، چبھن یا دھندلے پن کے لئے عرقِ گلاب صدیوں سے مستعمل ہے۔ ان تمام تکالیف کا بہترین اور غیر مضر علاج عرقِ گلاب ہی ہے۔

پتّے اور گردے کے مسائل:۔ اس کے لئے عرق انناس لینے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کا عرق پتے اور گردے کے افعال کو درست رکھتا ہے۔

احساس کمتری اور افسردگی:۔ جمبیلی کی خوشبو کو قدرت نے یہ خصوصیت بخشی ہے کہ اس سے خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے، طبیعت میں سرشاری آجاتی ہے اور افسردگی و مُردہ دلی جاتی رہتی ہے۔ صحن میں یاسمین یا جمبیلی سے اٹھنے والی خوشبو سارے ماحول کو معطر بنادیتی ہے۔

جلدی انفیکشن:۔ جلد پر انفیکشن یا خارش میں بنفشہ کے پتوں کا عرق لگائیں یا پندرہ منٹ تک اس کے پانی میں بیٹھیں۔ لیموں یا سنگترے کا رس پینا بھی فائدہ مند رہے گا۔ ایگزیما یا خارش کے داغوں پر لیموں یا سنگترے کے چھلکے کا مساج ان کو ختم کرتا ہے۔

نماز جسمانی صحت، دل، جگر، گردے
گٹھیا اور بلڈ پریشر سے لاحق ہونے والے امراض
معدہ میں السر وغیرہ کا مؤثر علاج ہے۔

روحانی اسکالر
حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی
کی مشہور زمانہ کتاب
روحانی نماز کا عوامی ایڈیشن
﴿ہدیہ صرف =/27 روپے﴾
اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں
مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، 1/7 D-1 ناظم آباد۔ کراچی

انتخاب

کوثر معین رضوان

احتیاجِ دماغ یا وسائل؟

”نوبل انعام یافتہ سائنس دان رمن کا یقین تھا کہ سائنس دماغ سے آتی ہے نہ کہ سازو سامان سے۔ ان کے ایک شاگرد نے ایک بار شکایت کی کہ اس کے پاس ریسرچ کا کام کرنے کے لئے صرف ایک کلوواٹ کا لیمپ ہے، جب کہ بیرونی ملکوں میں اس کے برابر کے ایک طالبِ علم کے پاس 10 کلوواٹ کا لیمپ ہوتا ہے۔ رمن نے اس طالبِ علم کو جواب دیا کہ پریشان مت ہو بلکہ اپنے مسئلہ کی تحقیق میں 10 کلوواٹ کا دماغ رکھ لو۔“

یہ بات نہایت درست ہے۔ اس دنیا میں ہر کام کا تعلق دماغ سے ہے۔ سامان کی کمی کو دماغ سے پورا کیا جاسکتا ہے، مگر دماغ کی کمی کو سامان سے پورا نہیں کیا جاسکتا۔

دو سو سال اور تین سو سال پہلے مغرب میں جو سائنس داں پیدا ہوئے، ان میں سے کسی کے پاس وہ اعلیٰ سامان نہیں تھا جو آج کسی یونیورسٹی میں ایک ریسرچ طالبِ علم کے پاس ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے معمولی اور مختصر سامان کے ساتھ کام کیا۔ مثلاً نیوٹن نے کروسین کے لیمپ کے ذریعہ کام کیا، کیوں کہ اس وقت بجلی کا استعمال ہی شروع نہ ہوا تھا وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہی وہ سائنس داں تھے جنھوں نے مغربی سائنس کی بنیادیں قائم کیں۔

اس اصول کا تعلق ہر انسان سے ہے۔ جب بھی کسی شخص کو محسوس ہو کہ اس کے پاس سرمایہ یا وسائل یا سازو سامان کی کمی ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی دماغی محنت کو بڑھالے۔ اس کی دماغی محنت اس کے لئے ہر دوسری کمی کی تلافی بن جائے گی۔

مجاہد ختم نبوّت

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شہید

(مفتی خالد محمود کے مضمون سے اقتباس)

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو 13 صفر 1421ھ مطابق 18 مئی 2000ء بروز جمعرات صبح دس بجے کے قریب شہید کر دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے جید عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ علم و وقار کا مجسمہ تھے، آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کے وجود سے علم و علماء کا وقار قائم ہوتا ہے، جن کے دم سے خانقاہوں کی عظمت باقی رہتی ہے جن کے انفاس قدسیہ سے ارشاد و تبلیغ کی شمعیں روشن ہوتی ہیں۔ آپ نے پوری زندگی عزت و عظمت کے ساتھ گزاری اور جب حیاتِ فانی کو خیرباد کہنے کا وقت آیا تو بارگاہِ خداوندی میں پہنچنے کے لئے راستہ بھی وہ اختیار کیا جو سب سے زیادہ عزت والا راستہ تھا۔ شہادت سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ ہو سکتا ہے اور اس سے بہتر اور عزت والی موت اور کیا ہو سکتی ہے۔

مولانا لدھیانویؒ شہید کی شخصیت مجموعہ محاسن تھی۔ اگر ایک طرف آپ کا قلم ملاحدہ، زنادقہ اور زائغین کے آرام، امن و سکون کو پھونک ڈالتا تھا تو دوسری طرف آپ کی زبان کی حلاوت اہلِ ایمان اور عاشقانِ رسول ﷺ کے قلوب کے لئے ٹھنڈک اور راحت و سکون کا باعث ہوتی تھی۔ اگر ایک طرف آپ اپنے علمی نکتوں سے تشنگانِ علوم کو سیراب کر دیتے تھے تو دوسری طرف رشد و ہدایت کے طلب گاروں کی رہنمائی بھی فرماتے تھے۔ ایک طرف اللہ کی معرفت و خشیئت اور عشقِ رسول کا دربار آپ کی ذات میں موجزن تھا اور دوسری طرف طبیعت میں اعلیٰ متانت و سنجیدگی کے ساتھ خوش طبعی، مسرت بخش ظرافت اور مزاح کی صفات بھی تھیں۔

اولوالعزمی، بلند ہمتی اور جفاکشی کے ساتھ دوسروں کو راحت و آرام پہنچانے کا جذبہ بھی تھا۔ اپنے اکابر اور اپنے بزرگوں کے لئے بے انتہا تعظیم و توقیر کے ساتھ چھوٹوں پر بے پایاں شفقتیں اور عنایتیں بھی تھیں۔

آپ کی ذات میں استغنا و بے نفسی کے ساتھ مخلوق خدا کے ساتھ خیر خواہی اور نفع رسانی کے اوصاف بھی اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائے تھے۔ رسوخ فی العلم کے ساتھ علم کی اشاعت، علم کی تدریس و تعلیم، معلومات کا وسیع ذخیرہ تیقظ و بیداری، دلکش تحریر، مہارت تصنیف، موثر خطابت اور حکیمانہ دعوت و ارشاد جیسے عالی اوصاف سے بھی اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔

حضرت نے صرف ظاہری علم کے حصول پر اکتفا نہیں کیا بلکہ علم باطنی اور علم روحانی کے حصول کی طرف بھی توجہ دی۔ جس طرح ظاہری علم کا حصول ضروری ہے اسی طرح علم باطنی کا حصول بھی ضروری ہے جسے قرآن کریم میں تزکیہ اور حدیث شریف میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی تزکیہ نفس اور کیفیتِ احسانی پیدا کرنے کو بعد میں تصوف سے تعبیر کیا گیا اور دیگر علوم کی طرح باقاعدہ یہ بھی ایک علم قرار پایا اور اس کی اصطلاحات متعین کی گئیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے بھی اپنے روحانی مدارج اپنے مشائخ کی نگرانی اور رہنمائی میں نہ صرف یہ کہ طے کئے بلکہ ان میں کمال پیدا کیا۔ حضرت نے کن شیوخ سے فیض حاصل کیا اس روحانی سفر کی داستان سناتے ہوئے آپؒ تحریر فرماتے ہیں۔

”حق تعالیٰ شانہٗ کے جو بے پایاں انعامات و احسانات اس بندۂ ناکارہ کے شاملِ حال ہیں، ان میں سے ایک عظیم انعام یہ ہے کہ اپنے مقبول و محبوب بندوں کی محبت قلب میں ودیعت فرمائی اور ان سے ربط و تعلق نصیب فرمایا۔ چار بزرگوں کے ساتھ اس ناکارہ کو بچپن سے عشق کی حد تک عقیدت و محبت تھی۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت امام التبلیغ مولانا محمد یوسف دہلوی، حضرت محدث

الاعصر مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت سلطان القلم مولانا مناظر احسن گیلانی۔

اپنے چار اکابر کے لئے یہ ناکارہ ہر نماز کے بعد التزاماً ایصالِ ثواب کرتا ہے اور ان کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کرتا ہے (1) سیدی و مرشدی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ بانی خیر المدارس ملتان (2) سیدی و مرشدی قطب العالم حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ (3) سیدی و مرشدی حضرت عارف باللہ، ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفیؒ (4) سیدی و مرشدی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ۔"

حضرت اقدس نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمتہ اللہ علیہ سے **1373**ھ میں اصلاح کا تعلق قائم کیا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال **1390**ھ میں ہوا گویا تقریباً **17** سال تک حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ سے اصلاح کا تعلق قائم رہا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنیؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ آپ کے باقاعدہ شیخ طریقت نہ تھے اور نہ ہی باقاعدہ آپ کے استاد تھے لیکن آپ نے ان کو ہمیشہ اپنا شیخ اور اپنا استاد جانا اور ان سے تعلق اور عقیدت کا وہی معاملہ رکھا جو ایک شیخ سے ہوتا ہے۔ حضرت بنوریؒ کو بھی حضرت والا سے بے انتہا محبت تھی اور آپ کی شفقتیں اور عنایتیں بھی حضرت والا پر بے شمار تھیں۔

چوتھے بزرگ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفیؒ تھے جن کو حضرت نے اپنا رہبر طریقت تحریر فرمایا۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ حضرت تھانویؒ کے اکابر خلفاء میں تھے۔

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی کو اپنے شیخ حضرت عارف باللہ سے بھی خصوصی تعلق تھا۔ آپ حضرت کی مجالس میں شرکت کا اہتمام فرماتے اور اپنے شیخ کے فیوض سے اپنے دل کو جلا بخشتے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب بھی حضرت پر بہت شفقت فرماتے اور حضرت کی بڑی قدر اور عزت افزائی فرماتے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب تو حضرت کو اپنا جانشین اور اپنا ترجمان سمجھتے تھے ایک مرتبہ حضرت والا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ "الحمد للہ! ہمیں یہ ایک سخن دان مل گیا۔"

☆☆☆

انا للہ و انا الیہ راجعون○

☆مرکزی مراقبہ ہال شعبہ لائبریریز کی سانگھڑ شہر میں نگران اور شعبہ بائیوگرافی خواجہ شمس الدین عظیمی کی رکن پروین رشید شدید علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔

☆مراقبہ ہال کوئٹہ کے انتظامی رکن اویس احمد میر کے والد مسعود احمد میر جو ڈپٹی الیکشن کمشنر خضدار تھے گذشتہ دنوں رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔

☆مراقبہ ہال فیصل آباد کے انتظامی رکن ملک عبدالرشید اور ملک تاج محمود کی ممانی صاحبہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں۔

☆مراقبہ ہال فیصل آباد کے سینئر رکن محمد لطیف طاہر کی چچازاد بہن عزیزاں بی بی وفات پا گئیں۔

☆عظیمیہ روحانی لائبریری واہ کینٹ کے رکن حکیم عرفات احمد کی خالہ گذشتہ دنوں راولپنڈی میں انتقال کر گئیں۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ مرحومین کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں۔ (آمین)

قارئین کرام سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

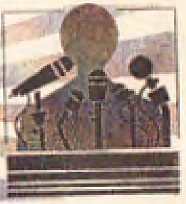

ایوانِ فکر

مختلف معاشرتی موضوعات پر اجتماعی لحاظ سے غور و فکر اور اظہارِ رائے کے لئے اوپن فورم......

عورت آج بھی محروم ہے !؟

افشاں سلطانہ۔ کراچی یونیورسٹی

اس مضمون میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت کو جو حقوق عطا کئے ہیں، موجودہ مسلمان معاشرے کی عورت ان میں سے کئی حقوق سے محروم کیوں ہے ؟ آپ اس سوال پر غور فرمائیں اور اپنی قیمتی آراء اور تجاویز اس طرح ارسال کریں کہ ہمیں جولائی کی 12 تاریخ تک موصول ہو جائے لفافے پر "ایوانِ فکر" تحریر کرنا ہر گز مت بھولیں۔

وہ پیر کا روز تھا۔ میں جب یونیورسٹی پہنچی تو کلاس شروع ہونے والی تھی۔ اپنی بہت عزیز دوست نوشین کے برابر بیٹھ کر میں نے لمبی سانس لی "یار! آج تو بس ڈرائیور کی سست روی نے بہت ہی دیر لگادی۔ اگر میڈم کی کلاس میں دو منٹ کی دیر بھی ہو جائے تو وہ زمین آسمان ایک کر دیتی ہیں۔ وہ تو اللہ نے خیر کی ورنہ......" میں نے کتابیں نکالتے ہوئے کہا۔ ہمارا پہلا پیریڈ فزکس کا ہوتا ہے اور فزکس کی ٹیچر میڈم تسکین تھیں۔ ہمیں ان کے بڑوں پر بعض اوقات بڑی حیرت ہوتی تھی کہ ان کا نام تسکین کیوں رکھ دیا کیونکہ وہ پوری کلاس میں انتہائی سخت ٹیچر کے طور پر مشہور تھیں۔ کم از کم ان کی موجودگی میں کسی کو تسکین نہیں مل سکتی تھی۔

میں جب کتابیں نکال رہی تھی تو اس میں سے ماہ جون کا روحانی ڈائجسٹ نکال کر ڈیسک پر رکھ دیا۔ یہ میں نے پچھلے دن ہی خریدا تھا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ یہ پرچہ بیگ میں ہی موجود تھا ورنہ میں اس کے مطالعہ کو گھر تک ہی محدود رکھتی ہوں کیونکہ میرے والد صاحب کا کہنا ہے پڑھائی کے اوقات میں درسی کتابوں کے علاوہ اور کچھ میرے پاس نہیں ہونا چاہیے۔ نوشین نے فوراً رسالہ اچک لیا اور پڑھنے لگی۔ اسی وقت میڈم تسکین کلاس میں داخل ہوئیں اور اس نے رسالہ اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ اس کے بعد پڑھائی میں ایسی مصروف ہوئی کہ مجھے یاد ہی نہ رہا کہ پرچہ نوشین کے پاس ہے۔

اگلے روز کینٹین میں ہم دونوں کے علاوہ سارہ اور شائستہ بھی ساتھ ہی تھیں۔ وہیں نوشین نے مجھ سے کہا "تمہارے رسالہ کا کچھ حصہ میں نے کل شام کو پڑھا تھا۔ اس میں صحابیات کے بارے میں ایک مضمون تھا۔ کیا تم نے اسے پڑھا ہے"؟

"پورا نہیں......" میں نے کہا "دراصل خریدنے کے بعد اس کی چند سطریں ہی دیکھی تھیں"۔

"اس میں صحابیات کے تبلیغی کارنامے لکھے ہیں اس کو پڑھتے ہوئے کئی سوالات ذہن میں آئے۔ میں نے سوچا کہ تم سے پوچھوں گی"۔ نوشین نے اتنا ہی کہا تھا کہ اگلے پیریڈ کا ٹائم ہونے لگا۔ میں نے ڈائجسٹ اٹھایا اور کہا "اس کے بارے میں کل بات کریں گے۔ پہلے اسے پڑھوں گی"۔ اگلے روز اردو کا پیریڈ خالی تھا کیونکہ پروفیسر صاحب کی اچانک طبیعت خراب ہو گئی تھی اور گھر سے فون آیا تھا کہ وہ آج نہیں آسکیں گے۔ شائستہ نوشین اور میرے علاوہ

تمام طالبات کینٹین یا فیکلٹی کے احاطہ میں موجود گارڈن میں چلی گئیں۔ نوشین نے مجھ سے پوچھا "تم نے وہ مضمون پڑھا؟"

"ہاں!" میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"تو تمہاری کیا رائے ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا

"کیسی رائے؟" میں نے الٹا اسی سے سوال کر ڈالا

"میرا مطلب یہ ہے!" وہ ایک لمحہ ٹھہر کر بولی "ہم لوگ یہ تو پڑھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خواتین کو بہت حقوق دیئے۔ مگر اس کی وضاحت عموماً نہیں کی جاتی"۔

"کیا مطلب! میں اب بھی تمہاری بات نہیں سمجھی"۔ میں نے الجھے ہوئے انداز میں پوچھا وہ بولی "پہلے تم میری پوری بات سنو۔ حضور ﷺ کے عورت پر جن احسانات کی بات کی جاتی ہے ان میں سر فہرست یہ ہے کہ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیا جاتا تھا۔ اس قتل کو غیرت کا نام دیا جاتا تھا۔ نام نہاد غیرت کے نام پر قتل تو ہمارے ہاں بھی ہو رہے ہیں۔ سالانہ دو سو سے زائد نوجوان لڑکیوں کو کارو کاری کر دیا جاتا ہے۔ بتاؤ ہم نے حضور ﷺ کی تعلیمات سے پھر بھلا کیا سیکھا"۔

"تمہاری یہ بات تو واقعی وزن رکھتی ہے"۔ میں نے اس سے کہا۔

"حضور ﷺ نے مرد و عورت دونوں کو بلاتخصیص علم کے حصول کا درس دیا مگر ہمارے ہاں اکثر لڑکوں کو تو اچھے سے اچھے تعلیمی ادارے میں داخل کرا دیا جاتا ہے مگر لڑکیوں کو یہ کہہ کر اعلیٰ تعلیم سے منع کر دیا جاتا ہے کہ تمہیں تو پرائے گھر جانا ہے"۔

"میں تمہاری اس بات سے اختلاف کروں گی"۔ میں نے اس کی بات کاٹی "اب دور بدل گیا ہے۔ والدین تعلیم دلاتے وقت لڑکا اور لڑکی کی تخصیص نہیں کرتے"۔

اس نے میری بات غور سے سنی اور کہا "ہم جب بھی کوئی جائزہ پیش کرتے ہیں تو اس میں صداقت اسی وقت آتی ہے جب ہم اس پر اجتماعی نظر رکھیں۔ تم یہ بات اس لئے کہہ رہی ہو کہ تمہارے گھرانے اور جان پہچان والوں میں شاید یہ تخصیص نہیں پائی جاتی مگر جب ہم اپنے پاکستانی معاشرے پر اجتماعی نظر ڈالیں تو نظر آئے گا کہ اکثر لوگ نہ صرف لڑکا اور لڑکی میں فرق کرتے ہیں بلکہ بعض تو ان کی تعلیم کے ہی خلاف ہیں۔ چھوٹے شہروں، گاؤں اور قصبوں کے ماحول پر نظر ڈالو تمہیں خود ہی میری بات کا یقین آجائے گا"۔ اس نے خاموش ہو کر کچھ دیر جواب طلب نظروں سے مجھے دیکھا پھر بولی "کل ہمارے گھر میں اسی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ میرے ابو نے بتایا کہ مصر میں ایک خاتون مفتی بننے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ ان پر اس بات کا دباؤ ہے کہ عورت مفتی نہیں بن سکتی۔ حضور ﷺ نے حضرت ام ورقہؓ کو مسجد کا امام بنایا جس میں موذن اور مقتدی بھی زیادہ تر مرد تھے، حضرت عائشہؓ کے تدبر و دانش کے واقعات ہماری کتب میں بے شمار ہیں۔ آپؓ سے مرد صحابہ بھی علمی استفادہ کرتے تھے۔ حضرت ام شریک غزیہؓ کی تبلیغ سے مکہ کے بہت سے لوگ مسلمان ہونے لگے تو اہل مکہ نے حضرت غزیہؓ کو شہید کر دینے کی کوشش کی۔ ان تمام مثالوں سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہی کہ حضور ﷺ کی نگاہِ کرم کی بدولت خواتین کو عالمہ، حافظہ، امام اور مبلغہ بننے کا حق حاصل ہے اور انہوں نے اسے استعمال بھی کیا مگر آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد عورت کے اس حق کی مخالفت کی جا رہی ہے اور اسے اسلام کے منافی قرار دیا جا رہا ہے۔ بتاؤ یہ سب کیا ہے؟" جب نوشین خاموش ہوئی تو شائستہ نے کہا "یہ بہت حساس موضوعات ہیں۔ ان پر ہمیں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ یہ سوچنا علماء کرام کا کام ہے۔ ہمارا علم ہی کتنا سا ہے"۔

نوشین نے اس کو غور سے دیکھ کر کہا "میرے ابو کہتے ہیں قرآن کریم پوری نوع انسانی کے لئے نازل ہوا ہے۔ قرآن کریم خود دعویٰ کرتا ہے کہ اسے سمجھنا آسان کر دیا ہے تم میں کوئی ہے جو اسے سمجھے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ

ہم نے اپنی سوچوں پر پہرے اٹھا لئے ہیں۔ جب کسی مسئلہ پر غور نہیں کیا جائے گا تو وہ کیسے حل ہو گا۔ بدبو کے ڈھیر پر کپڑا ڈال دینے سے کیا اس کا تعفن چھپ سکتا ہے؟

علم اور تعلیم و تبلیغ کے بعد ایک شعبہ اور ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کی رشتہ دار خاتون حضرت شفاءؓ بنت عبداللہ کو ایک بازار میں ایک عہدہ پر مامور فرمایا تھا۔ حضرت قیلہؓ نامی صحابیہ بزنس کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجارت کے بارے میں گفتگو بھی کی۔ جب دورِ نبوی میں عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ذریعہ معاش کے لئے کوشش کر سکتی ہے تو آج جو عورتیں اپنی مجبوریوں کے تحت گھر سے نکل کر کوئی ملازمت کرتی ہیں ان کو غلط کیوں کہا جاتا ہے"۔

"ان تمام باتوں کے ذریعے تم کیا کہنا چاہتی ہو؟" اب میرا ذہن پوری طرح الجھ چکا تھا۔

اس نے کہا "میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہی تمام کام جو دورِ نبوی میں عورت نے انجام دیئے۔ آج کی عورت کو ان کے کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی جا رہی؟ اگر وہ کوئی فنی یا پیشہ ورانہ علم حاصل کر کے معاشرے کی خدمت کرنا چاہتی ہے تو اسے غلط کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اگر وہ کوئی ملازمت اختیار کرتی یا بزنس کرتی ہے تو اسے معاشرے میں اچھا مقام کیوں نہیں دیا جاتا اس کو غلط نظروں سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟ ان تمام چیزوں میں اسے مذہبی تحفظات حاصل کیوں نہیں ہیں؟" وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی "میں سمجھتی ہوں کہ حضور ﷺ نے عورت کو بے شمار حقوق دیئے ہیں لیکن ان تمام حقوق کے بارے میں یا تو ہمیں مکمل معلومات نہیں دی جاتیں یا ان حقوق پر کسی بھی سطح پر عمل درآمد نہیں ہو رہا ہے۔ عورت چودہ سو سال پہلے بھی محروم تھی اور بعض اجارہ داروں کی وجہ سے اب بھی محروم ہے۔ مجھے بتاؤ عورت کو کیا ملا؟"

اس کے بعد پیریڈ لگ گیا اور دیگر طالبات اور پروفیسر صاحب کلاس میں آگئے۔ اس گفتگو سے میرا ذہن بہت الجھ رہا تھا۔ چند روز قبل یہ گفتگو ہوئی تھی نوشین کے سوالات میرے ذہن میں پھانس بن کر چبھ رہے ہیں۔ نوشین ایک تعلیم یافتہ گھرانے کی چشم و چراغ ہے۔ اس کے والد بہت قابل شخص ہیں ان کی قابلیت کا اثر نوشین میں بہت گہرا ہے۔ وہ کوئی غیر سنجیدہ یا گمراہی کا جواز تلاش کرنے والی لڑکی نہیں ہے۔ سمجھ لیں یہ ایک تعلیم یافتہ ذہن کے سوالات ہیں۔ روحانی ڈائجسٹ میں "ایوان فکر" مجھے بہت پسند ہے میں روحانی ڈائجسٹ کے قارئین بہن بھائیوں کے سامنے یہ سوالات رکھتی ہوں جن کے جوابات ممکن ہے میرے اور مجھ جیسے بے شمار لوگوں کے ذہنوں کو الجھن سے نکالنے میں مدد دے سکیں۔

حضور ﷺ نے عورت کے استحصال کا سدِباب کیا۔ لیکن اسلام کا دعویٰ کرنے والے معاشرے میں زمانہ جاہلیت میں ہونے والی ان زیادتیوں کی بدلی ہوئی شکلیں کیا عورت پر آج حملہ آور نہیں؟ غیرت کے نام پر قتل آج بھی کیوں ہو رہے ہیں؟ لڑکا اور لڑکی میں تفریق اب تک کیوں موجود ہے؟ لڑکی کی پیدائش پر گھر والوں کے چہرے بجھ کیوں جاتے ہیں؟ آج مسلمان عورت کو تبلیغ اسلام کے وہ حقوق کیوں حاصل نہیں ہیں جو دورِ نبوی کی عورت کو حاصل تھے؟ معاش کے لئے عورت کی جائز کوشش کو آخر کب قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا؟

گذشتہ ماہ ایوانِ فکر میں "سوال یہ ہے کہ؟" کے عنوان سے عبید خان نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ اس پر قارئین کرام کی بڑی تعداد نے اپنے تاثرات ارسال کئے۔ یہاں ہم منتخب تاثرات پیش کر رہے ہیں۔

بنیاد درست کیجئے

(عرشی حبیب)

بہ صد افسوس کہ ہمارے نوجوان بے راہ روی کا شکار ہیں۔ میں اس کا بنیادی سبب گھریلو ماحول اور والدین کی نا سمجھی کو سمجھتی ہوں والدین یہ تو کبھی نہیں چاہیں گے کہ ان کے بچے بے راہ روی کا شکار ہوں بلکہ نادانستگی میں وہ بچوں کو بچپن ہی سے ایسی تعلیمات کا عادی بنا دیتے ہیں کہ بچہ محتاج بن جاتا ہے۔

بچے کو بہلانے کے لئے V.C.R. اور ڈش لے کر دے دیتے ہیں اور اس کے ذریعے اپنے اسٹیٹس (معیار زندگی) کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں بچے غیر ملکی فلمیں اور ہندو معاشرت کو دیکھ کر اپنے آپ کو اس کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ ایسی اوچھی حرکتیں کرنے لگتے ہیں جو آجکل ہمارے معاشرے میں عام نظر آتی ہیں۔ رہ گئے استاد تو وہ بھی معاشرت کی چکی میں پسے ہوئے ہیں کیونکہ بنیادی درسگاہ گھر اور گھریلو ماحول ہوتا ہے پھر اساتذہ آتے ہیں۔ جب بچہ اساتذہ کرام کے پاس جاتا ہے تو اس کی شخصیت کا بنیادی اسٹرکچر تیار ہو چکا ہوتا ہے اور اساتذہ کے پاس بچہ چھ سات گھنٹے رہتا ہے لیکن والدین کا اور بچے کا ساتھ زیادہ عرصے کا ہوتا ہے والدین کی شخصیت کا اثر بچہ براہ راست قبول کرتا ہے۔ غرضیکہ بچوں کی تربیت میں والدین کچھ کوتاہی سے کام لے رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے گلی کوچوں میں آوارہ و اوباش لڑکے سر عام خرمستیاں کرتے نظر آتے ہیں۔ بچوں کی تربیت والدین کو انتہائی سمجھ بوجھ اور مستقل مزاجی کے ساتھ کرنی چاہئے تاکہ ہماری آئندہ نسل کی بنیاد میں مثبت طرز فکر شامل ہو جائے۔

اخلاقی تربیت کی ضرورت

(کنول محمود شیرانی۔ کراچی)

میں نے ایوان فکر میں مضمون "سوال یہ ہے کہ ......؟" پڑھا، اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ ہم کسی ایک کردار کو اس بات کا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے کہ جس کی غلط تربیت کی بنا پر آج کا نوجوان اخلاقی زوال سے دوچار ہے۔ بات یہ نہیں کہ قصور کس کا ہے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ قصور کس کا نہیں؟ اس بے راہ روی کے ذمہ دار وہ تمام لوگ ہیں جو ایک بچے کو چھوٹی عمر سے جوان ہونے تک تربیت دیتے ہیں چاہے وہ والدین ہوں، اساتذہ یا یہ معاشرہ...... میں نے کئی ایسے گھرانے دیکھے ہیں جن کی اولادیں نیک اور والدین کی فرمانبردار ہیں اور کئی ایسے بھی گھرانے ہیں جن میں نوجوان اخلاقی زوال کا شکار ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم تو دلواتے ہیں اچھے سے اچھے اسکول کالجوں میں پڑھاتے ہیں ٹیوشن رکھتے ہیں مگر ان کی اخلاقی تعمیر میں وہ پیچھے رہ جاتے ہیں بس یہاں ہی سے غلط بنیادیں جڑ پکڑ لیتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ پروان چڑھتی رہتی ہیں۔ جہاں غلطی والدین کی ہے وہیں ہمارا تعلیمی نظام بھی اس بات کا ذمہ دار ہے اگر اسکول کالجوں میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت پر بھی زور دیا جائے اور اساتذہ بچوں کو پوری توجہ، محنت اور محبت سے پڑھائیں اور برائیوں سے دور رکھیں تو یہی نوجوان مثبت راہ پر چل کر قومی تعمیر میں زبردست کردار ادا کریں گے۔

رشتوں کا تقدس

(امتیاز احمد۔ ہری پور ہزارہ)

روز مرہ زندگی میں ہم ایسے واقعات دیکھتے ہیں کہ جن سے انسانی عزت و آبرو پامال ہوتی ہے تو ان کا ذمہ دار مختلف لوگوں کو ٹھہراتے ہیں۔ کوئی لڑکوں کو مورد الزام ٹھہراتا ہے اور کوئی لڑکیوں کو۔ کبھی یہ الزام اساتذہ کے سر ڈالا جاتا ہے اور کبھی اس کے ذمہ دار والدین بنتے ہیں۔ ذرا سوچئے ایسے رویے معاشرے میں کیوں پروان چڑھ رہے ہیں۔ کس بناء پر رشتوں کا تقدس سر بازار پامال کیا جا رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہماری سوچ کا محور صرف ہماری ذات ہی ہوتی ہے۔ ہمیں صرف پالنے اور جنم دینے والے ہی محترم نظر آتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ماں اور بہن کا تقدس کیا ہے اور ہمارے باہمی رشتوں کا تقدس کیا ہے حالانکہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ "تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔ ہر ایک کی عزت و آبرو اور جان و مال دوسرے پر حرام ہے۔ ایک اور جگہ پر ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ "مسلمان کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو تمام جسم تکلیف کو محسوس کرتا ہے"۔ لیکن آج کے معاشرے میں لوگ محض انفرادی سوچ کے تحت اس قدر پست ذہن ہو گئے ہیں کہ وہ کھلی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ کر بھی ظلم کو ظلم اور برائی کو برائی نہیں کہتے۔ وہ نظریں چراتے ہیں اور تماشائی بنے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی طرز فکر منفی رویوں پر مبنی ہے۔ انہیں عورت کے اس تقدس کا علم نہیں جو اسلام نے انہیں بتایا ہے۔ اسلام ان کو صرف باتوں کی حد تک معلوم ہے۔ انہیں گھر کے ماحول میں والدین نے جو باتیں کہیں ان پر عمل کر کے نہیں دکھایا۔ بچہ جس طرح کی طرز فکر حاصل کرتا ہے اسے ہی اپناتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے میں ہم کسی کو قصوروار ٹھہرانے کے بجائے خود اپنی اصلاح کریں۔ ہمارا شعور اگر چاہتا ہے کہ ہم ان برائیوں اور ایسے دل سوز واقعات کا خاتمہ کریں تو ہمیں انفرادی سوچ سے باہر نکلنا ہوگا۔ ہمیں اجتماعی اور مثبت سوچ اپنانی ہوگی۔ ہمیں وہی کچھ دوسروں کے لیے چاہنا ہوگا جس کے ہم خود طلبگار ہیں۔ ہمیں اپنے ماحول میں ایسی طرز فکر کو پائیدار کرنا ہوگا جس کو اپنا کر ہم رشتوں کا تقدس جان سکیں۔

نوجوان بھی ذمہ دار ہیں

(سیدہ شمائلہ ربانی۔ [illegible])

معاشرے کے اکثر نوجوان اخلاقی زوال کا شکار ہیں۔ اس کے ذمہ دار سب سے پہلے والدین پھر اساتذہ اور آخر میں نوجوان خود ہیں۔ اکثر والدین بچوں کی بنیادی ضروریات

کپڑا، روٹی اور تعلیم کا پورا کرنا ہی صرف اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ بچوں کی نفسیاتی ضروریات، پیار، تحفظ اس کی شخصیت کو اہمیت دینا بہت اہم چیزیں ہیں مگر ان پر اکثر والدین توجہ نہیں دیتے۔ اکثر گھروں میں بچے کو شروع ہی سے یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ وہ نالائق ہے۔ کم عقل ہے اسے طرح طرح سے ذلیل کیا جاتا ہے۔ اس کی شخصیت کو اپنے خاندان کی ایسی شخصیت سے ملانے کی کوشش کی جاتی ہے جسے خاندان والے پسند نہیں کرتے۔ اس طرح بچے لاشعوری طور پر خود کو کم عقل اور نالائق خیال کرنے لگتے ہیں اور پھر ان سے خود بخود اس قسم کے کردار سرزد ہونے لگتے ہیں جن کا والدین ان پر زبردستی ٹھپہ لگاتے ہیں۔ بچوں کو جائز حد تک ان کی پسند اور مرضی کا کام کرنے کی اجازت نہ دینا بھی ایک اہم وجہ ہے۔ ہمارے معاشرہ میں والدین خاص طور پر مائیں بچوں پر پوری طرح مسلط ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بچہ اپنی مرضی کے کپڑے تک پہن نہیں سکتا۔ تعلیم میں اپنی مرضی کے مضامین کا انتخاب نہیں کر سکتا۔ بچے کو دھمکایا جاتا ہے کہ جی یہ مضمون نہ لو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح بچہ ابتدائے جوانی میں کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کی قوت فیصلہ اور خود پہ اعتماد کمزور پڑنے لگتا ہے۔ والدین کے آپس میں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، والدین آپس میں مل جل کر رہ نہیں سکتے۔ اپنا غصہ بچوں پہ اتارتے ہیں ان حالات میں بچے یا تو خوف زدہ شخصیت کے مالک بن جاتے ہیں یا جھگڑالو اور خودسر ہو جاتے ہیں۔ ان کی مثبت سوچ اور صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ بے یقینی کی کیفیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نوجوان توجہ چاہتے ہیں جو انہیں نہیں ملتی نوجوان خودکشی کیوں کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ انہیں سہولتیں نہیں ملتیں یا وہ بے روزگار ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ ان کے دکھ درد بانٹنے والے والدین اس قدر مصروف ہو چکے ہیں کہ وہ اپنا کوئی غم ان سے شیئر نہیں کر سکتے۔ جب گھروں میں پیار نہ ملے تو بچے باہر کی طرف دیکھتے ہیں۔ یہ لڑکے لڑکیوں کے اسکینڈل کیوں بنتے ہیں؟ اسی لئے کہ ماں باپ بے جا سختی کر کے انہیں اپنے آپ سے دور کر دیتے ہیں۔ پھر انہیں ماں باپ کی عزت کا کوئی خیال نہیں رہتا۔ وہ گھر سے باہر دوستوں یا پھر جنس مخالف کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کرنے سے گریز بھی نہیں کرتے۔ اساتذہ بچوں کی اچھے کام میں حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی زیادہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے بچے باغی ہو جاتے ہیں اس طرح بچے زندگی میں پہلی بار صرف اسکول سے ہی نہیں بلکہ معاشرے کے اصولوں اور روایات سے بھی باغی ہو جاتے ہیں۔ آخری بات نوجوانوں کے بارے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ بے شک ماحول، والدین اور اساتذہ سب ان کی شخصیت کو بناتے ہیں یہ بات اس عمر تک تو ٹھیک ہے جب وہ ابھی پوری طرح باشعور نہیں ہوتے مگر اب وہ ایک باہوش اور سمجھدار نوجوان ہیں اب وہ اپنے اچھے برے کے خود ذمہ دار ہیں، اس طرح اپنے آپ کو درست اور خراب کرنے کی سب سے زیادہ ذمہ داری ان پہ خود عائد ہوتی ہے۔ قیامت کے روز کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میرے والدین اور اساتذہ ایسے تھے اس لئے میں بھی ایسا ہو گیا۔ یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ اس طرح نوجوان اپنی بربادی کے سب سے زیادہ خود ذمہ دار ہیں۔

زہر جتنا میٹھا اتنا حسین

(جمال کھوکھر۔ فیصل آباد)

نوجوان نسل کی شاید ہر دور میں یہ بدقسمتی رہی کہ ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ذہنی، اخلاقی، روحانی اور جسمانی تربیت کا انتظام نہیں کیا گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اکثر والدین اور اساتذہ اخلاقی اور روحانی قدروں سے نہ تو آگاہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی ان قدروں کو جاننے یا ان سے متعارف ہونے کی کوشش کی۔ چونکہ بدی میں بظاہر انتہا کی لذت ہوتی ہے اور دلکشی بھی۔ جب نوجوانوں کو اس طرح کا دلکش، میٹھا اور حسین زہر ملنا شروع ہوا تو ان کے ساتھ ساتھ چھوٹے بڑے مل کر یہ زہر کھانے لگے اور نوجوانوں کے ذہنوں میں خود لذتی، ذہنی عیاشی اور تصوراتی سیکس کوٹ کوٹ کر رچ بس گیا۔ لیکن اتنا کچھ ہونے کے باوجود قوم کے اکثر دانشوروں، ادیبوں، مفکروں، علماء کرام، اساتذہ اور والدین نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔ کسی نے یہ نہ سوچا کہ ہماری نسل خراب ہو رہی ہے۔ اسے کیسے بچایا جائے؟ دنیا میں آنکھ کھولنے والا ہر بچہ اپنے ساتھ ہوس گیری، لذت پرستی، جنس پرستی اور بے راہ روی ساتھ لے کر نہیں آتا بلکہ یہ چیزیں اسے ہمارے اسی معزز معاشرے سے مل رہی ہیں۔ یوں اسے تصوراتی عیاش اور حرص شدہ معاشرے میں بھائی کا برقعہ پوش بہن کو چھیڑ کر خودکشی کرنا، نشے کی حالت میں باپ یا بیٹے یا بھائی کا بیٹی یا بہن سے دست درازی کرنا اور معصوم بچوں سے بدفعلی کا ارتکاب کرنا، جیسے گھناؤنے واقعات اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ نئی نسل کی اصلاح کیلئے محلوں، کالونیوں اور قصبوں میں اخلاقی، ذہنی، جسمانی اور روحانی تربیت کے ادارے قائم کیے جائیں۔ کھیلوں کو فروغ دیا جائے۔ ماں بیٹی کی سہیلی، باپ بیٹے کے دوست اور استاد اپنے شاگرد کا دوست بن کر اس کے مسائل پیار

محبت اور شفقت سے اچھائی اور برائی کا ہر پہلو اس کے سامنے کھول کھول کر بیان کر دے تاکہ جو بات اسے باہر سے منفی سوچ سے ملی ہے وہ اس کے ذہن میں مثبت طریقہ سے ڈھل جائے۔ ویسے بھی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات خوب کھول کھول کر بیان کی ہے۔ کاش اس پر عمل شروع ہو جائے تو ہماری نسل واقعتاً مسلمانوں کی نسل کہلائے۔

میڈیا کی پالیسی بدلی جائے

(جنید خان۔ ملتان)

آج کل کے نوجوان غیر اخلاقی حرکتوں سے اپنا ذہنی معیار پست سے پست کرنے میں مصروف ہیں۔ میرے خیال میں اس ساری کوشش میں جتنا نوجوانوں کا ہاتھ ہے اس سے زیادہ ان کے والدین کا ہے۔ ہمارے نوجوانوں میں گرے ہوئے اخلاق کی سب سے بڑی وجہ میڈیا کا غلط استعمال ہے وہ میڈیا چاہے الیکٹرانک ہو یا پرنٹ دونوں صورتوں میں ہمارے نوجوانوں کو تباہ کر رہا ہے۔ والدین اپنے بچوں کو بچپن ہی سے ٹی وی اور وی سی آر جیسی لعنتوں سے روشناس کرا دیتے ہیں اور پھر تمام خاندان کے بچے بڑے اکٹھے بیٹھ کر غیر ملکی اور اخلاق سے گری ہوئی فلمیں دیکھتے ہیں جس میں بعض دفعہ نوجوان لڑکے لڑکی کو اس حالت میں دکھایا جاتا ہے کہ ایک غیرت مند ماں یا باپ اپنے بچے کی نظروں اور دماغ کے لئے وہ مناظر پسند ہی نہیں کر سکتے۔ مگر ہمارے معاشرے میں ماں باپ بہن بھائی سب اکٹھے وہ فحش مناظر دیکھتے ہیں اس کے برعکس اگر والدین اپنے بچوں کے ذہنوں کو بچپن ہی سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں تو ان کے اخلاق کا معیار بہتر ہو سکتا ہے نوجوان جو کچھ ٹی وی پہ دیکھتا ہے اس کے دل و دماغ پر اس کا اثر ہوتا ہے اور وہ اپنی ذہنی اور قلبی تسکین کے لئے ان حرکات کو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میرے خیال میں ٹی وی کے تمام چینلز پر فلموں اور ڈراموں کے لئے شاید ایک ہی موضوع باقی رہ گیا ہے۔ اتنی بڑی دنیا کے چھ ارب انسانوں میں انہیں سوائے جنس کے اور کوئی موضوع ہی نظر نہیں آتا۔ غیر ملکی چینلز کی تقلید میں ہمارے ٹی وی نے بھی وہی کچھ شروع کر دیا ہے۔ ان کا معاملہ زیادہ خطرناک ہے کہ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔ کیا ٹی وی پر ہمارے تاریخی کرداروں پر مبنی فلمیں اور ڈرامے نہیں دکھائے جا سکتے؟ ایک ٹیپو سلطان شروع کیا گیا ہے لیکن اس میں مصنوعی پن اس قدر ہے کہ آج کا نوجوان اسے دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ نسیم حجازی کے ناولوں پر مبنی ڈرامے دکھائے جائیں جو زندگی کے تمام تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں یا پھر موجودہ حالات پر ایسے موضوعات اٹھائے جائیں جیسے کہ روحانی ڈائجسٹ میں "ذوقِ آگہی" کا سلسلہ چل رہا ہے۔ اگر اس تحریر کو ڈرامائی تشکیل دے دی جائے تو بہت بڑا کام ہو سکتا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلے اپنا ٹارگٹ طے کیا جائے کہ کیا کرنا ہے؟

بزرگ مشعل راہ بنیں

(فرحانہ فاروق۔ کراچی)

نوجوانوں کو برا بھلا کہنے سے پہلے یہ سوچ لینا ضروری ہے کہ یہ وہی بچے ہیں جنہوں نے ماضی میں اپنے بڑوں سے سب کچھ سیکھا ہے۔ اخلاق و عادات اخذ کئے ہیں۔ نوجوانوں کی صحیح رہنمائی کرنے کے لئے پہلے والدین، اساتذہ اور گھر کے دیگر افراد کو مشعل راہ ہونا چاہئے۔ اگر ماں باپ اچھے ہوں تو یہ خیال رہے کہ چراغ تلے اندھیرا نہ ہو۔ نوجوانوں کو بھی چاہئے کہ اخلاقی زوال سے بچنے کے لئے اپنا روزانہ احتساب کریں اور یہ کہنا چھوڑ دیں کہ چونکہ یہ عادتیں ان کے آباؤ اجداد سے چلی آرہی ہیں اس لئے یہ ختم نہیں ہو سکتیں اور خون میں سرایت کر چکی ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ سوچ لیں کہ اگر آج آپ اخلاقی طور پر دولت مند ہو گئے تو کل آپ کی اور آنے والی تمام نسلیں اچھے اخلاق کا مجسمہ ہوں گی اور ہمارا معاشرہ برائیوں سے پاک ہو گا۔

انفرادی تبدیلی ضروری ہے

(یاسر ذیشان مغل۔ سیالکوٹ)

اگرچہ قطع نظر اس بات کے کہ مسئلہ لڑکیوں کو تنگ کرنے کا ہو یا غیر اخلاقی حرکات کا۔ حل اس کا یہ ہی ہے کہ ہم انفرادی طور پر خود کو بدلیں تب ہم اپنی آئندہ نسل کو اس طرح سے تیار کر پائیں گے کہ ہم ان پر اور وہ ہم پر فخر کر سکیں اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو اس کا نتیجہ ہماری موجودہ نسل کی صورت میں ہمارے سامنے ہے عموماً ہمارے نوجوانوں کے اس طرح کے افسوسناک رویوں کا شکار ہماری خواتین ہی زیادہ ہوتی ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے خواتین کو صرف لفظوں میں احترام دیا ہے اور انہیں ماں بہن اور بیٹی یا بیوی کے رشتوں میں بانٹ دیا ہے۔ رشتوں کی اس تقسیم نے عورت کی پہچان ختم کر دی اور یوں عورت تقدس اور احترام کے دائرہ سے باہر نکل آئی۔ ہم نے اور ہمارے معاشرے نے عورت کے حقیقی تقدس کو ختم کر کے لفظوں میں اس کا احترام باقی رکھا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم یہ احترام اپنی نظروں میں پیدا کریں اور رشتوں کی تقسیم سے باہر نکل کر عورت کو ایک نیا روپ دیں۔ احترام کا روپ تقدس اور عزت کا روپ اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو عورت کا ہر روپ اور ہر رشتہ قابل احترام ہے۔

☆☆☆

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام

عملِ تنفس پر ہونے والی نئی تحقیق جو نہایت اچھوتے نتائج سامنے لا رہی ہے۔

طارق محمود۔ بریڈ فورڈ

ایسے تمام قارئین جنہوں نے جنوری ۲۰۰۰ء کے شمارے میں مضمون "سانس کی سائنس" کا مطالعہ کیا ہے وہ عمل تنفس کے بعض ایسے حقائق جان کر ممکن ہے حیران بھی ہوئے ہوں جو یا تو ان کی معلومات میں نہ تھے یا ان کی معلومات کے الٹ لگتے تھے۔ بہت سے قارئین کو اپنی سانس کی بیماریوں سے نمٹنے کیلئے امید کی نئی کرن نظر آئی ہو...... اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ کے کچھ افراد نے ان سب حقائق کو اپنی معلومات کے مقابل ناپ تول کر نہ صرف رد کر دیا ہو بلکہ اس نئی تنفسی حکمتِ عملی کی کامیابی کے ثبوت اعداد و شمار کے ساتھ مانگے ہوں۔

قارئین ہی کے اصرار پر جناب ایڈیٹر صاحب نے فرمائش کی ہے کہ مزید تحقیقات کو شامل کرتے ہوئے اس سلسلے کو آگے بڑھایا جائے۔ میں خود بھی محسوس کرتا تھا کہ یہ بات محض ایک مضمون میں سمٹی نہیں جا سکی ہے مگر مصروفیات کے انبار تلے دبا ہونے کے باعث لٹریچر کے ڈھیر سے مطلوبہ مواد کی دقیق چھان بین کا موقع ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ اب انشاء اللہ یہ مضمون اپنی تفصیلات کے ساتھ آگے بڑھانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس لئے قارئین کرام سے گزارش ہے کہ جنوری کے شمارہ میں اس مضمون کا ابتدائی حصہ دوبارہ پڑھ لیں۔ تاکہ بعض بنیادی باتوں کے ذہن میں ہوتے ہوئے اگلی بات سمجھنے میں آسانی رہے۔ جن حقائق کا وہاں اجمالاً تذکرہ تھا اب قدرے تفصیلاً بیان کئے جائیں گے۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہماری زندگی کی سب سے بنیادی اور اہم ترین ضرورت سانس ہی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ افسوسناک حقیقت بھی ہمارے سامنے ہے کہ سانس کے متعلق انسانی آبادی کا 99% حصہ صرف اتنی ہی معلومات رکھتا ہے کہ ہمیں زندہ رہنے کے لئے سانس کی ضرورت ہے اور جب سانس اکھڑ جائے تو زندگی منہ موڑ لیتی ہے۔ آیئے اس لاعلمی کی کچھ وجوہات پر غور کریں۔

اول وجہ تو یہ نظر آتی ہے کہ قدرت نے زندگی کی سب سے بنیادی اور اہم ترین ضرورت کے میکانزم کو دماغ میں ایسا پیوست کر دیا ہے کہ وہ ایک خودکار نظام کے طور پر چلتا رہتا ہے۔ انسان کو نہ سانس لینے کے لئے یاد رکھنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کی کمی بیشی کو شعوری طور پر کنٹرول کرنے کی فکر...... نہ امیر کو ہوا کا بل ادا کرنے کی ضرورت اور نہ غریب کو ہوا کا خرچہ پورا کرنے کی فکر...... اور اضافی لحاظ سے کم یا اضافی استعمال کا مسئلہ ہی زیر بحث نہیں آتا۔ شاید یہی بے فکری اس کے متعلق اتنے بڑے پیمانے پر لاعلمی کا باعث بنی ہوئی ہے۔

دوم جن لوگوں کو اس معاملے میں کچھ معلومات ہے وہ بھی بس اتنی ہی ہے کہ عمل تنفس میں ہم فائدہ مند گیس آکسیجن پھیپھڑوں میں بھرتے ہیں اور نقصان دہ گیس کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک زندگی بخش

عمل ہے اس لئے یہ جتنا زیادہ کیا جائے اتنا ہی مفید ہے۔ بس اس سے زیادہ جاننے کی ضرورت نہیں کیونکہ عمل تنفس تو کچھ نہ جانتے ہوئے بھی اپنا کام جاری رکھتا ہے۔ زیادہ جاننے سے کیا ہو جائے گا۔

سوم اس میں کوئی شک نہیں کہ میڈیکل سائنس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ جدید ترین الیکٹرانک مشینوں اور کمپیوٹر نے جسم انسانی میں کار فرما تمام نظاموں کے متعلق حقائق کی چھان بین اور معلومات جمع کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مگر قابلِ افسوس پہلو یہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ تمام تر سہولیات مہیا ہونے کے باوجود میڈیکل سائنس تنفسی اور دوسری بیماریوں کی تعداد میں کوئی کمی کرنے میں ناکام ہو رہی ہے۔ میڈیکل سائنس نے گولی اور نشتر والی حکمت عملی پر توجہ دے رکھی ہے۔ جڑ کی طرف تو کوئی توجہ نہیں دیتی البتہ ایک ٹہنی کاٹ کر چار مزید اُگنے کا انتظام کر کے خیر و عافیت کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیتی ہے۔ یہاں بات عدم معلومات کی نہیں بلکہ خطرناک حکمت عملی اختیار کرنے کی بھی ہے۔

چہارم جن ڈاکٹر بوٹیکو کا تذکرہ آپ نے پڑھا تھا انہیں اپنی دریافتوں کو ثابت کرنے اور روسی اکیڈمی آف سائنس اور ہیلتھ منسٹری کو قائل کرنے کے لئے تقریباً تیس سال لگے کیونکہ تنفسی بیماریوں سے نپٹنے کے لئے ان کا یہ طریقہ کار مروجہ طریقہ کار سے الٹ لگتا تھا۔ ایسے حالات میں آپ اس موضوع کی پیچیدگی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک عام آدمی کی معلومات کس کھاتے میں جاتی ہیں۔

سانس کی آمد و شد ایک غیر ارادی عمل ہونے کی وجہ سے ہمیں بہت ہی آسان لگتا ہے مگر زندگی کے تمام شعبوں پر اس کے عوامل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موضوع سانس کی آمد و شد جیسا آسان نہیں بلکہ بہت پیچیدہ اور بڑے بڑے مغالطوں کا شکار ہے۔ ہمیں سانس کے حوالے سے اپنے جسمانی و روحانی مسائل کے حل کی تلاش میں کچھ اور بھی گلیاں گھومنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم صرف ڈاکٹر بوٹیکو کی دریافتوں تک ہی محدود نہیں رہیں گے۔

آیئے پہلے آپ کو ڈاکٹر بوٹیکو کی اس نئی تھیوری کی دریافت کی کہانی مختصراً سنا دیں۔ یہ سن چالیس کی دہائی کا آخری سال تھا۔ جب فرسٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ ماسکو کے سال سوئم کے طالب علم P.K.Buteyko کو ایک عملی ہدف دیا گیا کہ وہ قریب المرگ مریضوں کے عمل تنفس کا مطالعہ کریں۔ انہوں نے سینکڑوں گھنٹے ایسے مریضوں کے پاس بیٹھ کر گزارے اور دیکھا کہ ان سب کے سانس کی رفتار خاصی تیز تھی۔ حتیٰ کہ وہ سانس کی رفتار ماپنے کے اس قدر ماہر ہو گئے کہ سانس کی رفتار سے ٹھیک ٹھیک اندازہ کر لیتے کہ مریض کی موت کب واقع ہونے والی ہے۔ یہیں پر ان کی تھیوری کا بیج پڑا۔ جب وہ ڈاکٹر بن گئے تو مرض اور سانس کی رفتار کے تعلق پر اپنے تجربات اندر ہی اندر جاری رکھے۔ ایک دفعہ وہ ہائی بلڈ پریشر کا شکار ہوئے تو انہوں نے اپنے سانس کی رفتار اور جسم میں کاربن ڈائی آکسائڈ کی مقدار معلوم کی تو سانس کی رفتار تیز اور کاربن ڈائی آکسائڈ معینہ مقدار سے کم تھی جب انہوں نے اپنے سانس کی رفتار درست کی تو کاربن ڈائی آکسائڈ (CO_2) کی مطلوبہ مقدار پوری ہو گئی اور بلڈ پریشر جاتا رہا۔

علاوہ ازیں انہوں نے دمہ اور دل کے عارضوں میں مبتلا مریضوں کی سانس کی رفتار اور کاربن ڈائی آکسائڈ ناپی تو وہ رفتار تیز اور CO_2 کم تھی انہوں نے اپنی بات اپنے سینئرز کے اعلیٰ افسران تک پہنچانے کی کوشش کی مگر کسی نے کان نہ دھرا۔ پھر انہیں اکیڈمی آف سائنس کے انسٹیٹیوٹ آف ایکسپیریمنٹل بیالوجی اینڈ میڈیسن کی سائبیرین برانچ میں کام کرنے کا موقع ملا۔ جہاں انہیں ایک پیچیدہ اور جدید ترین لیبارٹری قائم کر کے دی گئی۔ وہیں پر انہوں نے 200 مریضوں کے عمل تنفس اور اس حوالے سے باقی جسمانی نظاموں کی کارکردگی پر ڈیٹا جمع کیا جو اس بات کی واضح ترین شہادت دے رہا تھا کہ سانس کی تیز رفتاری

(H.V) اور جسم میں CO_2 کی کمی کا بیماریوں کے ساتھ براہ راست تعلق ہے اس کے بعد دس سالہ تحقیقات کے دوران انہوں نے ڈیٹا جمع کرنے کے لئے ایسے کمپیوٹر استعمال کئے جو ایک گھنٹے میں ایک لاکھ سے زائد حقائق جمع کر لیتے تھے۔ حقائق کے اتنے بڑے ذخیرے نے ان کی تھیوری کی تصدیق میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ اسی دوران انہوں نے دو سو ساتھی ڈاکٹروں کو تربیت دی جو سب کے سب کسی نہ کسی عارضے میں مبتلا تھے۔ کلینیکل اعداد و شمار کے مطابق یکم جنوری 1967ء تک ایک ہزار دمہ، ہائی بلڈ پریشر اور Stenocardia کے مریض محض سانس لینے کی تربیت حاصل کر کے صحت یاب ہو گئے۔ باوجود اتنی بڑی کامیابیوں کے ان کی دریافتوں اور تحقیقات کو حکومتی سطح پر کوئی پذیرائی حاصل نہیں ہو رہی تھی، حتیٰ کہ 1968ء میں جب کچھ مقامی اخبارات نے ان کے کام کو اجاگر کیا تو وزیر صحت نے لینن گراڈ میں ان کے شعبے کا دورہ کیا اور وعدہ کیا کہ اگر وہ 80% مریضوں کا کامیاب علاج کر لیں تو ان کے طریقہ علاج کی سفارش کی جائے گی۔ انہیں 46 ایسے مریض دیئے گئے جن پر باقی سب علاج ناکام ہو چکے تھے ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو کم و بیش 20 عارضوں میں مبتلا تھے۔ ڈاکٹر بوٹیکو نے 44 کا علاج تو سانس کی تربیت دے کر جلدی کر لیا مگر دو کیس بہت پیچیدگی کے باعث کچھ عرصہ بعد صحت یاب ہوئے۔ اس طرح 80% کی جائے 100% نتائج حاصل کر لئے گئے۔ اس کے باوجود بھی حکومتی سرخ فیتے نے بہت روڑے اٹکائے۔ آخر کار اپریل 1980 میں حکومت نے ان کی تمام تحقیقات جمع کر کے ان پر نظر ثانی کی اور سرکاری طور پر ڈاکٹر بوٹیکو کے نقطہ نظر کو تسلیم کر لیا۔ کلینیکل اعداد و شمار کے مطابق روس میں ایک لاکھ سے زائد لوگ عمل تنفس کی تربیت لے کر سانس کی بیماریوں سے نجات پا چکے ہیں۔

روس سے باہر اس طریقہ علاج پر پہلا تربیتی مرکز آسٹریلیا میں کھلا اور پھر نیوزی لینڈ میں۔ ان تینوں ممالک کے اعداد و شمار کے مطابق سانس کی بیماریوں میں 80% سے زائد لوگوں کو سانس لینے کی تربیت لے کر اتنا فائدہ ہوا کہ تین دن کے اندر انہوں نے ادویات کا استعمال چھوڑ دیا۔ اب بات جوں جوں پھیلتی جارہی ہے وسیع النظر لوگ اور ڈاکٹرز اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ کچھ تربیتی مراکز اب امریکہ، برطانیہ اور دوسرے یورپین ممالک میں بھی کھل گئے ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر بوٹیکو نے اپنا طریقہ تنفس Patent رجسٹرڈ کروالیا ہے اس لئے ان سے ذاتی طور پر تربیت یافتہ لوگ ہی یہ تربیتی مراکز چلا رہے ہیں۔ تاحال روس سے باہر صرف چند لوگ ہی ان سے تربیت یافتہ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس مختصر کہانی نے تجسس ذہنوں کی کچھ تسلی کر دی ہو گی باقی باتیں رفتہ رفتہ کھلیں گی۔ اس سے پہلے کہ ڈاکٹر بوٹیکو کا طریقہ تنفس زیر بحث لایا جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تھیوری کے کچھ اہم پہلوؤں کا ذکر کر لیا جائے۔

ڈاکٹر بوٹیکو کی تنفسی حکمتِ عملی کی کامیابی کی شرح میڈیکل سائنس کے روایتی طریقہ علاج سے کہیں زیادہ بلند ہے اور ساتھ ہی ان کے مقلدین کا پورے اعداد و شمار کا دعویٰ بھی ہے کہ ان کی تنفسی اختراع باقی تمام طریقوں سے نہ صرف زیادہ موثر ہے بلکہ فوری اثر کرنے والی ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ عمل تنفس کی روایتی تفہیم اور ڈاکٹر بوٹیکو کی تھیوری میں کوئی نمایاں فرق ضرور ہے کیونکہ ایک طرف جدید ترین ٹیکنالوجی اور ادویات سے کام لیتے ہوئے بھی تنفسی امراض اور مریضوں کے پھیلاؤ میں کوئی کمی واقع نہیں ہو رہی جب کہ دوسری طرف صرف طریقہ تنفس تبدیل کرنے سے برسوں سے لگا بیٹھا کا روگ چند دنوں میں غائب ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف کی تنفسی تھیوری کی بنیاد قریب المرگ مریضوں کے عمل تنفس کے مطالعہ سے پڑی۔ حالانکہ یہ مشاہدہ کوئی نئی بات نہیں کہ موت کے قریب ہونے پر لوگوں کے سانس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ شاید

اس طرف کسی نے توجہ ہی نہ کی ہو اور اگر توجہ کی بھی ہو تو وقتی مفاد و روایات میں اس عمل کی توجیہات موجود ہونے کے باعث مزید غور و فکر کی زحمت نہ کی گئی ہو۔ یہ معاملہ کچھ ایسے ہی ہے جیسے سیب تو ہمیشہ ہی سے درخت سے نیچے گرتے دیکھے گئے تھے مگر جب ایک نے اسحاق نیوٹن کی کھوپڑی پر ضرب لگائی تو سوچ کے کل پرزے حرکت میں آگئے اور کشش ثقل کا قانون دریافت ہو گیا۔

بات صرف اتنی ہی نہ نکلی کہ قریب المرگ لوگوں کے سانس تیز ہو جاتے ہیں بلکہ مسلسل مشاہدے سے معلوم ہوا کہ ہائی بلڈ پریشر، دمہ اور دل کے امراض اور اسٹریس وغیرہ کی حالتوں میں بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اب یہ معلوم کرنا تھا کہ آیا ان امراض کا باعث سانس کی تیز رفتاری ہے یا ان بیماریوں کے بعد سانس تیز ہو جاتی ہے۔ لہٰذا تجربے کے طور پر صحت مند لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ایک مخصوص وقت تک تیز اور گہرے سانس لیتے رہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے سر چکرانے لگے۔ طبیعت بہت خراب ہو گئی اور کھانسی ہونے لگی۔ سانس لیتے وقت دمہ کے مریض کی طرح سیٹیاں بجنے لگیں اور کچھ پر نیم غشی طاری ہو گئی۔ جب سانس کی رفتار معمول پر لائی گئی تو کچھ دیر میں یہ تمام آثار غائب...... یہ تجربات بار بار دہرائے گئے۔

ڈاکٹر بوتیکو کو میڈیکل اسکول میں یہ بتایا گیا تھا کہ دماغ میں کثیر مقدار میں آکسیجن جمع ہونے کے باعث ایسا ہوتا ہے۔ لیکن ایک سوال ضرور پیدا ہوتا تھا کہ اگر زندگی بخش آکسیجن ہی انسان کی بہترین جسمانی و دماغی کارکردگی کا باعث ہے تو اس کی زیادتی تندرست کو بیمار اور بیمار کو موت کے منہ میں کیوں دھکیل دیتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنی توجہ آکسیجن کی بجائے نظر انداز شدہ گیس کاربن ڈائی آکسائڈ پر کر دی۔ کاربن ڈائی آکسائڈ کی پیمائش سے حیران کن بات یہ سامنے آئی کہ اس کی ایک مخصوص مقدار جسم میں موجود ہونے سے آدمی تندرست و توانا رہتا ہے اور اگر یہ مقدار کم ہو جائے تو آدمی بہت ساری بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

اب ان کی نظر میں ایک بے کار گندی اور فالتو گیس زندگی کے لئے ایک قیمتی تحفہ بن گئی۔ کئی سالہ تجربات کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ اضافی عمل تنفس ہی دراصل بہت ساری تنفسی قلبی و الرجی جیسی بیماریوں کی اصل وجہ ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے جسم میں سے کاربن ڈائی آکسائڈ کی زائد مقدار ضائع ہو جاتی ہے۔ یہاں انہیں اپنے مشاہدات اور میڈیکل سائنس کے نقطہ نظر میں مشرق و مغرب کا فرق نظر آیا۔

ڈاکٹر بوتیکو آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ "آپ جتنا اضافی سانس لیں گے موت کے اتنا ہی قریب ہوتے جائیں گے اور جتنا کم سے کم سانس لیں گے اتنی لمبی عمر پائیں گے"۔

اضافی عمل تنفس کو میڈیکل سائنس کی اصطلاح میں **Hyper Ventilation** کہتے ہیں لغوی لحاظ سے **HYPER** کے معنی تیز یا زائد اور **VENTILA-TION** کے معنی ہوا کی آمد و رفت کے ہیں۔ میڈیکل انسائیکلوپیڈیا کے مطابق یہ جسم میں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کے تبادلہ کے لئے معمول سے زائد رفتار ہے۔ یہ رفتاری بھی ہو سکتی ہے اور مقداری بھی اور دونوں مل کر بھی۔ اس کی وجہ سے جسم میں آکسیجن کی مقدار زائد اور کاربن ڈائی آکسائڈ کی مقدار معمول سے کم ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے سینے میں درد، غشی، دل کی دھڑکن وغیرہ تیز ہو جاتی ہے۔ اس کی وجوہات میں دمہ، ورزش کی وجہ سے اضافی میٹابولزم، تھائی رائیڈ گلینڈز کی اضافی کارکردگی، بخار، جراثیم زدگی، مرکزی اعصابی نظام میں نقص، کچھ دماغی امراض، گردن توڑ بخار، کچھ ہارمونز اور ڈرگز کا عمل اور کچھ نفسیاتی عوامل مثلاً اسٹریس، انگزائٹی اور خوف کا طاری ہو جانا ہیں۔ میڈیکل سائنس سانس کی بہت واضح دکھائی دینے والی رفتار کو H.V کے زمرے میں لاتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ اس کی تعریف میں ابھی میڈیکل سائنس بھی کچھ مغالطوں کی شکار ہے۔

بقیہ صفحہ 73 پر ملاحظہ کیجئے

خیار البلوغ

اس مضمون میں خواتین کے ایک ایسے حق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس سے ناواقفیت کی بناء پر ملک کی سینکڑوں لڑکیاں جبری شادی پر مجبور ہوتی ہیں۔

خالد ریاض ایڈووکیٹ

فائزہ اور ضیاء کی شادی ایک مثالی شادی تھی۔ شہر کے امراء و خواص سب ہی شریک تھے۔ شادی میں شاید ہی کوئی رسم ہو جو ادھوری رہ گئی ہو۔ شادی کے ایک مہینے بعد ہی دونوں میاں بیوی ہنی مون منانے کے لئے پیرس روانہ ہو گئے۔ جتنا زندگی کو انجوائے کر سکتے تھے انجوائے کیا۔ ایک سال بعد اللہ نے اپنی رحمت ان کی جھولی میں سائرہ کی صورت میں ڈالی۔ فائزہ اور ضیاء کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ تھا۔ دونوں سائرہ کو دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔ زندگی کا کوئی آرام، آسائش یا سہولت ایسی نہ تھی جو سائرہ کو میسر نہ ہو۔

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ پلک جھپکتے میں سائرہ 12 سال کی ہو گئی اور وہ منحوس گھڑی آپہنچی، جو قدرت کسی کو نہ دکھائے۔ سائرہ کے امی ابو کو ایمرجنسی میں اسلام آباد ایک میت میں شرکت کے لئے جانا پڑا۔ حالتِ مجبوری سائرہ کو ملازمین کے سپرد کر کے دونوں میاں بیوی پہلی فلائٹ سے روانہ ہوئے تو کچھ ہی گھنٹوں کی تاخیر سے یہ منحوس خبر آگئی کہ جس طیارے سے سائرہ کے ماں باپ روانہ ہوئے تھے وہ کریش ہو گیا، اور ایک مسافر بھی زندہ نہ بچا۔ سائرہ کی حالت دیدنی تھی۔ اشکوں کا سیل رواں جاری تھا جو تھمنے نہ تھمتا تھا۔ سائرہ کے سگے اکلوتے ماموں جنہوں نے گھر، کاروبار اور سائرہ کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیا اور مستقل طور پر سائرہ کے سرپرست کی حیثیت سے سائرہ کے گھر میں سکونت اختیار کرلی۔ سائرہ کا تعلیمی سلسلہ جاری تھا۔ گھر میں روزانہ شام سائرہ کے ماموں کے دوست مجید صاحب آیا کرتے تھے۔

آندھی آئے یا طوفان، مجید صاحب نے شاید ہی کبھی ناغہ کیا ہو۔ مجید صاحب بہت بڑے بزنس مین تھے۔ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت انہیں میسر تھی۔ 50 سال کا سن تھا۔ سر پر اکا دکا بال تھے۔ کنپٹیوں پر سفیدی نمایاں تھی فربہ جسم کے مالک تھے اور قطع نظر سردی، گرمی یا برسات کے، ہمیشہ کوٹ پہنتے تھے۔ بنگلے کے وسیع و عریض گارڈن میں شام کو مجید صاحب اور ماموں موصوف چائے کے ساتھ دیگر لوازمات نوش کرتے اور ایک ڈیڑھ گھنٹہ خوش گپیوں میں مصروف رہتے تھے۔ سائرہ اب 13 سال کی ہو چکی تھی۔ اس نے سوائے سلام دعا کے ان دونوں حضرات کے بیچ میں شامل ہونے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ مجید صاحب ویسے ہی سائرہ کو ایک آنکھ نہ بھاتے تھے اپنی گول گول آنکھوں سے سائرہ کو گھورتے تھے۔ ماموں موصوف نے کئی مرتبہ سائرہ کو بیٹھنے کو کہا، لیکن مجید صاحب کا وجود ہی اس کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ ایک رات جب سائرہ اپنے کمرے میں ٹی وی دیکھ رہی تھی کہ خلافِ معمول ماموں کی آواز آئی کہ بیٹی مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔ سائرہ ٹی وی لاؤنج میں آگئی ماموں موصوف نے نہایت مختلف انداز میں کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہارا نکاح مجید صاحب کے ساتھ کر دوں تاکہ میں ایک اہم ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں۔ سائرہ کے لئے یہ اطلاع کسی ایٹم بم سے کم نہ تھی۔ ہکا بکا وہ موصوف کا منہ تک رہی تھی۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا کہ ماموں ایسی بات کریں گے۔ سائرہ کا ذہن تقریباً مفلوج ہو چکا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ماموں کو کیا جواب دے۔ 13 سال کی لڑکی آخر ہوتی تو بچہ ہی ہے۔ بغیر کوئی جواب دیئے لڑکھڑاتے قدموں سے وہ اپنے کمرے میں آکر

سو گئی۔ 4 دن گذر گئے ماموں نے بھی محسوس کر لیا کہ سائرہ کو ان کی بات سخت ناگوار گذری ہے۔ آخر ایک دن خود ہی کھانے کی میز پر ماموں نے نکاح والی بات کی اور کہا کہ دیکھو بیٹی میں یہ نہیں کہتا کہ نکاح کے ساتھ ہی تمہاری رخصتی ہو بلکہ جب تم اپنی تعلیم مکمل کر لو تو تمہاری رخصتی کر دی جائے گی۔ سائرہ نے دو ٹوک انکار کر دیا کہ اسے کسی صورت نکاح یا شادی نہیں کرنی۔ اب ماموں نے کینچلی بدلی اور کڑک دار آواز میں یہ مژدہ سنایا کہ اگلے ہفتے مجید صاحب سے تمہارا نکاح ہے۔ اگلے ہفتے چند گواہوں کی موجودگی میں ماموں موصوف نے بحیثیت سائرہ کے ولی کے اس کا نکاح کر دیا۔ رو رو کر سائرہ ہلکان ہو گئی لیکن کوئی ایک بھی اس کا آنسو پونچھنے والا نہ تھا۔ جن کا کوئی نہیں ہوتا، ان کا اللہ ہوتا ہے، یہ سوچ کر سائرہ نے اپنی سہیلی روپ کو ساری روداد سنادی۔ روپ کے والد شہر کے نامی گرامی وکیل تھے۔ انہوں نے پوری بات سننے کے بعد سائرہ کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور کہا کہ بیٹی بالکل مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اس وقت 13 سال کی ہو جب 17-16 کی ہو جاؤ گی تو میں بذریعہ عدالت تمہارا نکاح منسوخ کروا دوں گا۔ یہ تمہارا حق ہے جو تم ہی استعمال کرو گی اور اس حق کو "خیار البلوغ" کہتے ہیں۔ سائرہ کی جان میں جان آئی کہ اللہ نے غیب سے اس کی مدد کی۔ 17 سال کی عمر کو چھونے کے بعد سائرہ کی سہیلی روپ کے والد نے ایک عدد قانونی نوٹس مجید صاحب اور ماموں موصوف کو روانہ کیا جس میں انہیں مطلع کر دیا گیا کہ سائرہ نے اپنا "حق خیار البلوغ" استعمال کر لیا ہے اور نکاح کی تنسیخ ہو گئی ہے۔ دیگر انہوں نے اخبار میں بھی اسی مضمون کا نوٹس شائع کروا دیا۔ آخر میں روپ کے والد نے عدالت میں مقدمہ دائر کر کے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لی۔ یوں سائرہ نے نابالغی کے عہد میں ہونے والے نکاح سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھٹکارا پا لیا۔

ہم اس مضمون کے ذریعے اپنی قارئین بہنوں اور بچیوں کو حاصل ان کے ایک اہم حق "حق خیار البلوغ" پر گفتگو کریں گے۔ ہماری 98% بہنیں و بچیاں اس حق کے بارے میں بالکل نا آشنا ہیں۔ ایسا نکاح جو نابالغ بچے کا سرپرست یا ولی اس کے نابالغی کے زمانے میں کرتا ہے اور وہ بچہ 18 سال کی عمر سے پہلے اگر چاہے کہ اس نکاح کو منسوخ کر دے تو اس کو کہیں گے کہ بچے نے "حق خیار البلوغ" کا استعمال کر لیا ہے۔ یعنی اس کی کم سنی میں کیا ہوا نکاح اب منسوخ ہو گیا۔ آیئے اب مندرجہ بالا تعریف کو سمجھنے کے بعد حق خیار البلوغ کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہیں۔

خیار البلوغ محمڈن لاء کے تحت ایک ایسا حق ہے جو نابالغ کو دیا گیا ہے کہ وہ نکاح کے معاہدے کو جو اس کے ولی یا سرپرست نے اس کی نابالغی میں کیا ہو وہ اسے نابالغی ہی میں منسوخ کر دے۔ خیار البلوغ کو استعمال کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کا پورا ہونا ضروری ہے، بصورتِ دیگر یہ حق استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ پہلا یہ کہ بچہ نابالغ ہو۔ دوسرا بچے کی عمر 16 سال سے کم کی ہو جب اس کا نکاح کیا گیا ہو۔ تیسرا نکاح ولی یا سرپرست کے ذریعہ ہوا ہو۔ چوتھا دونوں میاں بیوی میں خلوت صحیح نہ ہوئی ہو اور پانچواں 18 سال کی عمر سے پہلے بچے نے حق خیار البلوغ کو استعمال کر لیا ہو۔

مندرجہ بالا شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے ورنہ یہ حق استعمال نہ ہو سکے گا۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ لڑکی مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ اس بات کا اعلان کر دے کہ اس نے حقِ خیار البلوغ کا استعمال کر لیا ہے اور اس نکاح کو ختم کر دیا ہے جو اس کے ولی سرپرست کے توسط سے روبہ عمل آیا تھا۔ بہتر یہ ہے کہ ایک عدد نوٹس رجسٹری شدہ دولہا کو بھیج دیا جائے جس میں اس حق کے استعمال کی وضاحت ہو۔ مزید اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے اخبار میں بھی نوٹس دے دینا چاہئے اور آخر کار فیملی کورٹ میں بذریعہ وکیل سند لے لی جائے تاکہ حق تلفی کا ایک باب ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔

Dissolution of Muslim Marriages Act 1939 کی دفعہ 2 شق نمبر 7 واضح طور پر حق خیار

البلوغ سے متعلق ہے۔ اس دفعہ کے نفاذ سے پہلے بلوغت کے ثبوت کا مسئلہ آڑے آتا تھا، لیکن اس دفعہ کے نفاذ کے بعد اب کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔ اس نکتے کو مندرجہ ذیل ہیڈنگ سے سمجھئے۔

خلوت صحیح:- کم سنی میں نکاح کے بعد اور 16 سال کی عمر تک پہنچنے پر اگر دولہا دلہن میں بہ رضامندی خلوت صحیح ہو گئی ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ لڑکی نے نکاح کے معاہدے کی تجدید کر دی ہے۔ اب لڑکی اس حالت میں حق خیار البلوغ کو استعمال نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر لڑکی کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو، جس میں اس کی رضامندی قطعی شامل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا حقِ خیار البلوغ 18 سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے تک قائم رہے گا۔ وہ اپنے اس حق کا استعمال کر سکتی ہے۔

عمر کا تعین:- قانون شہادت کی دفعہ 3 کے تحت بیوی کو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ اسے 16 سال کی عمر سے پہلے نکاح میں دے دیا گیا تھا اور اس نے 18 سال کی عمر سے پہلے حق خیار البلوغ کا استعمال کر لیا ہے۔

بلوغت کا ثبوت: **Dissolution of Muslim Marriages Act 1939** کی دفعہ 2(vii) سے پہلے بلوغت کے ثبوت کے لئے مقدمات کی عدالتوں میں بھرمار تھی۔ لیکن اب مندرجہ بالا دفعہ نے اس جھگڑے کو ہمیشہ کے لئے اختتام تک پہنچا دیا ہے۔ 16 سال کی عمر بلوغت کی طے کر دی گئی ہے۔ اب قانون 16 سال کی عمر کو بلوغت کی عمر تسلیم کرتا ہے۔ لڑکی کو چاہئے کہ وہ سیدھا سیدھا یہ ثابت کر دے کہ 16 سال کی عمر سے پہلے زبردستی اس کا نکاح کر دیا گیا اور 18 سال کی عمر سے پہلے اس نے یہ حق استعمال کر لیا۔

وہ بچیاں جنہیں حق خیار البلوغ کی ضرورت پیش آئے، وہ فوری طور پر باصلاحیت اور نیک نام وکلاء کی خدمات حاصل کریں تاکہ کوئی ابہام نہ رہ جائے۔

☆☆☆

بقیہ: لے سانس بھی آہستہ کہ ......

چند سال پہلے لندن کے ایک مشہور ڈاکٹر (جنہوں نے H.V کے اوپر Lancet جیسے جریدے میں بہت کچھ لکھا) کا مقدمہ H.V کی تشخیص کے معاملے میں ایک عدالت میں پیش ہوا۔ اس میں گواہوں کے طور پر امراض تنفس میں تحقیق پر دنیا کی چوٹی کی تنظیم **International Society of Advancement Of Respiratory Psychophysiology (ISARP)** کے چوٹی کے سائنس دان پیش ہوئے۔ یہ تنظیم مذکورہ بالا ڈاکٹر کو H.V کی تشخیص کے معاملے میں قابل قدر کام کرنے پر ایک اعزاز دینے والی تھی کہ مقدمہ کچھ تکنیکی وجوہات کی بنا پر ان کے حق میں نہ نکلا اور نتیجے میں H.V کی تعریف کو نئے سرے سے طے کرنے کا مسئلہ در پیش ہو گیا۔ اس معاملے میں ایک مسئلہ "مرغی پہلے یا انڈا" جیسا بھی ہے یعنی H.V امراض کا سبب ہے یا امراض کا نتیجہ۔ مزید یہ کہ اس کی محرکات نفسیاتی ہیں یا جسمانی۔

ڈاکٹر بو ٹیکو کے نزدیک "H.V پھیپھڑوں کی معمول سے زائد کارکردگی کا نام ہے"۔ ان کے نزدیک دیرینہ اور خفیہ اضافی تنفس ہی اکثر بیماریوں کی بنیادی وجہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پھیپھڑوں میں 3 تا 5 لیٹر ہوا فی منٹ کا تبادلہ ہی صحت کے لئے ایک صحیح رفتار ہے۔ اس سے زائد کوئی بھی رفتار جسمانی کیمسٹری میں ایسی تبدیلیاں پیدا کر دیتی ہے کہ جسم بہت ساری بیماریوں کا بہت آسانی سے ہدف بن جاتا ہے۔ اس معاملے میں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر ہمیں اپنے سانس کی رفتار اور بیماریوں کی وجہ سے یہ علم ہو جائے کہ ہم اضافی عملِ تنفس کا شکار ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ بالکل سیدھی سادی حکمت عملی یہ ہے کہ ہمیں اپنے سانس کی رفتار و مقدار درست کرنے پر غور کرنا چاہئے۔ مگر کیسے؟

اس حوالے سے ہم آئندہ ماہ ایک نئے عنوان کے تحت گفتگو کریں گے انشاء اللہ

تحریر قاری کے اوپر ایک تاثر چھوڑتی ہے اور یہ تاثر فکر و فہم میں تخم ریزی کرتا ہے اور جب فکر تناور درخت بنتی ہے تو طرزِ فکر میں سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے ہیں۔

خواجہ شمس الدین عظیمی ایک نام ہے

جس کو سُن کر ماورائی دنیا کا نقشہ ابھرنے لگتا ہے، فہم میں گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

دِل اللہ اور اللہ کی مخلوق کی محبت سے بھر جاتا ہے۔ عظیمی صاحب کے اوپر اللہ کا کرم محیط ہے۔ ان کے قلم سے لکھی ہوئی ہر کتاب کو عوام نے پسند اور قبول کیا ہے۔ عظیمی صاحب کی مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیے اور سکون حاصل کیجیے۔

آوازِ دوست یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ درخت کا بیج ایک مائیکرو فلم ہے۔ اس مائیکرو فلم میں ایک پورا درخت اپنی جزئیات کے ساتھ پوشیدہ ہے۔	**جنت کی سیر** یہ کتاب پڑھ کر قاری جنت کی فضاؤں میں گم ہو جاتا ہے۔
تجلیات اس کتاب میں صاحبِ قرآن کی رہنمائی میں قرآنی استدلال کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے کی آبیاری کی گئی ہے۔	**ٹیلی پیتھی سیکھیے** ہر انسان کا دماغ قدرت کا بنایا ہوا ایک کمپیوٹر ہے۔ اس میں دو کھرب سے زیادہ آلات ہیں۔ جب ہم اپنے اندر اس کمپیوٹر کو چلانا سیکھ لیتے ہیں تو ہماری آنکھ خلاء کے پار دیکھنے لگتی ہے۔
کشکول بزرگوں، نوجوانوں، طلباء و طالبات اور ماورائی دنیا میں سفر کرنے والے خواتین و حضرات کے لئے ایک دستاویز۔	**قلندر شعور** روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر، عرفانِ حق کے طالب، سائنسی علوم کے ماہر اور روحانی سائنس کے مبتدی طلباء و طالبات کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ ہے۔

یہ کتابیں ہر بڑے بک سٹال پر دستیاب ہیں۔
براہ راست منگوانے کے لئے اس پتہ پر رابطہ کیجئے:

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ
D-1, 1/7 ناظم آباد - کراچی 74600
فون: 6621037 / 6685469

پیشے کا انتخاب

پیشہ کا انتخاب نوجوانوں کی زندگی کا سب سے اہم موڑ ہوتا ہے۔ اس اہم موڑ پر نوجوانوں کے لئے رہنما تحریر......

محمد عظیم خان

رات کو سونے سے پہلے میری چھوٹی بیٹی میرے پاس آبیٹھی۔ میں نے پیار سے پوچھا "مہوش بیٹے! بڑی ہو کر کیا بنو گی؟" تو اس نے مختصر جواب دیا "ڈاکٹر!" لیکن ساتھ ہی یہ سوال بھی کیا کہ "ابو ڈاکٹر بننے کے لئے سب سے ضروری چیز کیا ہے؟" میں نے صرف اتنا کہا کہ "بیٹی اس کے لئے تمہیں بہت محنت کرنی پڑے گی"۔ اس کے بعد میں اسی بات پر مسلسل غور کرتا رہا تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے دنیا کا ہر فرد کوئی نہ کوئی پیشہ ضرور اختیار کرتا ہے۔

پیشے کے انتخاب میں ہم میں سے اکثر بہت غفلت سے کام لیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر کس کام کی صلاحیت زیادہ رکھی ہے بس جہاں موقع مل گیا قسمت آزمائی میں لگ جاتے ہیں۔ درست پیشہ کا انتخاب بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے "جب صلوٰۃ سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور ہمارا فضل تلاش کرو"۔ یہ آیتِ مبارکہ ہم پر معاش کی اہمیت اجاگر کرتی ہے۔

ایک دانشور کا قول ہے "ہر انسان کو زندگی میں دو فیصلے ضرور کرنا ہوتے ہیں اور انہی دو فیصلوں پر اس کی زندگی کا ایک بڑا حصہ مشتمل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ زندگی گزارنے کے لئے کونسا پیشہ اختیار کرے اور دوسرا اپنے جیون ساتھی کا انتخاب"۔

درست راہِ عمل:-

آج کل بے روزگاری کا دور ہے۔ اس لئے عام تاثر تو یہی ہے کہ جو کام مل جائے غنیمت سمجھ کر شروع کر دو۔ ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ بے روزگاری کے اس دور میں جو بھی باعزت کام ملے وہ اختیار کر لیا جائے لیکن ساتھ ہی ہم اس بات پر بھی زور دیں گے کہ ہر شخص کو یہ ضرور

دیکھنا چاہئے کہ اس کا رجحان کس پیشے کی طرف زیادہ ہے۔ کیونکہ اگر ایسا پیشہ اختیار کیا جو اس کے مزاج کے مطابق ہو تو اس کی ترقی کے مواقع اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ ہو سکتے ہیں جو بادل نخواستہ اس پیشے سے منسلک ہو چنانچہ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ ذاتی رجحان نہ ہونے کے باعث اکثر شعبوں میں لوگ عموماً مس فٹ ہی نظر آتے ہیں۔

یہ مسئلہ صرف ہمارے ملک میں ہی نہیں ہے بلکہ اکثر ترقی یافتہ ملکوں میں یہ مسئلہ موجود ہے، کسی شخص کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کونسا پیشہ اختیار کرے۔ امریکہ کی ایک ریاست میں اس بات کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی کہ وہ یہ معلوم کرے پیشہ اختیار کرنے کے بارے میں عام لوگوں کی رائے کیا ہے۔ جب کمیٹی نے رپورٹ تیار کی تو پتہ چلا کہ پچاسی فیصد لوگوں کی رائے پیشہ اختیار کرنے میں یہی تھی کہ جو بھی کام ملے وہ کرو جبکہ صرف پندرہ فیصد لوگ کسی پیشے کے انتخاب میں سنجیدہ تھے۔

بچہ کی افتادِ طبع:۔

ہمارے ہاں اکثر والدین اپنے بچہ کو اپنے من پسند پیشہ کو اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں مثلاً بعض والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ ڈاکٹر یا انجینئر بنے اور اپنی انہی خواہشات کے خطوط پر وہ اپنے بچوں کو تعلیم بھی دلواتے ہیں۔ کبھی بچے سے پوچھنے کی زحمت نہیں کرتے کہ اس کا رجحان کس طرف ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بچہ والدین کی خواہش کے مطابق پڑھ لکھ تو جاتا ہے لیکن ان میں چند ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے پیشے سے سچی محبت ہوتی ہے یا وہ اسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتے ہیں۔ اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو پیشے کو محض حصولِ معاش کا ذریعہ سمجھتے ہیں ظاہر ہے یہ سوچ وسیع تر اہمیت حاصل نہیں کر پاتی۔ اسی بات کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بچہ والدین کا تسلط قبول نہیں کرنا چاہتا اور اس کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ وہ زندگی میں پورے اعتماد سے قدم نہیں رکھ پاتا۔ اس لئے والدین کو اپنی اولاد کی افتادِ طبع کے مطابق کوئی فیصلہ کرنا چاہئے۔

پیشہ کے انتخاب سے پیشتر:۔

پیشہ کا انتخاب کرنے سے پہلے ہر شخص کو پہلے اپنے رجحان کو دیکھنا چاہیے کہ کس فیلڈ میں دلچسپی سے کام کیا جا سکتا ہے اور ترقی کے واضح امکانات ہیں۔ اس ضمن میں والدین، اساتذہ اور سمجھدار مخلص دوستوں سے مشورہ لیا جا سکتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو پیشہ ہمیں پسند ہے ہمیں اس کے فوائد اور نقصانات کا علم نہیں ہوتا۔ قریبی رشتہ داروں، اساتذہ اور دوستوں کو بھی اس کے بارے میں تفصیلی معلومات نہیں ہوتیں اس موقع پر ضروری ہے کہ جو پیشہ آپ کو پسند ہے اس سے منسلک کسی تجربہ کار شخص سے رجوع کریں۔ اس سے پوچھیں کہ اگر یہ پیشہ میں اختیار کرنا چاہوں تو اس میں ترقی کے امکانات کتنے ہیں۔ کیا آپ اپنے صاحبزادہ کو بھی یہ پیشہ اختیار کرنے کا مشورہ دیں گے۔ اس پیشہ کے چند نقصانات بتایئے یا اس پیشہ میں حائل بڑی بڑی رکاوٹیں کون کونسی ہیں۔ مثلاً آپ کو اکاؤنٹینٹ بننے کا شوق ہے تو کسی سینئر اکاؤنٹینٹ سے اپائنٹمنٹ لیں اور ان سے اس پیشہ کے متعلق سوالات کریں۔ اس ضمن میں شرمانے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ آپ کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ ہے اور اکاؤنٹینٹ صاحب بھی ان سوالات سے ضرور محظوظ ہوں گے اور ہر ممکن تعاون کریں گے۔

کامیابی اور ناکامی کا تعین:۔

ہم زندگی کا کوئی بھی کام کرنا چاہیں پہلے ذہن میں کامیابی اور ناکامی کا تعین کر لیتے ہیں اور یہی عقلمندی کی دلیل بھی ہے پیشہ کے انتخاب میں بھی یہی اصول کار فرما ہے۔ کسی پیشہ کو اختیار کرنے سے پہلے مختلف لوگوں سے ملاقات کر کے غور کیا جائے کہ اس میں کامیابی اور ناکامی کے کتنے فیصد چانس ہیں۔ مثلاً ٹی وی اور فلمز میں اداکاروں کو دیکھتے ہوئے بہت سے نوجوان شوبز کے شعبہ کو پسند کرنے لگتے ہیں اور اسٹوڈیوز وغیرہ کے چکر لگانے لگتے ہیں۔ اس طرح

کے پیشوں میں کامیابی کی امید صرف دو سے پانچ فیصد ہوتی ہے۔ میرا ذاتی مشورہ یہ ہے کہ ایسے پیشوں کی ظاہری چمک دمک سے دھوکا نہ کھایا جائے اور ان سے احتراز کیا جائے۔ اسی طرح ایک اور پیشہ بیمہ پالیسی فروخت کرنے کا ہے۔ اس پیشہ کی Requirements بہت سخت ہیں۔ اس کے لئے بہت چرب زبانی، ذہنی مستعدی اور لوگوں کو متاثر کرنے کا فن آنا ضروری ہے۔ اس پیشہ میں کامیابی کا تناسب بھی صرف دس فیصد ہے۔ جس میں زبردست ذہنی مشقت اور زبانی جمع خرچ کرنا پڑتا ہے۔ پیشہ کے انتخاب میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ہم اس کی Require-ments پوری کر سکتے ہیں یا نہیں...... نیز اس میں کامیابی کے کتنے امکانات ہیں۔

تساہل پسندی:۔

نہایت معذرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ایسے افراد پر مشتمل ہے جو یہ پسند کرتے ہیں کہ انہیں ایسی جاب مل جائے جس میں زیادہ بھاگ دوڑ نہ کرنی پڑے اور صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے وہ ایک خوبصورت ایئر کنڈیشن دفتر میں بیٹھے ہوں۔ ایسے لوگ فیلڈ ورک سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ گریجویشن یا ماسٹرز کرنے کے بعد وہ گزیٹڈ پوسٹ ہی کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ ان کی اعلیٰ تعلیم و تربیت اپنی جگہ مگر یہ سوچ ان کی ترقی میں مزاحم ہو سکتی ہے۔ معمول سے بڑھ کر محنت کرنے میں ہی ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

پچھلے دنوں مجھے اپنے گھر کی تعمیر کے سلسلہ میں مختلف جگہوں پر جانے کا موقع ملا مثلاً سیمنٹ ایجنسی، اینٹ کے بھٹے، ریت اور کرش کی مشین والوں کے پاس۔ اس آمد و رفت سے چند لوگوں سے راہ و رسم ہوئے تو معلوم ہوا کہ ان میں منافع کی شرح زیادہ ہے لیکن ان تمام جگہوں پر کم تعلیم یافتہ یا ان پڑھ لوگ ہی کام کر رہے ہیں۔ یہ اور اس جیسے اور دوسرے پیشوں کو دیکھ کر میرے ذہن میں آیا کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو صرف دفتری کاموں تک ہی محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ فیلڈ کے ایسے شعبوں میں بھی قسمت آزمائی کرنی چاہئے جہاں تعلیم یافتہ افراد کی کمی ہے۔

حفظِ مراتب:۔

جب کوئی نوجوان کسی ادارے میں داخل ہوتا ہے تو دراصل ایک دائرہ عمل میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں پر پہلے سے لگے بندھے اصولوں کے مطابق کام چل رہا تھا۔ اس نوجوان کا فرض بنتا ہے کہ اس کام کو جاری رکھنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ بعض نوجوان کسی سسٹم میں داخل ہوتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ابتداء میں تو اس سے صحیح طور پر واقف بھی نہیں ہوتے۔ اس موقع پر سینئرز ہی اسے کام کی نوعیت سے آگاہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ نیا ملازم یہاں کے دائرہ کار میں ہی اپنی ذمہ داریاں ادا کرے اور سسٹم سے مزاحم نہ ہو۔ ایسے مواقع پر سینئرز کبھی تحمل سے اور کبھی سختی کے ساتھ اسے ان پابندیوں پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ چیز اکثر نئے ملازمین کے لئے تکلیف دہ ہوتی ہے۔ بعض نوجوان اس سختی سے گھبرا جاتے ہیں اور سینئرز سے برگشتہ ہونے لگتے ہیں یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنے کی ہے کہ آپ اپنی محنت سے آگے اسی صورت میں بڑھ سکتے ہیں جب سینئرز کا تعاون حاصل ہو۔ اگر آپ کے اندر محنت کا عنصر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے تو اپنے سینئرز کے دل میں جلد ہی جگہ بنالیں گے۔ اس لئے تھوڑا صبر کریں اور اپنے کام سے کام رکھیں۔ کسی بھی دفتر میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں ان میں سے کچھ کا مزاج آپ کے لئے تکلیف دہ ضرور ہو سکتا ہے لیکن یاد رکھئے آپ کو انہی کے ساتھ گزارہ کرنا ہے۔ آپ کوئی ذاتی کاروبار کریں جہاں ہر طرح کے اختیارات آپ ہی کے پاس ہوں تو وہاں بھی یہ مسئلہ آپ کو درپیش ہو سکتا ہے ایسے میں آپ کسی گاہک یا پارٹی کے ناک بھوں چڑھانے پر توجہ نہیں دیں گے کیونکہ آپ کے پیشِ نظر اپنی پروڈکٹ فروخت کرنا ہے۔ اگر یہی اصول ملازمت کے دوران بھی اختیار کیا جائے تو کیا

خرچ ہے۔ آپ اگر محنت سے جی نہیں چراتے، سینئرز کا احترام، دفتری اصولوں کی پاسداری کرتے ہیں اور اپنی کمپنی کے وفادار ہیں تو یقین رکھئے کہ ترقی کے شاندار مواقع آپ کے منتظر ہیں۔

خالی ہاتھ بیٹھنے سے احتراز:-

تجربہ کار افراد کا کہنا ہے کہ کبھی بھی خالی ہاتھ نہ بیٹھیں۔ اگر کوئی اچھی ملازمت نہیں ملتی تو کوئی چھوٹی موٹی ملازمت ہی اختیار کرلیں۔ گھر بیٹھے رہنے سے بے روزگاری کا خیال ہی شخصیت کو گھن لگادے گا۔ مشہور مقولہ ہے "خالی دماغ شیطان کا کارخانہ ہے"۔ خالی بیٹھنا ذہنی صلاحیتوں کو منجمد کردیتا ہے۔ ایک آسان سی مثال یہ ہے کہ ٹائپنگ کرنے والے کچھ دن فارغ بیٹھ جائیں تو ان کی اسپیڈ کم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح دوسری صلاحیتوں کا معاملہ ہے۔ اگر ذہنی صلاحیتوں کو مسلسل استعمال میں نہ رکھا جائے تو آہستہ آہستہ وہ بھول کے خانے میں چلی جاتی ہیں۔ کیسے بھی حالات کیوں نہ ہوں گھر میں بیکار نہ بیٹھیں۔ کوئی نہ کوئی کام کریں۔ بس ذہن مصروف رہنا چاہیے۔

پیشے کا انتخاب:-

آج کل کے اکثر نوجوانوں کا سوال عموماً یہی ہوتا ہے کہ کونسا پیشہ اختیار کیا جائے جس میں زیادہ سے زیادہ ترقی کے مواقع موجود ہوں۔ اس حوالے سے روحانی ڈائجسٹ میں پہلے بھی کئی مضامین میں رہنمائی کی جاچکی ہے۔ مخصوص شعبوں میں تکنیکی تعلیم حاصل کرلی جائے تو اس فیلڈ میں ملازمت کے مواقع حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ شہروں میں بے شمار کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ کام کررہے ہیں۔ کمپیوٹر کی تعلیم یا ملازمت بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہے۔ سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر۔ کسی اچھے ادارے میں ذاتی رجحان کی بناء پر ان دونوں میں کسی ایک کا کورس یا ڈپلومہ کرکے ملازمت کے لئے اپلائی کیا جاسکتا ہے۔ یہ دور کمپیوٹر کا دور ہے۔ اس میدان میں ترقی کے بہت سے مواقع موجود ہیں۔ اس کے علاوہ سافٹ ویئر انجینئرنگ میں بہت سے ادارے B.C.S کی تعلیم دے رہے ہیں۔

پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ زراعت کے شعبہ میں بھی نوجوانوں کے لئے بڑی کھپت موجود ہے۔

ایک اور پُرکشش پیشہ ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کا بھی ہے جو عموماً پرائیویٹ تعلیمی ادارے ہی کراتے ہیں۔ گوکہ تعلیم تو قدرے مہنگی ہوتی ہے لیکن کوشش اور لگن برقرار رہے تو تعلیم مکمل ہوتے ہی پُرکشش تنخواہ کی جاب مل سکتی ہے۔

آج کل کمیونی کیشن کا شعبہ بھی بڑی ترقی کرتا جارہا ہے۔ گریجویشن یا ماسٹرز کی سطح پر اس کی تعلیم حاصل کرکے بھی بہترین ملازمت تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

چھوٹے کاروبار:-

اوپر بیان کردہ بعض پیشہ ورانہ تعلیم کے شعبے لوئر مڈل کلاس کے لئے قدرے مہنگے ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے نوجوان جو پیشہ ورانہ تعلیم کے لئے بھاری رقوم خرچ نہیں کرسکتے وہ چھوٹے کاروبار کو بھی اپنا ذریعہ معاش بناسکتے ہیں۔ عام طور پر کاروبار کا لفظ آتے ہی ذہن میں لاکھوں کا سرمایہ اور بے شمار ملازمین کا تصور اُبھرتا ہے۔ کاروبار چھوٹے پیمانے پر بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً آج کل بار بی کیو، فاسٹ فوڈ، مختلف جوسز وغیرہ کی دکانیں با آسانی جم جاتی ہیں۔

ایسے کاروبار میں شرم کی بات بھی نہیں ہے۔ میکڈونلڈ اور پیزاہٹ کو ہی دیکھ لیں۔ یہ بھی فاسٹ فوڈ ہی کے مراکز ہیں۔ جہاں ویٹرز بھی تعلیم یافتہ (کم از کم انٹر پاس) ہوتے ہیں تو پھر آپ یہ شرم کیوں کرتے ہیں کہ انٹر یا گریجویٹ ہوکر فاسٹ فوڈ یا بار بی کیو کا کاروبار کریں۔ اسی طرح چھوٹے کاروبار کے بے شمار مواقع ہمارے اردگرد ہی موجود ہیں جن کو تعلیم یافتہ نوجوان صرف یہ سوچ کر رد کردیتے ہیں کہ یہ ان کی حیثیت Calibre کے مطابق نہیں ہیں حالانکہ اگر ان جیسے کاروبار میں تعلیم یافتہ افراد آگے آئیں گے تو ان شعبوں کو نئی جہت مل سکتی ہے۔

*

مداوا

علم شعور کو وسعت عطا کرتا ہے۔ اس وسعت سے آدمی زندگی کے فیصلے کرتا ہے۔ اس علامتی افسانہ میں ایک ایسے محدود شعور گھرانے کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جو ہمارے معاشرے میں جابجا نظر آتے ہیں۔

ابو وردہ

رات کو گرمی اور حبس کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ شاید تین چار بجے کے درمیان کا کوئی وقت تھا۔ وہ محض اندازہ ہی کرسکتی تھی کیوں کہ سامنے نصب باوا آدم کے زمانے کی بڑی سی الارم والی گھڑی کی سوئیاں تو نوج کر دس منٹ پر نجانے کس سن میں ٹھہر گئی تھیں اور اس کے پنڈولم والے حصے میں چڑیا نے اپنا آشیانہ بنا رکھا تھا، پنڈولم کی حرکت کو تو چڑیا نے روک دیا لیکن وقت کو نہ روک سکی، جو اپنی رفتار سے مسلسل گزر رہا تھا۔ سرکاری ہسپتال کے گائنی ڈیپارٹمنٹ کے جنرل وارڈ کا ماحول اس وقت بڑا بھیانک محسوس ہورہا تھا۔ جگہ جگہ شیر کے بچوں کی طرح موٹے تازے خوفناک صورت بلے اور بلیاں مزے سے سو رہی تھیں۔ فضا میں پھیلی اسپرٹ اور بلے بلیوں کے پیشاب کی ملی جلی بدبو سے دماغ ماؤف ہورہا تھا۔ اُسے گرمی کی وجہ سے شدید بے چینی ہونے لگی، چار بیڈ کے لئے ایک ہی پنکھا چھت میں لگا ہوا تھا جو وولٹیج ڈراپ ہونے کی وجہ سے مر مر کر چل رہا تھا۔

اس قدر حبس اور گرمی کے باوجود بھی وارڈ کی تمام مریضائیں اور ان کے ہمراہ آئی ہوئی خواتین بے خبر سو رہی تھیں۔ ان میں سے بعض عورتوں کی نیند تو اس قدر پکی تھی کہ اُسے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا......ایک عورت کا نومولود بچہ بھوک کی وجہ سے اس قدر چیخ چیخ کر رو دیا کہ وارڈ کی بیشتر عورتوں کی آنکھ کھل گئی لیکن بچے کی ماں مسلسل گھوڑے گدھے سب ہی کچھ بیچ کر سوتی رہی۔ ایک مریضہ کے ہمراہ آئی ہوئی خاتون نے اُسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا تو اس کی آنکھ کھلی، بیزاری کے ساتھ اس نے بچے کو فیڈ کیا اور پھر اسی طرح بے خبر سو گئی۔

کل سہ پہر چار بجے جب طبیعت خراب ہونے لگی تو اس کی ساس نے فوراً رکشہ منگایا، اس نے اپنی دونوں بچیوں کے کپڑوں کا ایک بیگ تیار کر رکھا تھا دونوں کو راستے میں اپنے میکے میں اُتار کر ہسپتال پہنچی۔ ساس صاحبہ نے رُکنے کی زحمت گوارا نہ کی، انہیں ایک میلاد میں شرکت کرنا تھی، اس بہانے سے وہ فوراً چلی گئیں۔ اس وقت موجود لیڈی ڈاکٹر منہ ہاتھ دھوکر لپ اسٹک لگانے میں مصروف تھیں انہوں نے اُسے اگلی شفٹ کی ڈاکٹر کا انتظار کرنے کے لئے کہا۔

شفٹ بدلی اور دوسری ڈاکٹر نے اُس کا چیک اپ کیا تو بہت ناراض ہوئی "تم لوگ جب موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہو تو یہاں چلے آتے ہو...... تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے......؟ تمہارا تو میجر آپریشن ہوگا......کاغذات پر کون دستخط کرے گا......"

اس کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ کچھ کہہ سکتی، شدید تکلیف دہ کیفیت میں رکشے کے ذریعے شہر کی کھنڈر نما سڑکوں پر سفر کے بعد تو اس کی آدھی جان نکل ہی چکی تھی پھر ڈاکٹر نے جو آپریشن کی بات کی تو باقی بھی نکلتی ہوئی محسوس ہوئی......اور وہ بے ہوش ہوگئی......اسے بے ہوش ہوتا دیکھ کر ڈاکٹر بھی گھبرا گئی۔ اس نے فوراً نرسوں کو آواز دی اور اسے اسٹریچر پر لٹا کر آپریشن تھیٹر پہنچادیا گیا۔ کسی کا کوئی مددگار نہ بھی ہو تب بھی خدا تو مددگار ہوتا ہی ہے اور وہ کوئی بھی وسیلہ پیدا کرکے اپنے بندوں کے کام پورے کرواتا ہے۔ ذرا سی دیر میں سب

ہی کو پتہ چل گیا کہ اُس کی ساس اس حالت میں لاوارثوں کی طرح ہسپتال چھوڑ کر چلی گئی ہے تو وہ نرسیں بھی جو ہر ایک کو تیز حامنہ کرکے جواب دیتی تھیں دل ہی دل میں اس کی خیر و عافیت کی دعا مانگنے لگیں۔

آپریشن کامیاب رہا اور زچہ اور بچہ دونوں خیریت......! چار گھنٹے بعد جب اُسے ہوش آیا تو نرس نے بتایا کہ اُس کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوئی ہے۔ نرس نے تو اپنے طور پر اُسے خوش خبری سنائی تھی لیکن اُس کے اندر ایک زبردست دھماکہ سا ہو گیا...... اور وہ دوبارہ بے ہوش ہو گئی۔ نرس بھاگی بھاگی ڈاکٹر کو بلا کر لائی، ڈاکٹر نے ڈرپ میں کوئی انجکشن شامل کرنے کا کہا اور چلی گئی۔ آدھے گھنٹے بعد اُسے دوبارہ ہوش آگیا، وہی نرس اُس کے پاس کھڑی ہوئی تھی اُسے ہوش میں آتا دیکھ کر اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی اور نہایت ہمدردانہ لہجے میں آہستہ سے اُس کے کان کے قریب اپنا منہ لا کر کہا "میں تمہارا معاملہ سمجھ گئی ہوں...... تمہارے ہاں بیٹیاں ہی پیدا ہوتی ہوں گی؟"

اُس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی بس آنکھوں کے اشارے سے اثبات کا اظہار کیا...... آنکھوں سے اُبلتی ہوئی نمی نے نرس کے دردمند دل پر بہت زیادہ اثر کر دیا تھا۔ اُس نے اپنے لہجے میں مٹھاس پیدا کرتے ہوئے کہا "گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ...... اچھا ہوا تمہاری ساس، تمہارے ساتھ نہیں ہے...... فکر نہ کرو میں چپکے سے تمہاری بیٹی کو کسی کے بیٹے سے بدل دوں گی...... کسی کو پتہ نہیں چلے گا" نرس کی بات سن کر اُس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ کر رہ گئیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن شدید کمزوری اور آپریشن کی تکلیف کی وجہ سے اُسے بیڈ پر لیٹے لیٹے ہی تیز چکر آگیا......

"فکر نہ کرو...... یہ سرکاری ہسپتال ہے۔ یہاں سب کچھ ہوتا ہے...... دوسری نرسیں تو اس کام کے لئے ٹھیک ٹھاک رقم اینٹھ لیتی ہیں...... یہاں دن بھر میں سیکڑوں بچے پیدا ہوتے ہیں، اسٹاف بہت کم ہے، دوسرے سہولتیں بھی کچھ نہیں ہیں، کم اسٹاف کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے، تنخواہیں بہت کم ہیں...... کیا کریں سب کچھ کرنا پڑتا ہے...... پیٹ بھی تو سب کے لگا ہوا ہے...... آخر اُسے بھی تو بھرنا ہے...... ویسے بھی یہاں کوئی سسٹم تو ہے ہی نہیں...... کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اکثر لوگ یہاں سے اپنے ہی بچے گھر لے جاتے ہیں یا دوسروں کے...... یہ تو ویسے بھی نیکی کا کام ہے...... تمہارا گھر آباد رہے گا۔ مجھے اندازہ ہے تمہاری ساس کو اپنے بیٹے کا وارث چاہئے ہو گا...... اُس نے تڑی لگا دی ہو گی کہ اس دفعہ بیٹا نہ ہوا تو بیٹیوں سمیت میکے بھیج دیں گے...... ابھی تمہاری بیٹی نرسری میں ہے وہاں کی انچارج میری بہت اچھی دوست ہے میں نے اُس کو تمہارا مسئلہ بتا دیا ہے...... وہ بہت نرم دل ہے...... اُس نے مدد کا وعدہ کیا ہے"۔ نرس نے ایک سانس میں ساری حقیقتوں کا اُس پر انکشاف کر ڈالا۔ ابھی وہ کچھ مزید کہتی کہ پیچھے سے کسی دوسری نرس نے اُسے آواز دی اور وہ اُسے آرام کرنے کا کہہ کر کھٹ کھٹ کرتی اُس طرف دوڑ گئی......

اُس کے بعد سے ہی اُس کے ذہن میں بہت سارے سوالات کی پھلجھڑی سی چھٹنے لگی...... رات کو ایک نرس دودھ، بسکٹ کا پیکٹ اور دوائیں لے کر آئی "یہ کلثوم باجی نے بھجوایا ہے...... وہ ڈاکٹر صاحبہ کے ساتھ مصروف ہیں اس لئے انہوں نے مجھے تاکید کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں پہلے آپ کو یہ دودھ اور بسکٹ کھلا دوں پھر دوائیں بھی دے دوں"۔

بڑی مشکل سے اُس نے چند گھونٹ دودھ اور دو تین بسکٹ لئے، دوا پی...... دوا نے اپنا اثر دکھایا اور اُس کے حواس پر نیند نے اپنی دبیز چادر تان لی...... لیکن جب ذہن کسی مشکل میں پھنس جائے تو نیند بھی اُس کی بے چینی دور نہیں کر سکتی کیوں کہ بظاہر جسم سو رہا ہوتا ہے لیکن ذہن اپنی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہوتا ہے اور ایسی نیند سے

تسکین کے بجائے تھکاوٹ ہی حاصل ہوتی ہے......

اُس کے ذہن میں بھی ایک جنگ سی جاری تھی...... عقل کہتی تھی کہ کلثوم نرس کی وجہ سے اب اُس کا مسئلہ حل ہو جائے گا، اُس کا گھر برباد نہیں ہو گا...... لیکن دل کہتا تھا کہ جس وجود کو اُس نے نو مہینے اپنے جسم کے ایک حصے کی طرح خون پلا کر پروان چڑھایا، اُسے دنیا میں آنکھ کھولنے کے بعد دیکھے بغیر ہی کسی دوسرے کے حوالے کیسے کر دے اور ساس و شوہر کی خواہشات کی تکمیل کے لئے کسی تیسرے کا بیٹا ہمراہ لے جائے۔

دماغ جب اس جنگ کی وجہ سے بالکل تھک گیا تو وہ مکمل غنودگی کی آغوش میں چلا گیا۔ بے خبری کی نیند چاہے چند منٹ کی ہو اُسی میں انسان سکون حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس دوران بھی اُسے ڈراؤنے خواب ہی نظر آتے رہے۔ اُس نے دیکھا کہ ایک بچی "امی امی" پکارتی اُس کی جانب بھاگتی ہوئی آ رہی ہے۔ بچی کی شکل اُس کی بڑی بیٹی سے بہت مشابہہ ہے اور یہ بچی بے انتہا خوبصورت ہے۔ بچی مسلسل اُس کی جانب دوڑتی ہوئی آ رہی ہے لیکن درمیان کا فاصلہ کم نہیں ہو پا رہا ہے...... وہ مسلسل اُسے آوازیں دے رہی ہے کہ "امی مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ...... امی مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ......" لیکن یہ فاصلہ کسی طرح کم نہیں ہو رہا...... اچانک بچی کو زبردست ٹھوکر لگتی ہے اور وہ "امی" کہہ کر چیختی ہوئی گر جاتی ہے...... وہ بھی "میری بیٹی! میری بیٹی!" کہہ کر چیختی ہوئی آگے بڑھتی ہے......

پھر اس کی آنکھ کھل گئی...... وہ پسینے میں بُری طرح شرابور ہو رہی تھی اور حلق خشک ہو رہا تھا...... اُسے احساس ہوا کہ شاید نیند میں اُس کی زوردار چیخ نکل گئی تھی، اسی لئے کئی عورتوں نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا اور بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ لیٹ گئیں ایک عورت جو اپنی بیٹی کے ہمراہ ٹھہری ہوئی تھی، کے دل میں اللہ نے نیکی ڈالی تو وہ اُٹھ کر اُس کے پاس آگئی اپنی چادر سے اُس کے چہرے کا پسینہ پونچھا، اپنے کولر سے اُسے پانی لا کر پلایا اور تسلی دینے کے لئے کچھ دیر اُس کے سرہانے بیٹھ گئی۔

اتنی دیر میں اُس کے ذہن نے فیصلہ کر لیا کہ کچھ بھی ہو جائے، وہ اپنی بیٹی کسی قیمت پر نہیں چھوڑے گی۔ وہ ملازمت کرکے بچیوں کی پرورش کرے گی...... چاہے اُس پر طلاق کا داغ ہی کیوں نہ لگ جائے...... اب وہ اپنے دل کو مضبوط کرکے صبح کا انتظار کرنے لگی۔

صبح کی سپیدی چار سو پھیلی تو اُسے ہسپتال کا عملہ غیر معمولی طور پر متحرک سا محسوس ہوا، صفائی کرنے والے رگڑ رگڑ کر فرش صاف کر رہے تھے۔ بیڈ کی میلی کچیلی چادریں سفید اور اُجلی چادروں سے تبدیل کر دی گئی تھیں۔ جنرل وارڈ میں بیک وقت پانچ نرسیں موجود تھیں۔ ڈاکٹرز کئی راؤنڈ لگا کر جا چکی تھیں۔ معلوم ہوا کہ صبح صبح کوئی خاتون وزیر ہسپتال کا دورہ کر رہی ہیں اُن کے ہمراہ شہر کی سماجی تنظیموں کی معزز خواتین بھی ہوں گی۔ یہی وجہ تھی کہ سالوں کی گندگی گھنٹہ بھر میں صاف کرنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ نرس کلثوم نے اُس کو بتایا "منسٹر کے اچانک وزٹ کی وجہ سے ملنے والوں کو اندر نہیں آنے دیا جا رہا ہے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہاری ساس بھی باہر انتظار کر رہی ہے......"

"تم انہیں کچھ مت کہنا...... میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں کسی قیمت پر بھی اپنی بیٹی کو نہیں چھوڑوں گی...... چاہے اس کے نتیجے میں مجھے یہ لوگ گھر سے ہی کیوں نہ نکال دیں"۔ اُس نے اپنی تمام توانائی کو مجتمع کرکے کہا تو نرس اُس کو حیرت سے دیکھنے لگی پھر نہایت ہمدردی کے ساتھ اُس کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولی "بہن! اللہ تمہیں ہمت دے۔ تمہیں زندگی کے کسی موڑ پر بھی کسی طرح کے سہارے کی ضرورت پڑے تو مجھے ضرور آواز دینا۔ میں نے تمہیں بہن کہہ دیا ہے، اللہ مجھے ہمت دے میں ضرور بہن بن کر دکھاؤں گی۔ اچھا میں اب چلتی ہوں...... اس سے پہلے کہ منسٹر صاحبہ آجائیں، مجھے بہت سارے کام کرنے ہیں......" یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد ایک موٹی سی نرس اپنی دو تین ساتھیوں کے ہمراہ وارڈ میں داخل ہوئی اور کڑک دار آواز میں تمام مریض عورتوں کو ہدایات دینے لگی "تم لوگوں سے وزٹ کرنے والی بیگمات اگر پوچھیں کہ صفائی روز ہوتی ہے تو کہنا ہاں روز ہوتی ہے اگر کوئی پوچھے کہ کھانے میں کیا ملتا ہے تو بتانا مرغی کا سالن اور چپاتی دی جاتی ہے کوئی بھی فضول بات منہ سے نہ نکالنا ورنہ بہت برا ہوگا"۔

بے چاری غریب عورتیں سہم گئیں کہ نجانے کون سا عذاب آنے والا ہے۔ شعور کمزور ہو تو کسی سے بھی فوراً مرعوب ہو جاتا ہے۔ چالاک اور عیار لوگ ایسے ہی بے شعور لوگوں کے حقوق غصب کر کے اپنے مفادات پورے کرتے ہیں۔ اس ظلم میں قصور ان لوگوں کا بھی ہے جو اپنے حقوق کی بات زبان سے کرتے ہوئے بھی گھبراتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مفاد پرست لوگوں کو موقع مل جاتا ہے۔

وہ نیم غنودگی کے عالم میں یہ سارا معاملہ دیکھتی رہی۔ اُسے اپنی بیٹی کو ایک نظر دیکھنے کی تمنا تھی، کچھ گھنٹے پہلے جسے تخلیق کے کربناک لمحات سے گزرنے کے بعد اس دنیا میں لانے کا سبب بنی تھی اب تک وہ اُسے ایک نظر دیکھ بھی نہ سکی تھی۔

اس کی آنکھ سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے، بہتے آنسوؤں کی جھلملاہٹ کے بیچ اس نے دیکھا کہ بہت سی خوش پوش خواتین ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے اور پھلوں کے لفافے لئے آئی ہیں اور ہر بیڈ کے پاس جا کر زچہ عورتوں سے بات چیت کر رہی ہیں۔ ان بیگمات میں ایک چہرہ خاصا جانا پہچانا سا ہے...... بغور دیکھا تو یہ چہرہ اُسے اپنا اپنا سا لگا...... ارے یہ تو اپنی جو ہے...... "جو"...... اس کے منحنی سے جسم سے مہین سی آواز ہی نکل سکی...... ویسے بھی وہ لوگ بہت دور تھیں۔ پورا چکر مکمل کرنے کے بعد آخر میں ہی اس کی باری آسکی...... جیسے ہی جو کی نظر اس پر پڑی تو اس کے منہ سے چیخ سی نکل گئی "آپی تم......!؟ یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے"...... دیگر خواتین سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگیں تو اس نے وضاحت کی "یہ میری بڑی بہن ہیں...... آپ لوگ چلیں میں ذرا ٹھہر کر آؤں گی"۔

"ٹھیک ہے بیگم ساجدہ وجاہت! اگر ہماری مدد کی ضرورت ہو تو ہمیں یاد رکھئے گا"

"تھینکس......"

جب خوش پوش خواتین کا یہ ریلا خوشبو کے جھونکے کی مانند گزر گیا تو جو اس سے لپٹ کر کافی دیر روتی رہی۔ پھر ذرا طبیعت سنبھلی تو اس نے کہا "جو تم تو کیا گئی سب کچھ ہی ختم ہو گیا......"

یہ بہنیں صابرہ اور ساجدہ جس ماحول میں پروان چڑھیں وہاں انہیں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تو مل گئی، لیکن تعلیم کے ذریعے شعوری استعداد بڑھانے اور اس شعوری استعداد سے اپنے ماحول میں مثبت تبدیلی پیدا کرنے کی اجازت نہ مل سکی۔ شعور حاصل ہونے کے بعد بے شعوری پر مبنی ماں باپ کے فیصلوں کو آنکھ کان بند کر کے تسلیم کر لینا ساجدہ عرف جو کے لئے ممکن نہ تھا۔

یہ تین بہنیں تھیں، بڑی شاکرہ، منجھلی صابرہ، چھوٹی ساجدہ۔ ان کے باپ نے اپنی معاشی حالت سدھارنے پر کبھی کوئی توجہ نہ دی، بس زندگی کی گاڑی کسی طرح سے گھسٹتی رہی۔ شاکرہ کو آٹھویں جماعت کے بعد ہی گھر بٹھا دیا گیا، صابرہ نے رو دھو کر میٹرک کر لیا، لیکن ساجدہ نے کسی کی چلنے نہ دی اور ٹیوشن پڑھا پڑھا کر اپنے اخراجات پورے کئے اور یونیورسٹی میں گریجویشن تک جا پہنچی۔ ماں باپ کی شعوری استعداد کم تھی، جہیز اور شادی کے اخراجات کے خوف سے ہی ان کے دل بیٹھے جاتے تھے۔ ذہنوں پر جمود طاری تھا، اس لئے جیسے ہی 50 سال سے زائد عمر کے ملک اکبر علی کا رشتہ بائیس سال کی شاکرہ کے لئے آیا دونوں میاں بیوی نے فوراً ہاں کر دی۔ اس لئے کہ ملک اکبر نے نہ صرف جہیز لینے سے انکار کر دیا تھا بلکہ شادی کے تمام اخراجات خود اُٹھانے کا وعدہ کر لیا تھا۔ ساجدہ نے اس معاملے میں خاصا فساد کیا لیکن جب شاکرہ نے سرِ تسلیم

خم کیا ہوا تھا تو ساجدہ کی ساری مزاحمت اکارت ہو گئی اور بالآخر شاکرہ اپنے تمام ارمانوں کو بابل کے آنگن میں ہی دفن کر کے ایک ایسے شخص کے ہمراہ رخصت ہو گئی جس کے سر پر گنتی کے بال رہ گئے تھے اور منہ کے کئی دانت بھی گر چکے تھے۔

صابرہ تو اسم بامسمیٰ تھی، جو مل گیا۔ کھا لیا...... جو پہنا دیا پہن لیا اُسے نہ تو فیشن کا کچھ پتہ ہوتا نہ نت نئے ذائقوں کا...... ساجدہ جب مزے لے لے کر یونیورسٹی کے قصے چھیڑتی تو صابرہ دانتوں تلے انگلی داب لیتی۔ پھر ساجدہ کے رویے میں نمایاں تبدیلی دیکھنے میں آئی۔ خود ہی خود مسکراتے رہنا، ہر وقت گنگناتے رہنا اس کا معمول بن گیا، یونیورسٹی جاتے وقت تیار ہونے میں کافی وقت لگاتی پھر آئینے میں خود کو مختلف زاویوں سے دیر تک دیکھتی رہتی۔ صابرہ نے پوچھا "جو کیا بات ہے آخر......" تو وہ ٹپٹا سی گئی...... دونوں میں سال بھر کی چھوٹائی بڑائی تھی۔ یہ تو صابرہ ہی کچھ بدھو سی تھی ورنہ اس ہم عمری میں تو آپس میں کوئی راز راز نہیں رہتا...... پھر صابرہ گھر کے کاموں میں مصروف ہوئی تو بات آئی گئی ہو گئی۔

ایک روز ساجدہ کی امی کو مہینے کا حساب کتاب کرنے کے لئے قلم چاہئے تھا۔ انہیں شک تھا کہ اُن کا قلم پاندان سے ساجدہ نے ہی اُچک لیا ہوگا تو اسی خیال سے وہ اس کے پرس میں تلاش کرنے لگیں، ٹٹولتے ہوئے پرس کی تمام اشیاء گر کر فرش پر بکھر گئیں، ان میں ایک رنگین تصویر پر جب امی کی نظر پڑی تو وہ اس بھیانک انداز میں چلائیں کہ صابرہ ہولتے دل کے ساتھ کچن سے دوڑی، گھبراہٹ میں وہ دیوار سے بُری طرح ٹکرا بھی گئی کمرے میں پہنچی تو امی ساجدہ کی غیر موجودگی میں اُسے خوب صلواتیں سنا رہی تھیں۔ سامنے دھری تصویر میں جو ایک خوبرو نوجوان کے ہمراہ لجائی شرمائی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ اُسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ امی نے زندگی گزاری تھی دنیا دیکھی تھی لیکن وہ بھی جوان بیٹیوں کی امنگوں اور جذبات کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھیں۔ انہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ چونکہ وہ بہت غریب ہیں اور یہ غریبی اُن کے خیال میں خدا نے اُن کے مقدر میں لکھ دی ہے اس لئے وہ اپنی بیٹیوں کے اچھے بر نہیں تلاش کر سکتی تھیں اور نہ ہی کچھ جہیز تیار کر سکتی تھیں۔ اس احمقانہ طرز کی توکل و قناعت کو تو انہوں نے اس وقت سے اپنایا ہوا تھا جب اُن کے شوہر لگی لگائی پکی نوکری محض اپنی سست روی کی بناء پر چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ پھر کسی نے کہہ سن کر کہیں نوکر رکھا دیا تو ہفتوں چھٹی کرنے کی وجہ سے نکال دیئے گئے۔ زندگی کے بہت سے دن ان لوگوں نے ایسے گزارے تھے کہ جب اُن کے گھر چولہا نہیں جلا تھا اور یہ سب کچھ انہوں نے مقدر کا لکھا کہہ کر صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا ہوا تھا وہ تو بھلا ہو اُن کے مرحوم بھائی کا جو اُن کے شوہر کو ایک سرکاری محکمے میں رکھوا گئے، جہاں کام سوائے حاضری لگانے کے اور کچھ نہیں تھا۔ جبکہ بچیوں کے تعلیمی اخراجات وظیفوں اور ٹیوشن سے پورے ہوتے رہے۔ اُن کے ماں باپ نے شاید یہ بات تو گھٹی میں ہی پلا دی تھی کہ شوہر مجازی خدا ہوتا ہے اُس سے حجت کرنا تو عذاب کو دعوت دینا ہے ظاہر ہے جس عورت کے لئے خدا کا مجازی روپ (نعوذ باللہ) انتہائی کاہل الوجود ہو وہ حقیقی خدا سے کیا اُمیدیں اور توقعات وابستہ کرے گی۔ اس کے تو ذہن میں یہ خیال بھولے سے بھی نہیں آئے گا کہ خدا تو مخلوق کے لئے مجسم محبت اور رحمت ہے، بس ذرا سی کوشش کی دیر ہے وہ ہر ایک کی بگڑی بناتا ہے ہر ایک کو طلب سے سوا دیتا ہے۔

جو ٹیوشن پڑھا کر آئی تو امی نے گدی سے پکڑ کر پلنگ پر دھکیل دیا اور جھاڑو سے اس کی مرمت شروع کی تو جو نے جھاڑو ہاتھ میں پکڑ لی اور ایک طرف پھینک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر امی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی "آپ نے میرے پرس میں وہ تصویر دیکھ لی ہے نا...... تو لیں یہی بات ہے نا...... تو کان کھول کر سن لیں میرا وجاہت کے ساتھ قانونی نکاح ہو چکا ہے...... وجاہت کے گھر والوں نے مجھے

قبول کرلیا ہے اب اگر آپ لوگ عزت کے ساتھ مجھے رخصت نہیں کریں گے تو وہ لوگ قانونی طور پر مجھے لے جائیں گے...... شہر کے معزز ترین لوگوں میں اُن کا شمار ہوتا ہے......"

"ہونہہ! معزز ترین لوگ...... ارے وہ لوگ اچھے تھے تو ہم سے رشتہ مانگنے کیوں نہیں آئے؟"

"آپ رشتہ دے دیتیں بھلا؟...... آپ کو گنجے سر اور پوپلے منہ کے علاوہ کوئی پسند آتا ہے"۔

امی کافی دیر تک روتی رہیں اور جیسے ہی وہ باتھ روم گئیں، ساجدہ چھلاوے کی طرح اپنے چند کپڑے بیگ میں ٹھونس کر یہ جا وہ جا ہو گئی...... پھر نہ ساجدہ نے اپنے گھر کی خبر لی نہ گھر والوں نے کوئی تلاش کی۔ محلے والوں کو کہہ دیا کہ ساجدہ کو اُس کی ممانی کوئٹہ لے گئی ہیں وہیں پر اُس کی شادی بھی ہو جائے گی وغیرہ وغیرہ...... ساجدہ کے جانے کے بعد گھر کے ماحول میں ایک عجیب سی تبدیلی نمودار ہوئی وہ تبدیلی یہ تھی کہ گھر میں ورد و ظائف کا زور و شور سے آغاز ہو گیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس المیہ سے سبق سیکھ کر اپنی غلطی تسلیم کی جاتی اور اپنے ذہن میں موجود اس ظالم اور خوفناک خدا کی نفی کر کے جو ہمہ وقت اپنی کمزور اور لاچار مخلوق کو جہنم میں جھونکنے کے درپے رہتا ہے اُس حقیقی خدا سے رابطہ قائم کیا جاتا جو تمام عالمین کی محبت اور رحمت کے ساتھ پرورش کر رہا ہے۔ لیکن یہاں تو خوف کے دبیز سائے نے ذہنوں کو مزید جمود زدہ کر ڈالا۔ اس پر مستزاد یہ کہ میلاد والی باجی کا گھر میں خوب آنا جانا شروع ہو گیا جو ہر روز جہنم میں دہکنے والے ہولناک الاؤ کی یوں تصویر کشی کر کے جاتیں گویا خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئی ہیں۔ تعلیم یافتہ خواتین کے لئے تو ان کی اس ایجاد کردہ جہنم میں بڑی دردانگیز سزائیں موجود تھیں۔ جن کا تذکرہ وہ اکثر کیا کرتیں۔ درحقیقت اُن کی نظر صابرہ پر تھی، جسے وہ اپنے بھتیجے صاحبزادے حمید کی بیوی بنانے کے خواب دیکھ رہی تھیں اور بالآخر وہ اس میں کامیاب بھی ہو گئیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے پانچ سال بھی گزر گئے۔ ان پانچ سالوں میں شاکرہ کے شوہر کا انتقال ہوا تو اُس کے سسرال والوں نے اُسے گھر سے نکال باہر کر دیا۔ امی پہلے ہی ساجدہ کے غم میں نڈھال تھیں شاکرہ کی وجہ سے بالکل ہی ڈھے گئیں اور پلنگ سے ایسی لگیں کہ پھر نہ اُٹھ سکیں اور اُن کا جنازہ ہی اُٹھا۔ اُدھر صابرہ کو دن رات پیارے نبیؐ کی سنت کا تذکرہ کرنے والی "میلاد والی باجی" ابو جہل کی رشتہ دار محسوس ہونے لگیں اگر معاشرتی دباؤ نہ ہوتا اور دنیا والوں کا خوف نہ ہوتا تو شاید وہ اُس کی بیٹیوں کو زندہ ہی دفن کروا دیتیں اور رہا حمید کا سوال تو اپنے ذہن سے سوچنا اُس نے کبھی سیکھا ہی نہ تھا۔ زندگی کے یہ پانچ سال صابرہ کے لئے انتہائی اذیت ناک تھے۔ ان پانچ سالوں کی پوری داستان صابرہ نے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں ساجدہ کو سنا ڈالی۔ اسی اثناء میں نرس صابرہ کی نومولود بیٹی کو لے آئی تھی۔ جسے ساجدہ نے فوراً ہی اپنے ہاتھوں میں لے لیا...... اور صابرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "آپی! اللہ نے مجھے بہت عزت دی ہے میرے سسرال والے میرے گرویدہ ہیں، چار سال میں نے امریکہ میں گزارے، اب میں یہاں ویمن بنک میں مینیجر ہوں، میرے میاں شہر کے بہترین وکیل ہیں۔ لیکن میں اب تک بے اولاد ہوں...... میں ان پانچ سالوں کا کفارہ ادا کروں گی...... اب سمجھ لو تمہارے سب غم ختم ہو جائیں گے...... دراصل عورت ہی عورت کی دشمن ہو جاتی ہے، عورت ہی عورت کے حقوق پر اپنے پیر رکھ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور یہ نہیں سوچتی کہ وہ خود بھی تو ایک عورت ہے...... دیکھ لو اب تمہاری ساس کو تمہاری بیٹیاں زہر لگتی ہیں وہ یہ بھول گئی ہے کہ وہ خود بھی تو کسی کی بیٹی ہی ہے...... عورت ہی ہے نا......"

"ہاں جی! بیٹی تو اللہ کی رحمت ہوتی ہے"۔ نرس نے زوردار لہجے میں کہا تو دونوں نمناک آنکھوں کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا دیں۔

گذشتہ قسط کا خلاصہ : عاقب شام کے وقت ایک ویران بستی میں پہنچا۔ وہاں ایک مکان کے ملبے سے اسے شہد کی بوتل مل گئی جس سے اس نے اپنی پیاس بجھائی۔ وہاں سے وہ ایک جگہ پہنچا جہاں کچھ لوگ خستہ حالت میں تھے۔ انہیں دیکھ کر اس کا دل بھر آیا وہ اللہ سے دعائیں مانگتا ہوا سو گیا، صبح اس نے دیکھا کہ یہ خستہ حال لوگ مُردہ لاش کو جانوروں کی طرح بھنبھوڑ کر کھا رہے تھے یہ دردناک منظر دیکھ کر وہ وہاں سے اندھا دھند بھاگا۔ اسے دور ہرے بھرے درخت نظر آئے یہ کھجور کے درخت تھے یہاں ایک چھوٹی سی بستی تھی ایک بوڑھا اس سے بولا اگر تم یہاں رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو، ایک رات عاقب نے خواب میں دیکھا کہ خضر بابا نے اسے ایک پہاڑ پر رہنے والے بزرگ سے ملوایا۔ کچھ روز کے بعد اس نے خواب میں پہاڑ والے بزرگ کو دوبارہ دیکھا انہوں نے اپنا گھوڑا عاقب کو لینے بھیجا ہے، عاقب رات ہی میں اُس گھوڑے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ گھوڑا برق رفتاری سے سفر کرتا ہوا ایک شہر میں داخل ہوا جو پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا...... **(اب آپ آگے پڑھئے)**

یہ لوح محفوظ کی کہانیوں میں سے ایک انمٹ کہانی ہے
جو دل کے تاروں پر بار بار دہرائی جانے والی ہے ......

پانچویں قسط

کئی دکانوں کے بورڈ پر اسے گھنٹہ ولکھا دکھائی دیا۔ وہ حیران رہ گیا کہ چند گھنٹوں میں وہ انقرا (ترکی) سے گھنٹہ و کیسے پہنچ گیا اور اسے تھکن کا بھی کوئی احساس نہ تھا۔ اب اس کے دل پر رحمٰن بابا کی کرامات کا رعب سا پڑنے لگا وہ سوچنے لگا رحمٰن بابا کوئی بہت ہی بڑے بزرگ ہیں۔ پہاڑوں میں رہتے ہوئے بھی وہ اتنی اتنی دور تک دیکھ سکتے ہیں۔ اسے اپنے ابو کی بات یاد آئی۔ وہ کہتے تھے بیٹا روح کی آنکھ آسمانوں اور زمینوں میں ہر طرف دیکھ سکتی ہے اور روح کی آنکھ ہر شئے کے ظاہر اور باطن دونوں کو یکساں طور پر دیکھتی ہے۔ اللہ کے وہ بندے جو روح کی آنکھ سے دنیا کو دیکھتے ہیں۔ وہ جب دنیا کی کسی شئے یا کسی فرد کو دیکھتے ہیں تو ان کی نظر اس شئے یا اس فرد کے دل تک پہنچ جاتی ہے اور وہ اس کے دل کے خیالات اور اندرونی کیفیات کو جان لیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ پھر اپنے تصرف اور ارتکاز توجہ سے فرد کے خیال میں اپنے خیال کی روشنی شامل کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ فرد کا خیال روحانی بندے کی روشنیوں سے لبریز ہو جاتا ہے اور وہ روحانی بندے کے خیال کو اپنا خیال سمجھ لیتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ اس وقت تو ابو کی بات عاقب کو اتنی اچھی طرح سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ مگر

اب اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی تھی کہ ساری دنیا میں خیالات کی ترسیل کا سلسلہ اسی طرح جاری ہے۔ ایک کا خیال دوسرے کے دماغ میں ڈھل کر جب باہر نکلتا ہے تو وہ اسے اپنی ہی تخلیق سمجھتا ہے۔ جیسے سیپی میں بارش کا قطرہ جب گر پڑتا ہے تو سیپی اسے اپنی تخلیق سمجھتی ہے اور قطرے کا نشان تک چھپا لیتی ہے۔ حقیقت مجاز کے پردوں میں چھپ کر کام کر رہی ہے۔

گھوڑا قراقرم کے پہاڑی سلسلے میں داخل ہو چکا تھا۔ سرد ہواؤں کے تھپیڑوں نے اس کے دوران خون کو اور تیز کر دیا۔ خون کی لالی چہرے سے جھلکنے لگی۔ اس نے جیب سے شہد کی بوتل نکالی اور تھوڑا سا شہد کھایا۔ پھر گھوڑے کی گردن پر تھپتھپا کے کہنے لگا۔ یار ذرا جلدی سے رحمٰن بابا کے پاس لے چلو نا۔ سردی لگ رہی ہے۔ گھوڑے نے اس طرح گردن ہلائی جیسے سب کچھ سمجھ گیا۔ گھوڑا پہاڑی راستے میں اونچائی کی طرف چلتا رہا اور کوئی ایک گھنٹے کے بعد ایک مقام پر ٹھہر گیا۔

عاقب نے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ وہ جان گیا تھا کہ اس کی منزل آگئی ہے اسے سوائے پتھریلے پہاڑوں کے کچھ دکھائی نہ دیا تو وہ گھوڑے سے اتر آیا۔ اتر کے اسی سیدھ میں کچھ آگے بڑھا تو راستہ اس قدر پتلا تھا کہ وہ جان گیا کہ اتنے پتلے راستے پر گھوڑے کا چلنا مشکل تھا۔ یہ پتلا راستہ جا کر دائیں طرف کو مڑ گیا۔ جیسے ہی وہ دائیں جانب مڑا اسے کچھ فاصلے پر غار کے دہانے پر ایک بزرگ کھڑے دکھائی دیئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ رحمٰن بابا نے زور سے پکارا "۔ آؤ آؤ عاقب بیٹے"۔

عاقب نے بھی بیک وقت آواز دی۔ "السلام علیکم رحمٰن بابا"۔ اور تیزی سے دوڑ کر رحمٰن بابا کے پاس پہنچ گیا۔

رحمٰن بابا نے اپنی بانہیں پھیلا دیں اور عاقب کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ ایک مدت بعد پدرانہ محبت کا لطف عاقب کو ماضی میں لے گیا۔ اس کی آنکھوں کا سیلاب امنڈ آیا۔ تھوڑی دیر رونے کے بعد وہ سنبھل گیا۔ رحمٰن بابا اسے غار کے اندر لے آئے۔ غار میں داخل ہوتے ہی اسے محسوس ہوا کہ غار تو بہت ہی وسیع ہے۔ اندر ہی اندر نہ جانے کہاں تک اس کا پھیلاؤ تھا۔ یہ بڑا سا کمرہ اچھا خاصا ایک ہال تھا۔ جس پر گرم نمدے کا فرش تھا اور اس نمدے پر بہت سی بھیڑ کی کھالیں جگہ جگہ بچھی تھیں۔ رحمٰن بابا نے نہایت ہی شفقت سے عاقب کو ایک سفید ملائم سی کھال پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ عاقب کا ذہن اس وقت بالکل خالی تھا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہے وہ بس چپ چاپ رحمٰن بابا کا مسکراتا نورانی چہرہ تکے جا رہا تھا۔ رحمٰن بابا نے مٹی کی ایک چھوٹی سی مٹکی سے سلوری گلاس میں دودھ انڈیلا اور عاقب کو دیا۔ کہنے لگے۔ بیٹا اسے پی لو۔ تم اتنے لمبے سفر پر ضرور تھک گئے ہوگے۔ عاقب نے ایک گھونٹ ٹھنڈا شیریں دودھ پیا۔ اس کے ذہنی ٹھہراؤ میں کچھ حرکت پیدا ہوئی۔ وہ لمبا سانس لیتے ہوئے بولا "رحمٰن بابا آپ کا گھوڑا تو ہوائی جہاز سے بھی اچھا ہے۔ بغیر تھکے ہوئے اتنے جلدی یہاں پر پہنچ جانا آپ کی کرامات ہی کہی جاسکتی ہے۔ پھر یہ کہ ایک جگہ بھی کسی سے راستہ پوچھنا نہیں پڑا۔ وہاں تنہا یہاں اتر آیا۔ نہ تھکن کا خیال آیا۔ نہ بھوک پیاس لگی"۔

رحمٰن بابا مسکرائے "بیٹے اللہ کی راہ کا ہر قدم اللہ آسان بنا دیتا ہے۔ اللہ کے ذہن میں مشکل اور ناممکن لفظ نہیں ہے۔ یہ الفاظ تو انسان کے کمزور ارادے کی تخلیق ہیں۔ جب انسان کی نظر اپنے نفس کی کمزوری پر ہوتی ہے تو اسے کام مشکل نظر آتا ہے۔ مگر جب آدمی کی نظر اپنے نفس سے ہٹ کر اللہ پر ہوتی ہے تو اس کی فکر اور سوچ اللہ کے ارادے کے مطابق ہوتی ہے اور اس کا ہر کام آسان ہو جاتا ہے"۔

عاقب نے پوچھا "رحمٰن بابا میرے لئے کیا حکم ہے"۔

رحمٰن بابا بولے "ابھی تم تھوڑی دیر سو جاؤ۔ جب اٹھو گے تو پھر بات کریں گے"۔ یہ کہہ کر رحمٰن بابا نے عاقب کو نمدے کا ایک چھوٹا سا کمبل اوڑھا دیا۔ جس کے دوسرے

رخ پر بھیڑ کی کھالیں سلی ہوئی تھیں۔ نرم گرم بستر میں لیٹتے ہی عاقب غافل ہو گیا۔ اس نے ایک عجیب سا خواب دیکھا اس نے دیکھا۔

"کھلے آسمان کے نیچے عدالت لگی ہوئی ہے۔ بنچوں پر بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ سامنے ایک بڑا سا منبر ہے۔ جس پر بہت سی فائلیں رکھی ہیں۔ میز پر سامنے کی طرف بڑی سی کرسی ہے جن پر ایک بارعب ہستی جج کی صورت میں بیٹھے ہیں۔ میز کے دوسری طرف جج کے سامنے والی کرسی پر عاقب بیٹھا ہے۔ جج کے داہنی جانب کرسی پر رحمٰن بابا تشریف رکھتے ہیں۔ جج اور رحمٰن بابا دونوں کی نظر عاقب پر ہے۔ جج پوچھتا ہے "تمہارا نام کیا ہے؟"

عاقب نے جواب دیا "مجھے عاقب کہتے ہیں"۔

جج رحمٰن بابا کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں "یہ کون ہیں؟"

عاقب کہتا ہے "یہ رحمٰن بابا ہیں"۔

اب جج آسمان پر سورج کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں "یہ کیا ہے؟" عاقب کو سورج میں رحمٰن بابا کی شبیہ دکھائی دیتی ہے وہ کہتا ہے "یہ رحمٰن بابا ہیں"۔

پھر جج چاند کی طرف اشارہ کر کے پوچھتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ "عاقب کو چاند میں بھی رحمٰن بابا نظر آتے ہیں۔ غرض کہ جج چاند ستارے، آسمان دنیا کی ہر شے کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے اور عاقب کو ہر شے میں رحمٰن بابا دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ہر ایک کو رحمٰن بابا کہتا ہے۔ آخر میں جج عاقب کے سینے کی طرف اشارہ کر کے پوچھتا ہے۔ یہ کون ہے۔ عاقب ایک لمحے سر جھکا کر اپنے سینے کی طرف دیکھتا ہے۔ سینے پر اسے چوکور آئینہ فٹ دکھائی دیتا ہے اور اس آئینے میں رحمٰن بابا کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے رحمٰن بابا ہیں اب جج کہتا ہے جب سب کچھ رحمٰن بابا ہے پھر تم کون ہو۔ عاقب ایک لمحے کو اپنے ذہن پر زور ڈالتا ہے میں کون ہوں میں، میں، میں اور پھر جیسے وہ اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے میں رحمٰن بابا ہوں۔ اسی وقت رحمٰن بابا ایک رنگین روشنی کے ہیولے کی صورت میں آہستہ آہستہ اس کے قریب آتے ہیں اور اس کے اندر سما جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی آنکھ کھل جاتی ہے"۔

آنکھ کھلی تو رحمٰن بابا اس کے برابر میں بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے سلام کیا اور جلدی سے اٹھ بیٹھا رحمٰن بابا بولے۔ فجر کا وقت ہوا چاہتا ہے کہو آرام کی نیند آئی۔ عاقب نے کہا "حضور نیند تو ایسی اچھی آئی کہ مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں اتنا لمبا سویا اور ایک عجیب سا خواب بھی دیکھا ہے اجازت ہو تو عرض کروں"۔

رحمٰن بابا نے مسکراتے کہا "ضرور کہو۔ شاید ہم اس کی کچھ تعبیر بتا دیں"۔

عاقب نے پورا خواب انہیں سنایا۔ رحمٰن بابا بولے "جب تم آئینہ میں اپنا عکس دیکھتے ہو تو تمہاری پوری توجہ اپنے عکس پر ہوتی ہے۔ پھر تم اپنے عکس کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہو تمہاری ساری دلچسپی کا مرکز تمہارا اپنا عکس ہوتا ہے۔ آئینے کی طرف خیال بھی نہیں جاتا۔ آئینہ موجود ہوتے ہوئے بھی تمہارا ذہن آئینے کی نفی کر دیتا ہے۔ یعنی ذہن اپنی تمام روشنیاں آئینے سے ہٹا کر صرف تمہارے عکس میں جمع کر دیتا ہے۔ جب قلب کی نگاہ ایک نقطہ فکر پر مرکوز ہو جاتی ہے تو یہ نقطہ نور کا نقطہ بن جاتا ہے۔ نور کا ہر نقطہ پوری کائنات ہے۔ خواب میں تم نے قدرت کے اسی اصول کا مشاہدہ کیا ہے۔ خواب کے حوالے سے تمہاری روح کی فکر اور قلب کی نگاہ کا مرکز رحمٰن بابا کی ذات ہے۔ روح کی فکر کا ہر نقطہ نور کا نقطہ ہے۔ قلب کی نگاہ اس نقطے میں کائنات دیکھ رہی ہے۔ سنو بیٹے قلب کی نظر تمہارے خواب کے جسم کی آنکھ ہے۔ یہ آنکھ روح کی فکر کی روشنی میں دیکھتی ہے۔ اس طرح روح کی فکر اور قلب کی نظر دونوں بیک وقت کام کرتی ہیں۔ فکر کی روشنی میں اپنے مرکز سے پھیلاؤ یعنی گریز کی فطرت کام کر رہی ہے اور نظر کی روشنی میں مرکز پر سمٹنے یعنی کشش کی فطرت کام کر رہی ہے۔ نظر اپنی فطرت کے مطابق فکر کی روشنی میں مرکز نگاہ

پر سکتی ہے۔ روح کی فکر اس روشنی کو اپنی فطرت کے مطابق چلنے پر مجبور کرتی ہے۔ اس طرح نظر کی روشنی فکر کے نور کے ایک ذرے یا مرکز سے دائروں میں پھیلتی ہے۔ نظر کی روشنی کا ہر پھیلاؤ کائنات کا ایک ڈائی مینشن ہے۔ نظر جب روح کی فکر کی روشنیوں کو پوری طرح جذب کر لیتی ہے تو فکر کی روشنی نگاہ کی روشنی پر غالب آجاتی ہے۔ اسی کو ذہن کی مرکزیت کہتے ہیں۔ پھر نگاہ کی روشنی کے ہر پھیلاؤ میں کائناتی ڈائی مینشن کے اوپر ذہن کی مرکزیت کی تصویر چھپتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام کائناتی ڈائی مینشن اس تصویر کے پس پردہ چھپ جاتے ہیں۔ جیسے سورج کی روشنی چاند ستاروں کو چھپا لیتی ہے۔ یاد رکھو نظر کی ازلی مرکزیت اللہ ہے جس پر وہ پیدا کی گئی ہے"۔

رحمٰن بابا اور عاقب صبح کی نماز و اشغال سے فارغ ہوئے تو صبح پوری طرح روشن ہو چکی تھی۔ رحمٰن بابا بولے "کل تو تم آتے ہی سو گئے تھے تو آج ہم تم کو اپنی جنت دکھاتے ہیں"۔ رحمٰن بابا نے خود بھی گرم شال اوڑھی اور عاقب کو بھی دی کہ باہر سردی ہے۔ غار سے باہر پہاڑ کو اونچے نیچے پتھروں سے صاف کر کے ہموار زمین بنی ہوئی تھی اور اس زمین پر مکئی اور گیہوں بوئے ہوئے تھے۔ عاقب نے پوچھا "حضور یہ سب کام آپ نے کئے ہیں"۔

رحمٰن بابا بولے "اللہ کا ایک بندہ یہاں آتا ہے وہ بکریوں کی بھی دیکھ بھال کرتا ہے اور یہ دانے بھی بو جاتا ہے۔ کبھی کبھی میں بھی اس کے ساتھ لگ جاتا ہوں"۔

عاقب نے پوچھا "آپ کے پاس بکریاں بھی ہیں"۔

وہ بولے "ہاں بہت ساری ہیں۔ آؤ دکھاتے ہیں"۔

یہ کہہ کر رحمٰن بابا اسی پتلے سے راستے پر ہو لئے۔ جس پر چل کر عاقب غار میں پہنچا تھا۔ دونوں چلتے ہوئے اس مقام پر آگئے جہاں گھوڑے نے عاقب کو اُتارا تھا۔ اس جگہ سے ذرا فاصلے پر گھوڑا کھڑا تھا۔ یہاں پہاڑ پر خوب بڑے بڑے گھنے درخت تھے۔ بہت ہریالی تھی۔ اسی ہریالی میں بہت ساری بھیڑیں اور بکریاں آزادی کے ساتھ چر رہی تھیں۔ مخملیں سبزے پر سفید سفید بھیڑیں سبزے کا ہی حصہ لگ رہی تھیں۔ عاقب کا دل خوشی سے کھل اُٹھا

"رحمٰن بابا یہ تو سچ مچ جنت ہے"۔

رحمٰن بابا نے مسکرا کے کہا "بچے اسی لئے تو تمہیں ہم کھینچ رہے تھے"۔

عاقب بولا "رحمٰن بابا طوفان نے دنیا کو تہس نہس کر دیا ہے۔ مگر یہاں تو طوفان کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے"۔ رحمٰن بابا بولے "اللہ اپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے رکھتا ہے جسے چاہتا ہے ختم کر دیتا ہے۔ بندوں سے دنیا کی رونق ہے۔ بندے ختم ہو گئے تو دنیا بھی ختم ہو جائے گی۔ وہ کسی کو مارتا ہے کسی کو جلاتا ہے قدرت کے کاموں میں انسان اس کا معاون ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے دنیاوی امور کی خدمات لیتا ہے۔ دیئے سے دیا جلتا ہے اللہ کے خدمت گار دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنی جگہ کام کرنے والے چھوڑ جاتے ہیں۔ تاکہ قدرت کا کاروبار چلتا رہے"۔

عاقب نے کہا "رحمٰن بابا جن لوگوں سے نکال کر آپ نے یہاں مجھے بلایا ہے۔ وہ تو انسان کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہیں۔ طوفان نے انہیں کیا سے کیا بنا دیا ہے۔ رحمٰن بابا کیا وسائل کی کمی انسان کو حیوان بنا دیتی ہے"۔

رحمٰن بابا بولے "بیٹے جو وسائل کو زندگی کا سورس سمجھتے ہیں۔ وہی لوگ وسائل کی کمی کی وجہ سے خراب ہوتے ہیں۔ جو اللہ کو زندگی عطا کرنے والا جانتے ہیں۔ ان کی نظر اللہ پر ہوتی ہے۔ ان کے لئے وسائل مہیا کرنے کی ذمہ داری اللہ پر ہوتی ہے اور اللہ اپنی ذمہ داری نبھانا خوب جانتا ہے۔ بیٹے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے آپ پیاسے ہوں اور سمندر کو چھوڑ کر سمندر سے نکلی ہوئی ایک بوند کی طرف لپک جائیں۔ سعی لاحاصل اسی کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر آیت قدرت کا قانون ہے۔ سورہ البقرہ کی آیت 155 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور

مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو"۔

عاقب نے کہا "مگر رحمٰن بابا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بندہ تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ پھر اللہ اسے کیوں آزماتے ہیں۔ اللہ میاں بندوں کی کمزوری سے واقف ہوتے ہوئے بھی اسے اس کشمکش سے گزارتے ہیں"۔

رحمٰن بابا نے پوچھا "جب تم مڈل کلاس میں تھے۔ تمہارا ٹیچر کتنا پڑھا ہوا تھا"۔ عاقب نے جواب دیا "وہ بی اے تھے"۔

رحمٰن بابا بولے "مڈل کے امتحان کے پیپر میں تمہارے ٹیچر نے بی اے کے سوال رکھے تھے یا مڈل کلاس کے"۔

عاقب نے حیران ہو کر کہا "مڈل کے"۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ ٹیچر میری قابلیت کا امتحان لے گا تو میری قابلیت کے دائرے میں ہی تو سوال کرے گا۔ رحمٰن باب نے شاید اس کا ذہن پڑھ لیا۔ فوراً بولے "یہی تو میں بھی تم سے کہتا ہوں۔ ٹیچر تمہاری قابلیت کا امتحان لے گا تو تمہاری قابلیت کے دائرے میں ہی تو سوال کرے گا"۔

عاقب اپنے دل کی بات رحمٰن بابا کی زبان سے سن کر چونک گیا۔ رحمٰن بابا پھر بولے "بچے اللہ نے انسان کو اپنا نائب بنایا ہے اور زمین پر اپنے خلیفہ کی حیثیت سے اس کا تقرر کیا ہے۔ انسان کے لئے نیابت و خلافت ایک علمی کورس ہے۔ جس کورس کی تکمیل کے لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اللہ کی آزمائشیں اسی کورس کے ٹیسٹ پیپرز ہیں۔ دنیا میں جب بندہ یہ امتحان پاس کر لیتا ہے تو آخرت میں اس کی علمی قابلیت اور صلاحیتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ اسے اس کورس کا سرٹیفیکیٹ دیتے ہیں۔ قرآن میں جہاں بھی آزمائش کا ذکر آیا ہے۔ جان لینا چاہئے کہ انسان کی آزمائش نیابت و خلافت کی فکر کے دائرے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر فکر قدرت کا نظام ہے جو کبھی نہیں بدلتا۔ دنیا میں لوگ آتے رہیں گے مٹتے رہیں گے۔ مگر اللہ کی فکر کی روشنی اسی طرح قائم رہے گی۔ ہر دور میں جب بھی انسان دنیا میں آئے گا وہ اللہ تعالیٰ کی نیابت و خلافت کی فکر کی روشنی میں آئے گا۔ دنیا میں انسان کو اس فکر کی روشنی سے مسلسل فیڈنگ ملتی رہتی ہے۔ یہی فیڈنگ بندے کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ اسی نور کی قوت سے کوئی آدمی شیر، ہاتھی، وہیل مچھلی، ریچھ، سانپ، چیتا اور ایسے ہی بے شمار درندوں اور موذی جانوروں کو قابو میں کر لیتا ہے۔ جو آدمی کے اپنے وزن و جسم سے کئی گنا بڑے اور خونخوار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فکر کی روشنی جسمانی و روحانی دونوں سطح پر آدمی کی نشوونما کر رہی ہے۔ جس طرح جسمانی طور پر آدمی اپنے سے کئی گنا بڑے اجسام کو قابو میں کر لیتا ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر بھی انسان اپنی روحانی صلاحیتوں سے باخبر ہو کر انہیں دوسری مخلوقات کی نسبت زیادہ سے زیادہ استعمال میں لانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تاکہ مرنے کے بعد اللہ کے نائب و خلیفہ کی صورت میں اسے کسی اور پلانٹ پر اتارا جائے اور وہاں پر اس سے اللہ تعالیٰ کی خلافت کی ذمہ داریوں کے فرائض کے کام لئے جائیں"۔

عاقب نے سوال کیا "رحمٰن بابا جو لوگ اللہ کی آزمائشوں کے ٹیسٹ میں فیل ہو جائیں ان کا کیا بنے گا"۔

رحمٰن بابا نے سوال پر سوال کیا "جو لوگ امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔ وہ کہاں جاتے ہیں؟"

عاقب بولا "وہ اسی کلاس میں رہ جاتے ہیں"۔

رحمٰن بابا نے جواب دیا "پس اللہ کے امتحان میں فیل ہونے والے بھی اسی حالت میں رہ جائیں گے، اللہ میاں کہتے ہیں۔ تم جس حالت میں مرو گے اسی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔ مرنے کے بعد بھی ان کے حواس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہاں کنفیوز اور پریشان ہوں گے تو وہاں بھی اسی طرح رہیں گے اور تم جانتے ہو کہ کنفیوز و پریشان کمزور ہوتا ہے خود مغلوب ہونے والا دوسروں کو

کیسے زیر کرے گا۔ پس ایسے انسانوں کا درجہ جانوروں کے درجے میں شمار ہوتا ہے اور جانور اللہ کے نائب اور زمین پر اللہ کے خلیفہ نہیں ہیں۔ انسان اپنے درجے سے گر کر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعام کو کھو دیتا ہے۔ جو بھاری نقصان ہے اس نقصان سے جو دنیا میں وسائل کی کمی کی وجہ سے اٹھاتا ہے۔ رحمٰن بابا نے گہرا سانس لیا اور عاقب کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا "بیٹے اللہ بہت ہی رحیم و کریم ہے۔ وہ اپنے کمزور بندوں کی اصلاح کے لئے اپنے بندے بھیجتا رہتا ہے۔ تاقیامت دنیا میں ایسے بندے پیدا ہوتے رہیں گے جو نسل انسانی کو تباہی کے گڑھوں سے نکالنے میں ان کی مدد کریں گے"۔

رحمٰن بابا نے کچھ دیر پہاڑ پر اردگرد کے اس حصے کی سیر کرائی جہاں انہوں نے کاشت کاری کی ہوئی تھی اور جہاں انہوں نے بھیڑ بکریوں کے لئے چراہ گاہ بنائی ہوئی تھی۔ اس چراہ گاہ میں ان کی بھیڑ بکریاں چر رہی تھیں۔

رحمٰن بابا نے پوچھا "تمہیں دودھ دوہنا آتا ہے؟"

عاقب کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آج تک تو یہ کام کیا نہیں۔ مگر اب کرلوں گا اگر اللہ چاہے تو"۔ رحمٰن بابا بولے "زمان خان آتا ہی ہوگا۔ وہ تمہیں دودھ نکالنا سکھادے گا۔ آج سے تم اس کے ساتھ مل کر بکریوں اور کھیتی کی دیکھ بھال کرنا"۔

دونوں غار میں ابھی پہنچے ہی تھے کہ زمان خان آگیا۔ زمان خان گورا چٹا مضبوط آدمی تھا۔ رحمٰن بابا نے عاقب کا تعارف کرا کر کہا "اب یہ تمہارے ساتھ کام کریں گے"۔

زمان خان خوشدلی سے بولا "ضرور ضرور ہم اس کو بانسری بجانا بھی سکھائے گا۔ آؤ پہلے تم ناشتہ تو کرلو"۔ یہ کہہ کر اس نے ایک پوٹلی آگے بڑھائی"۔ دیکھو آج ہم بابا کے لئے مکئی کی روٹی اور مکھن لایا ہے"۔ رحمٰن بابا مسکرائے۔ "بھئی زمان خان روزانہ صبح صبح ہمیں مزے دار ناشتہ کراتے ہیں"۔ زمان خان فرش پر پوٹلی کھولتے ہوئے بولا "ارے ہمارے پاس کیا ہے۔ یہ مکئی بھی رحمٰن بابا کی ہے۔ مکھن بھی ان کی بکریوں کا ہے۔ ہم تو بس ادھر روٹی پکا کر لے آتا ہے"۔

تینوں نے مکئی کی گرم گرم روٹی مکھن کے ساتھ کھائی۔ دودھ پیا اور عاقب زمان خان کے ساتھ بکریوں کے پاس آگیا۔ دودھ نکالنے کے بعد زمان خان نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنی بانسری نکالی اور اسے بجانے لگا۔ پوری فضا جیسے وجد میں آگئی۔ بانسری سے سُر الگ ہو کر فضا میں رقصاں ہوگئے۔ عاقب نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے ذہن کے پردے پر موسیقی کی روح رقصاں تھی۔ سُر تھمے تو عاقب کی محویت بھی ٹوٹ گئی۔ اُس نے کہا "زمان خان۔ دودھ نکالنا تو ایک دفعہ ہی دیکھنے سے آگیا۔ مگر بانسری بجانے کے لئے تم سے روز سبق لینا پڑے گا"۔

زمان خان اپنی تعریف سن کر کھِل اٹھا اور فوراً بولا "سارا قبیلہ ہماری بانسری کی تعریف کرتا ہے۔ ہم تم کو روز سکھائے گا۔ تم ہمارا بھائی ہے"۔

عاقب روزانہ صبح صبح اٹھ کر نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتہ کرتے ہی زمان خان کے ساتھ باہر کام میں لگ جاتا۔ کام تو اتنا خاص نہ تھا۔ بس دونوں بیٹھے بانسری بجاتے۔ گھنٹوں اسی میں گزر جاتے۔ بھیڑ بکریاں عاقب سے اب مانوس ہوچکی تھیں۔ جب تک وہ بانسری بجاتا رہتا بھیڑ بکریاں اس کے آس پاس منڈلاتی رہتیں۔ وہ انہیں پیار کرتا۔ ان سے باتیں کرتا۔ اسے اپنی ماں کی بات یاد آتی وہ کہا کرتی تھی بیٹا آسمانی کتابوں میں بعض پیغمبروں کی زندگی کے حالات میں بکریاں چرانے کا ذکر ملتا ہے۔ ایک دن عاقب کو خضر بابا یاد آگئے۔ ان کی آواز ذہن میں گونجی "اندھیرا ہے، قندیل جلا" اس نے دل میں سوچا خضر بابا نے میرے لئے اندھیرا دور کرنے کا انتظام کردیا ہے۔ دل ہی دل میں وہ خضر بابا کا شکریہ ادا کرنے لگا۔

رات کو رحمٰن بابا کے بتائے ہوئے وظائف کی ادائیگی کے بعد جب وہ سونے کے لئے لیٹا تو خضر بابا کا خیال ذہن میں آگیا۔ نہ جانے انہیں غیب کے کیا کیا امور انجام دینے

ہوتے ہیں۔ روشنی کا ہلکا پھلکا جسم آن کی آن میں آسمان سے زمین پر اور زمین سے آسمان پر پہنچ جاتا ہے۔ کتنا مزا ہے۔ روشنیوں کا عالم کیسا لگتا ہے۔ کیا میرے امی ابو جاتے ہی وہاں کے ماحول میں سیٹ ہوگئے۔ طوفان میں بستی کی بستیاں تباہ ہوگئیں۔ اتنے سارے لوگ وہاں پہنچتے ہی کس طرح بس گئے۔ ضرور وہاں کا انتظام بہت ہی اچھا ہوگا۔ ابو کہتے تھے مرنے کے بعد کے عالم میں انسان کے ساتھ ملائکہ بھی کام کرتے ہیں۔ ملائکہ کیسے ہوتے ہیں۔ روشنی کے جسم کے ساتھ تو آدمی روشنی اور نور کی مخلوق دیکھ سکتا ہے۔ اس جسم کے ساتھ کیا کرے۔ انہی خیالات کو لے کر اسے نیند آگئی۔ اس نے خواب دیکھا،

"وہ عالم ملکوت میں فرشتوں کے درمیان موجود ہے۔ عالم ملکوت میں ہر طرف نور پھیلا ہوا ہے۔ بے شمار فرشتے تتلیوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔ ان کے جسم نہایت ہی لطیف ہیں۔ جو فضا میں پھیلے ہوئے نور میں اس طرح چمکتے ہیں جیسے ہیرا روشنی میں جگمگاتا ہے۔ عاقب فرشتوں کی حرکات و سکنات کو دیکھنے لگا۔ اتنے میں ایک فرشتہ آسمان سے اڑتا ہوا اس کی طرف آیا۔ ادب سے جھک کر سلام کیا۔ کہنے لگا، میرا نام رضائیل ہے۔ خضر بابا نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ فرشتہ عاقب کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ عاقب نے دیکھا کہ فرشتہ کے سر پر نور کی ایک دھار مسلسل آرہی ہے جو فرشتے کے اندر بھی داخل ہورہی ہے اور باہر سے بھی فرشتے کا سارا جسم اس روشنی کے دائرے میں ہے۔ عاقب اس جستجو کے ساتھ کہ یہ روشنی کہاں سے آرہی ہے روشنی کی شعاع کے ساتھ ساتھ اوپر دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہ شعاع کے اندر سفر کرنے لگی۔ حدِ نگاہ پر اسے خضر بابا کھڑے دکھائی دیئے۔ یہ روشنی ان کی پیشانی سے نکل کر نیچے آرہی تھی اور رضائیل کے سر سے گزر کر اس کے قلب سے نکل رہی تھی۔ فرشتے کے قلب سے نکل کر روشنی کی یہ شعاع عاقب کے قلب میں داخل ہوگئی۔ عاقب کو محسوس ہوا اس کا دل ایک کنواں ہے۔ یہ کنواں روشنی کی دھار سے بھرتا جارہا ہے۔ کچھ دیر بعد عاقب کو اس کنوئیں کی سطح پر آئینے کی طرح روشنیاں چمکتی دکھائی دیں۔ چمک دیکھتے ہی عاقب جان گیا کہ کنواں بھر چکا ہے۔ اسی وقت فرشتے سے روشنی آنی بند ہوگئی اور اب اوپر سے بھی روشنی کا بہاؤ بند ہوگیا۔

فرشتہ عاقب کے سامنے ادب سے جھکا اور آناً فاناً اڑتا ہوا فضا میں غائب ہوگیا۔ عاقب نے گہری سانس لی۔ اس نے محسوس کیا۔ فضا کی روشنیاں سانس کے ساتھ اس کے اندر داخل ہورہی ہیں۔ اس روشنی نے قلب میں داخل ہو کر قلب کے کنوئیں کی روشنی کو متحرک کردیا۔ جیسے تیز ہوا کا جھونکا دریا میں لہریں پیدا کردیتا ہے۔ جیسے ہی قلب کی روشنیوں میں ارتعاش ہوا۔ ایک لمحے کو جلترنگ کی سی آواز آئی اور قلب کی روشنیوں کی سطح پر جو آئینے کی مانند تھی۔ خضر بابا کا عکس نمودار ہوا۔ خضر بابا کہنے لگے "دل اندھا کنواں ہے۔ جس کی گہرائی اللہ ہے۔ اپنے دل میں اتر جا، اللہ مل جائے گا"۔

خضر بابا کے ان الفاظ کے ساتھ ہی عاقب کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے ذہن پر اب بھی خضر بابا کا عکس چھایا ہوا تھا۔ وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا۔ پاس ہی رحمٰن بابا بیٹھے اس کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔ بولے "بچے! سن لے دل اندھا کنواں ہے جس کی گہرائی اللہ ہے۔ اپنے دل میں اتر جا۔ اللہ مل جائے گا"۔ رحمٰن بابا کی آواز نے عاقب کے روئیں روئیں میں کرنٹ دوڑا دیا۔ وہ پوری طرح ہوش میں آگیا۔ حیرت سے بولا ابھی خواب میں خضر بابا یہی تو کہہ رہے تھے۔ آپ کو کیسے پتہ ہوگیا۔ رحمٰن بابا کا چہرہ دھندلے اندھیرے میں چاند کی طرح چمک اٹھا۔ انہوں نے شفقت سے اُسے دیکھا اور عاقب کے سر اور پشت پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگے۔ عاقب کو اپنے بدن میں کرنٹ دوڑتا محسوس ہوا۔

رحمٰن بابا کے ساتھ غار میں رہتے ہوئے عاقب کو تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ نہ جانے رحمٰن بابا کی کشش تھی یا

ان کی تربیت کا غلبہ کہ کبھی ایک مرتبہ بھی عاقب کے ذہن میں پہاڑ سے نیچے اترنے کا خیال تک نہ آیا۔ اس کی زندگی بہت ہی محدود تھی۔ شروع رات اور شروع دن کا بیشتر حصہ اوراد و وظائف، روحانی اسباق و عبادت میں گزرتا۔ دن بکریاں چرانے اور ضرورت کے مطابق کھیتی باڑی کرنے میں گزر جاتا۔ شروع شروع میں زمان خان دودھ نکالنے اور روٹی پکانے کا کام کرتا تھا۔ مگر پھر یہ کام بھی عاقب نے اپنے ذمے لے لئے۔ وہ رحمٰن بابا کے آرام کا پورا پورا خیال رکھتا۔ یہ مختصر سا طرزِ عمل مسلسل دھارے کی طرح زندگی کے دریا میں گرتا چلا جارہا تھا۔ دھارے کی قوت، عشق کے اٹوٹ بندھن میں حیات کو جکڑے جارہی تھی۔ عشق تو زندگی کی بنیاد ہے۔ عشق تو اللہ کی صفت ہے۔ عشق لامحدود ہے۔ جب زندگی لامحدودیت میں اپنا راستہ ڈھونڈتی ہے تو اس کی ہر حرکت امر ہو جاتی ہے۔ جب امر ربی اپنی احتیاج کو پہچان لیتا ہے تو وہ رہبر حق سے کبھی منہ نہیں موڑتا اور ساقی اپنے رند کو کبھی تشنہ نہیں رکھتا۔ عاقب کے یہ تین سال بھی جنت کی ہوا کے جھونکے کی طرح آن کی آن میں گزر گئے۔ جن کی خوشبو مشک جاں ہو گئی۔ ان تین سالوں میں سوائے زمان خان کے اور کوئی اس طرف نہیں آیا۔ نہ ہی رحمٰن بابا کبھی پہاڑ سے نیچے اترے۔ بہت پہلے زمان خان سے عاقب نے پوچھا بھی تھا کہ تم رحمٰن بابا کو کیسے جانتے ہو۔

وہ سنتے ہی بولا "ام رحمٰن بابا کو نہیں جانتا۔ رحمٰن بابا ام کو جانتا ہے۔ تم کو سب کچھ پتہ چل جائے گا"۔ زمان خان کے متعلق بس اتنا ہی عاقب کو پتہ تھا کہ وہ چھوٹے سے قبیلے کا ایک فرد ہے۔ اکیلا رہتا ہے۔ اس کے سوا نہ اس نے کبھی بتایا نہ اس نے کبھی پوچھا۔ عاقب تو جب سے طوفان سے بچ کر نکلا تھا۔ بس ایک یہی دھن اس کے اوپر سوار تھی کہ اس کی پیدائش کے وقت ماں نے جو وعدہ اللہ سے کیا تھا۔ اسے پورا کر دے۔ خضر بابا اور رحمٰن بابا نے جس مقصد حیات کی نشاندہی کی ہے۔ اس کی ذمہ داریوں سے منشائے الٰہیہ کے مطابق سبکدوش ہو۔ اس نے ہمیشہ اپنے ابو کے اس قول کو ذہن میں رکھا کہ "اللہ کی معبودیت مقام بندگی میں ظاہر ہوتی ہے"۔ ابو کے اس قول نے اس کی انا کو کبھی سرکشی پر ابھرنے نہ دیا۔ اس کی امی کہا کرتی تھیں "بیٹا کائنات کا خالق اور مالک اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ سارا کارخانہ حیات اس کی قدرت و احاطہ حکم و ارادے کے اندر ہے۔ بندہ اللہ کے ارادے کا پابند ہے۔ نہ کہ اللہ بندے کے ارادے کا۔ اپنی انا کو اللہ کی انا کے مقابل کبھی نہ کرنا۔ ورنہ تمہاری نگاہ اپنے نقطے پر مرکوز ہو کر رہ جائے گی اور قدرت کا وہ دائرہ جس نے تمہارے نقطے کا احاطہ کر رکھا ہے۔ تمہاری نگاہ سے چھپ جائے گا"۔ جب بھی ماں باپ کی نصیحتیں اسے یاد آتیں، اسے یوں لگتا۔ جیسے وہ کہیں دور نہیں گئے۔ خود اسی کے اندر کہیں چھپ کر بیٹھ گئے ہیں۔ پردے کے اندر پردے کے باہر۔ اندھیرا اجالا۔ زندگی موت۔ فنا بقا۔ سب حقیقت کے روپ ہیں۔ ایک حقیقت جو ہر گھڑی نت نئے روپ میں سامنے آرہی ہے۔ اس کی فکر حقیقت کے سمندر کی گہرائی میں ڈوب جاتی۔ جس کے نکالنے کے لئے اسے رحمٰن بابا اور خضر بابا جیسے رہنماؤں کی ضرورت تھی۔

ایک دن علی الصبح جب وہ سو کر اٹھا۔ تو رحمٰن بابا کہنے لگے۔ عاقب تم کو پتہ ہے کہ تمہیں رہتے ہوئے تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ عاقب نے مسکرا کے کہا۔ تین سال تو کیا آپ کے قدموں میں تو میں ساری زندگی بتا سکتا ہوں۔ آپ نے مجھے فطرت سے قریب کر دیا ہے۔ رحمٰن بابا نے پیار سے اس کے ہاتھ پھیرا۔

کہنے لگے "بیٹے کائنات کی ہر شئے اللہ کے حکم کی پابند ہے۔ اللہ کا ارادہ فطرت بن کر ہر شئے کے اندر کام کر رہا ہے۔ تم نے ان تین سالوں میں فطرت کا مطالعہ کیا۔ اب فطرت تم پر مزید اپنے اسرار کھولنا چاہتی ہے۔ آسام کی پہاڑیوں کے کسی غار میں گذشتہ پانچ سو سال سے اللہ کے کچھ نیک بندے سوئے ہوئے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 99 پر ملاحظہ کیجئے

آخری قسط

گذشتہ قسط کا خلاصہ: تمام غنڈے کرچی کی ساحرانہ طاقت سے ڈر کر بھاگ گئے اور چمپا آزاد ہو گئی۔ چنا کانگ کے کروڑ پتی لالو رام کا بد طینت بیٹا ساگر بیرون ملک سے پڑھ کر آیا تھا۔ وہ چمپا کی زلف کا اسیر ہو گیا۔ اس کی ماں نے چمپا کو نسرین اور جبار سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ ایک روز جبار کسی مریض کو دیکھنے اس کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا ایک شخص کے سینے میں خنجر پیوست ہے۔ جبار نے اس کے سینے سے خنجر نکالا اسی لمحہ اچانک کسی نے اس کی تصویر اتار لی۔ اسی وقت پولیس بھی آپہنچی۔ جبار نے پولیس کو اپنی بے گناہی کا یقین دلایا مگر اس کی ایک نہ سنی گئی اور لاک اپ میں ڈال دیا۔ ایس ایچ او نے کہا تم اپنے اقبالی بیان پر دستخط کر کے تشدد سے بچ سکتے ہو۔ جبار کے انکار پر اس نے تشدد کا آغاز کر دیا اور پوری قوت سے جبار کے جبڑے پر مکا رسید کر دیا، اس کے سارے بدن پر سنسنی دوڑ گئی...... **اب آپ آگے پڑھئے۔**

ملک کے نامور قلمکار ایم الیاس کے قلم سے لکھی گئی پُرتجسس اور پُرتحیر تحریر

مجھے اس لمحے ایسا محسوس ہوا کہ مکا میرے جبڑے پر پڑے گا اور میرے سارے دانت باہر آجائیں گے۔ دوسرے لمحے مجھے یقین نہیں آیا۔ سب انسپکٹر کا مکا میرے جبڑے پر پڑنے کے بجائے میری گردن کے پیچھے صلیب پر جا لگا اور اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ ابھی وہ اپنے ہاتھ کو سہلا رہا تھا کہ ایک سپاہی عقوبت خانے میں داخل ہوا اور سب انسپکٹر اور ایس ایچ او کو مخاطب کر کے کہا "صاحب ساگر بابو آئے ہیں اور آپ دونوں سے ملنا چاہ رہے ہیں۔ ان کی حالت بہت بری ہو رہی ہے۔ بال بکھرے ہوئے اور آنکھیں لال انگارہ ہو رہی ہیں"۔ ایس ایچ او نے سب انسپکٹر کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اور خشونت سے کہنے لگا "اچھا ٹھیک ہے تم جاؤ میں بھی چلتا ہوں"۔ اس نے زہرناک نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہا "میں ابھی آکر تیری کھال کو بڑی پٹھوں سے الگ کرتا ہوں۔ تو نے میرے غیظ و غضب کو دعوت دی ہے"۔ یہ کہہ کر وہ پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔ آدھے گھنٹے تک ان دونوں میں سے کوئی نہ آیا پھر سب انسپکٹر آیا اور ایک سپاہی سے تھکے ہوئے لہجے میں کہا "ڈاکٹر صاحب کو چھوڑ دے۔ یہ بے قصور ہیں"۔ اس کا یہ رویہ میرے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔ کہاں تو میری کھال ادھیڑنے کے یہ لوگ منصوبے بنارہے تھے اور اب اتنے تمیز کا مظاہرہ؟؟ جب میں ایس ایچ او کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ اس کے پاس ساگر پراگندہ حالی کی تصویر بنا بیٹھا ہے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی میرے قدموں میں گرنے لگا "ڈاکٹر صاحب مجھے معاف کر دیں۔ مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کو قتل کے غلط کیس میں پھنسانے کی کوشش کی تھی"۔

"مگر کیوں...... ؟ آخر کیا وجہ تھی؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"دراصل میں چمپا پر ریشہ خطمی ہو گیا تھا۔ اسے اپنی دلہن بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ میرے ماتا پتا بھی راضی تھے۔ اب مسئلہ آپ کو درمیان سے ہٹانے کا تھا۔ اس لئے میں نے اپنا آدمی آپ کو بلانے کے لئے بھیجا جب وہ واپس

آگیا تو اسے قتل کر دیا۔ آپ جب وہاں پہنچے تو بُری طرح میرے جال میں پھنس گئے"۔ اس نے سر جھکا لیا۔

"لیکن تم پھر یہاں کیوں آئے۔ اقرار جرم کیوں کیا جب کہ تم ہر طرح کے الزام سے پاک تھے اور جرم مجھ پر ثابت بھی ہو چکا تھا"۔ میرے لہجے پر اب تک استعجاب تھا۔

"پرسوں رات سے میرے ساتھ بڑے عجیب واقعات پیش آرہے ہیں۔ جب بھی سونے کے لئے لیٹتا ہوں خوفناک قہقہوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ اگر میں زبردستی سونے کی کوشش کروں تو بیڈ خود بخود الٹ جاتا ہے اور میں دھڑام سے نیچے گر جاتا ہوں۔ کبھی پانی کا پورا ڈرم خود بخود اڑتا ہوا آتا ہے اور میرے سر پر آگرتا ہے۔ پھر ایک نہایت خوفناک شکل کا آدمی ہیولہ کی شکل میں دکھائی دیتا ہے اور کہتا ہے تو نے بے قصور ڈاکٹر جبار کو کیوں پھنسایا۔ اگر تو نے انہیں آزاد نہ کرایا تو تیری نیند تجھ سے چھین لوں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایک کوڑے سے میری بری طرح پٹائی کرتا ہے۔ تین دن سے میں سو نہیں پایا ہوں اور مسلسل پٹ رہا ہوں۔ مجھے صرف چند منٹ ہی سونے کو مل جائیں تو میں اپنی ساری دولت نچھاور کر سکتا ہوں۔ آہ میں کس عذاب میں مبتلا ہو گیا"۔ ایس ایچ او نے مجھ سے کہا "ڈاکٹر صاحب ہم لوگوں نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ہم اپنے رویے کی معافی چاہتے ہیں۔ دراصل آپ کو رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا اس لئے ہم آپ کو پورا پورا قصوروار سمجھ رہے تھے"۔ ساگر کو اسی وقت لاک اپ میں ڈال دیا گیا اور مجھے چند کاغذات پر دستخط کے بعد باعزت طور پر رہا کر دیا گیا۔

گھر پہنچا تو باہر گھپ اندھیرا تھا۔ رات سنسان تھی۔ گلی ویران پڑی تھی۔ آس پاس اور پڑوس کے مکانوں میں بھی اندھیرا تھا صرف میرے مکان کے ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ یہ میری ماں کا کمرہ تھا۔ گھر کے اندر میری ماں کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ میری ماں جاگ رہی تھی۔ وہ سو بھی کیسے سکتی تھیں۔ ان کے بیٹے پر قتل کا الزام آگیا تھا۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحہ کو ماں کو یقین نہ آیا۔ دوسرے لمحے وہ چونک کر حقیقت کی دنیا میں آگئیں۔ انہوں نے مجھے سینے سے لگالیا اور بلائیں لینے لگیں۔

اگلے روز گھر میں گویا جشن کا سماں تھا۔ چمپا، نسرین اور قریبی رشتہ دار سب ہی جمع تھے۔ سب نے مجھے مبارکباد دی۔ چمپا کی خوشی کا تو ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ جب تمام لوگ چلے گئے تو چمپا اور نسرین کو اکیلے میں میں نے بتایا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ ساگر کی زبان مکرجی نے اپنی ساحرانہ طاقتوں سے کھلوائی ہے۔ مکرجی کا خیال آتے ہی میں نے سوچا کہ اس سے کئی روز سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ آخر وہ کہاں چلا گیا۔ یہ سوچ کر میں نے مکرجی کو آواز دی مگر وہ نہ آیا۔ اب مجھے تشویش ہوئی کیونکہ پہلے کبھی اس طرح نہ ہوا تھا۔ وہ دن تو کسی نہ کسی طرح گزر گیا۔ اگلے دن دوپہر کھانے کے دوران ہسپتال کی کینٹین میں اسے آواز دی تو وہ فوراً حاضر ہو گیا۔ خلاف توقع اس پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے رات نہ آنے کا گلہ کیا تو وہ بولا "میں رات کو آپ کے پاس آؤں گا۔ برائے مہربانی ابھی مجھے جانے دیں"۔

رات کے وقت میں نے اسے آواز دی تو وہ حاضر ہو گیا۔ اب بھی وہ بڑا غمگین دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی وجہ پوچھنے پر اس نے بتایا "جبار بھائی! ایک جادوگر نے مجھے قتل کر کے میری مکتی (نجات) نہیں ہونے دی تھی۔ میں بھی خوش تھا کہ اپنا انتقام لے سکوں گا۔ اب جبکہ میرے سارے دشمن ختم ہو چکے ہیں۔ میں اب تک اس غم کی دنیا میں موجود ہوں۔ میرا من اب اس دنیا سے بھر گیا ہے۔ میں اب مکتی چاہتا ہوں، میں آزادی چاہتا ہوں۔ موت کے بعد تو لوگ آزاد ہو جاتے ہیں اور پوتر دھرتی پر چلے جاتے ہیں مگر آہ...... میں یہاں سے نہیں جا سکتا"۔ اس کی باتوں سے میں بہت متاثر ہوا۔ اس نے میرا ہر مشکل گھڑی میں ساتھ دیا تھا۔ اب اگر وہ تکلیف میں تھا تو مجھے اس کی مدد کرنی چاہئے تھی۔ میں نے نہایت ہمدردی کے ساتھ اس سے کہا "مکرجی تمہیں مکتی کس طرح مل سکتی ہے۔ مجھے بتاؤ اگر ممکن

ہوا تو تمہاری پوری مدد کروں گا"۔ اس نے ممنونیت سے مجھے دیکھا اور بولا "اگر آپ میری مدد کرنا ہی چاہتے ہیں تو آپ کو پیر صاحب سے ملنا ہوگا۔ وہی پیر صاحب جنہوں نے زمرد اور پنڈت جی کے قتل ہونے کے بعد مجھے انتقام سے بچنے کی ہدایت کی تھی۔ میں نے ان کی بات نہ مانی اور اس کا انجام میرے سامنے ہے۔ میں سکون و شانتی سے محروم ہو گیا ہوں"۔

"لیکن پیر صاحب کو تو زمانہ گزر گیا اب تو انتقال ہو گیا ہوگا"۔ میں نے اس سے کہا۔

"وہ ابھی زندہ ہیں۔ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اکثر پوتر شبدوں کا ورد کرتے رہتے ہیں اس لئے میں ان کے قریب نہیں جا سکتا یہ کام جبار بھائی آپ کر سکتے ہیں۔ آپ کے گاؤں کے برابر والے گاؤں میں ہی پیر صاحب ایک جھونپڑے میں رہتے ہیں۔ آپ کل ہی روانہ ہو جائیں یہ کام جتنی جلد ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے"۔

میں نے کچھ دیر تک سکوت کیا پھر پورے وثوق سے بولا "ٹھیک ہے میں کل ہی یہ کام کر دوں گا"۔ رات کو سونے سے پہلے میں کافی دیر تک سوچتا رہا کہ مکرجی کو آزادی دلا کر وہ میرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ کیا یہ مناسب ہوگا کہ میں اسے آزاد کروا دوں۔ صبح جب تیار ہو کر ہسپتال کے لئے نکلا اس وقت بھی یہی سوال ذہن میں گونج رہا تھا۔ دوپہر کے کھانے تک میں اسی شش و پنج میں مبتلا رہا۔ کینٹین خالی ہو چکی تھی۔ صرف میں ہی ایک نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں گہری سوچ میں غرق تھا کہ چمپا کی آواز آئی "ڈاکٹر صاحب!" میں نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔ وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی "آپ صبح سے بہت پریشان لگ رہے ہیں خیریت تو ہے؟" میں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی "نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے؟" اس نے اپنی بات پر اصرار کیا "میں یہ بات تسلیم کرنے پر تیار نہیں"۔ یہ بات اس نے اتنے دلنشین انداز میں کہی کہ میں اب انکار نہ کر سکا اور مکرجی سے ہونے والی پوری گفتگو اسے سنا دی۔ "یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ مکرجی اس پاپی سنسار سے جانا چاہتا ہے آپ کو ضرور اس کی مدد کرنا چاہئے۔ آپ ابھی نسرین سے کہہ کر پیر صاحب سے ملنے دوسرے گاؤں چلے جائیں بلکہ میں بھی ساتھ ہی چلتی ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ اپنا پرس سنبھال کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے نسرین کو اعتماد میں لے کر ساری بات بتائی اور ہم دونوں ہسپتال سے نکل آئے۔ بتائے گئے گاؤں میں فیری کے ذریعے جانا تھا اس لئے ہم گھاٹ پر پہنچے۔ ایک فیری بالکل تیار کھڑی تھی۔ ہم دونوں کے بیٹھنے کے بعد فیری روانہ ہو گئی۔ ندیا میں ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اس ہوا سے چمپا کے ماتھے پر بالوں کی لڑی آجاتی اور وہ فوراً اسے اٹھا کر کانوں کے پیچھے لگا دیتی مگر کچھ دیر بعد وہ لڑی دوبارہ ماتھے پر آجاتی۔ فیری میں کئی دوسرے لوگ بھی موجود تھے اس لئے مکرجی کے بارے میں یا ذاتی موضوعات پر گفتگو نہیں کی جا سکتی تھی اس لئے میں چمپا کو محویت سے دیکھ رہا تھا جو اپنے بالوں کی لٹ سے پریشان ہو رہی تھی۔ چمپا اور میرے درمیان مذہب کی دیوار حائل تھی۔ میں نے سوچا اے کاش میرا روحانی تشخص ایسا ہوتا کہ میں اپنے دین کی حقانیت اس پر واضح کر سکتا۔ مگر میں تو مکرجی کا ایک طرح سے محتاج ہو کر رہ گیا تھا اپنے دین کی تبلیغ کیا کرتا۔ انہی خیالوں کے درمیان ہی فیری والے کی آواز آئی جو مجھے گھاٹ پر اترنے کا کہہ رہا تھا۔ یعنی ہم اپنے مطلوبہ گاؤں پہنچ گئے تھے۔

گھاٹ پر اترنے کے بعد چمپا نے مجھ سے کہا "ہم یہاں تک تو آگئے ہیں اب پیر صاحب کو کیسے تلاش کریں؟" میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو ایک شخص مچھلیوں کی ٹوکری کاندھے پر ڈالے جا رہا تھا۔ شاید ماہی گیر تھا۔ میں نے اسے آواز دی "سنئے بھائی صاحب!" وہ میری آواز سن کر رک گیا اور استفہامیہ انداز میں ہمیں دیکھنے لگا "ہمیں پیر صاحب سے ملنا ہے وہ کہاں رہتے ہیں؟" اس نے ذہن پر زور دیا "یہاں ایک نہایت ضعیف بابا جی رہتے ہیں ہم انہی کو پیر صاحب کہتے ہیں"۔

"ہاں ہمیں انہی کے پاس لے چلو"۔ میں نے جلدی

سے کہا۔

"اچھا ہو آپ میرے پیچھے پیچھے آجائیں"۔ یہ کہہ کر وہ ایک طرف چل دیا۔ ہم دونوں اس کے ساتھ ہی تھے۔ ایک چھوٹی سے کٹیا کے پاس رک کر اس نے مجھ سے کہا "بابا جی اس کٹیا میں رہتے ہیں"۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ چلا گیا تو میں نے کٹیا کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے نہایت بوڑھی آواز آئی "کون ہے بھائی۔ اندر آجاؤ"۔ ہم دونوں اندر جاکر ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ ایک چھوٹے تخت پر بچھی جائے نماز پر پیر صاحب دوزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے ہمیں دیکھا اور لرزتی ہوئی آواز میں بولے "میں آپ دونوں کو پہچانا نہیں"۔

"میرا نام ڈاکٹر عبدالجبار ہے اور یہ ڈاکٹر چمپا ہیں"۔ میں نے انہیں بتایا۔ وہ جائے نماز سے اٹھ کر فرش پر بیٹھ گئے۔ ضعیفی کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی پلکیں تک سفید ہوچکی تھیں۔ وہ ہمارا تعارف سننے کے بعد بھی سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے دوبارہ کہا "آپ ستیش مکرجی کو تو جانتے ہوں گے۔ زمرد اور پنڈت درگاداس کو بھی"...... انہوں نے چند لمحے سوچا اور پھر شناسائی کی لہر دوڑ گئی میں نے اپنی بات جاری رکھی "برسوں پرانی بات ہے مکرجی آپ کے مشورہ کو نہ مانتے ہوئے زمرد اور پنڈت درگاداس کا انتقام لینے چلا تو......" اس کے ساتھ ہی میں نے مکرجی کی اب تک کی ساری داستان سنادی۔ "اب جبکہ وہ اس دنیا سے اگلے جہان میں جانا چاہتا ہے تو اس کا خیال ہے کہ یہ کام آپ ہی کرسکتے ہیں"۔

"سب کچھ اللہ کرتا ہے۔ میری کیا ہستی اور مجال بندہ کچھ نہیں کرسکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے سمجھانے کے باوجود مکرجی نے آگ کا راستہ اختیار کیا۔ اس آگ نے اسی کو جھلسا دیا"۔ انہوں نے بہت افسوس کا اظہار کیا۔ "مرنے کے بعد آدمی دوسرے جہان میں منتقل ہوجاتا ہے۔ اگر آدمی اچھی طرز فکر کا مالک ہے تو وہ عالم ناسوت سے بالا شعور کے جہان میں آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں اسے بہت آزادی مل جاتی ہے۔ اس کی حسیات اور قوتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے اور ان میں لطافت آجاتی ہے مگر بعض دفعہ دوسری صورت بھی ہوتی ہے"۔ یہ کہہ کر پیر صاحب چند لمحوں کے لئے خاموش ہوئے۔ ہم دونوں ان کی بصیرت افروز باتیں غور سے سن رہے تھے۔ چمپا تو اس گفتگو میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہی تھی۔ پیر صاحب چند لمحے خاموش رہے اور پھر بولے "دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ شعور اس اسفل دنیا سے نکلنے پر تیار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ستیش مکرجی کے ساتھ ہوا۔ وہ انتقام میں ایسا اندھا ہوا کہ موت کے بعد بھی اس خواہش نے اسے عالم اسفل سے نہ نکلنے دیا اور اس کا جسم مثالی اسی عالم میں رہ گیا۔ اس کی اس منفی تمنا نے اس کے جسم مثالی کو کثیف کردیا۔ اس کے جسم مثالی کی کثافت کی وجہ جوگی کا پلایا گیا غلیظ محلول بھی تھا جو استدراجی قوتوں کے زیر اثر تیار کیا گیا تھا۔ تاہم اسفل میں پھنسے رہنے کی بڑی وجہ ستیش مکرجی کا جذبہ انتقام اور اس دنیا سے نہ جانے کی خواہش تھی۔ پھر اس نے کالی ماتا نامی جادوگرنی سے جو جادو سیکھا اس نے بھی اس کے جسم مثالی کو کثیف سے کثیف تر کردیا یہاں تک کہ اس کے اندر کئی غیر معمولی قوتیں بھی بیدار ہوگئیں۔ جن کا اس نے غلط استعمال کیا جس میں ڈاکٹر صاحب آپ بھی شامل ہیں"۔

انہوں نے آخری جملہ مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ میری کچھ سمجھ میں نہ آیا "میں ...... میں بھی" میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"جی ڈاکٹر جبار صاحب آپ بھی...... ستیش مکرجی کی روح سے آپ نے بہت فائدے حاصل کئے۔ بتایئے کیا یہی سیکھا آپ نے اسلام سے۔ ارے ہم تو اس عظیم ہستی کے ماننے والے ہیں جو محبوب رب العالمین ہیں۔ تمام جہانوں میں آپ ﷺ کی رحمت بارش کی طرح برس رہی ہے۔ شب معراج میں حق تعالیٰ سے قرب کے اس مقام پر پہنچے کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور مقام محمود پر فائز ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب غور کیجئے...... سارے عالمین کے لئے

رحمت ہستی کی پوری زندگی کس قدر مشکلات اور تکالیف میں گزری۔ طائف کے لوگوں نے آپ ﷺ کے اوپر پتھر برسا برسا کر لہولہان کردیا مگر صاحب اختیار ہونے کے باوجود ان پر عذاب کی بددعا نہ کی بلکہ ان کو دعا ہی دے دی۔ فتح مکہ کے وقت مال غنیمت کی صورت میں ملے ہوئے مکہ کا ہر باسی آپ ﷺ کا غلام تھا۔ ان میں آپ ﷺ کے جانی دشمنوں کی تعداد زیادہ تھی۔ مگر آپ ﷺ نے سب کو معاف کردیا۔ ڈاکٹر صاحب بتایئے مخلوقات میں سب سے بلند درجہ ہستی نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تمام نوازشوں اور قوتوں کے باوجود زندگی بھر جدوجہد کیوں کی؟ آپ ﷺ اپنی روحانی قوت سے سب کچھ کرسکتے تھے مگر آپ ﷺ نے عام انسانوں کی طرح زندگی بسر کی۔ لیکن ......" وہ ایک لمحہ کو خاموش ہوئے "لیکن ڈاکٹر صاحب آپ کو ایک استدراجی قوتوں کی مالک روح سے واسطہ پڑا تو آپ اس سے فائدے بٹورنے لگے۔ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ باضابطہ اصولوں پر چل رہی ہے اسے فطری قوانین کے تحت ہی چلنا چاہئے۔ یہی کائنات کے اجتماعی نظم و نسق کا بنیادی اصول ہے۔ لیکن جب کوئی اپنی طاقتوں کے استعمال سے اس قانون فطرت کے خلاف چلنے لگتا ہے تو کائناتی سسٹم میں تعطل واقع ہونے لگتا ہے۔ بتایئے توحید کے نام لیوا ہوکر آپ نے اللہ سے مدد کیوں نہ مانگی۔ کیا یہی ہے آپ کا اسلام؟ آپ کی توحید؟" ان کے الفاظ میرے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسہ کی مانند داخل ہورہے تھے۔ آج مجھے احساس ہوا کہ میں کیا کرتا رہا ہوں۔ پیر صاحب نے تو میری آنکھیں کھول دیں۔ مجھے اندر سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ تو میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں کس راہ پر چل نکلا تھا۔ میرے تن بدن میں آندھیاں چلنے لگیں۔ احساس شرمندگی سے رواں رواں کانپ اٹھا۔ اس احساس نے رقت کی شکل اختیار کرلی اور آنسوؤں کی صورت میں یہ احساس باہر آنے لگا "آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں پیر صاحب! تو...... میں تو مکرجی کو مکتی دلانے کی کوشش کرنے آیا تھا مجھے کیا معلوم تھا کہ میں خود نفس کے جال میں بری طرح پھنسا ہوا ہوں۔ مجھے نجات مل گئی...... مجھے نجات مل گئی میری نفسانی خواہشات سے...... مجھے مکتی مل گئی"۔ یہ کہہ کر میں نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپایا اور زور زور سے رونے لگا۔ کئی منٹ تک رونے کے بعد جب دل کچھ ہلکا ہوا تو میں نے پیر صاحب کی طرف دیکھا وہ زمین پر نظریں جمائے خاموش بیٹھے تھے۔ میری بائیں جانب بیٹھی چمپا بھی اپنے آنسو رومال سے خشک کررہی تھی۔ نہ جانے اس کی آنکھیں کیوں بھر آئی تھیں۔ میں نے جیب سے ٹشو پیپر نکال کر اپنے آنسو خشک کئے۔

پیر صاحب گھٹنوں پر زور دے کر کھڑے ہوئے۔ قریبی صراحی سے کٹورے میں پانی نکال کر مجھے دیا۔ میں اب ان سے آنکھ نہیں ملا پارہا تھا۔ انہوں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا "مکرجی کی آزادی کے لئے میں کوشش کرتا ہوں۔ آپ کل آیئے گا۔ انشاء اللہ کوئی اچھی صورت نکل آئے گی"۔

اگلے روز میں نے ہسپتال سے ایک روز کی چھٹی مزید لے لی۔ مجھے پتہ چلا کہ چمپا نے بھی ایک دن کی رخصت لے لی ہے اس نے مجھ سے کہا "جبار صاحب میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی"۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ میری آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ میں رات بھر سکون سے سو نہیں سکا تھا۔ جاگتا رہا تھا۔ میری بے چینی بجا تھی لیکن نامعلوم چمپا کیوں اس معاملہ میں دلچسپی لے رہی تھی۔ راستہ بھر ہم دونوں کے درمیان چند ضروری باتوں کے علاوہ کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ کٹیا میں پیر صاحب ہم دونوں ہی کے منتظر تھے۔ ہم دونوں کو کمرے کے ایک حصہ میں بٹھا کر انہوں نے کوئلہ سے ایک دائرہ کھینچ دیا اور بولے "کچھ بھی ہو اس دائرہ سے باہر نہ آنا"۔ اب انہوں نے اپنے گرد ایک دائرہ بنایا اور ایک لوٹے میں پانی بھر کر اس دائرے کے اندر جا بیٹھے۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ مکرجی کو آواز دوں۔ میں نے اسے ایک بار، دوبارہ پھر تیسری بار آواز دی مگر وہ نہ آیا۔ پیر صاحب نے ہاتھ

ے اشارے سے مجھے خاموش ہونے کا کہا "مکرجی شیطانی قوتوں کے تسلط سے نکلنا چاہتا تھا۔ ایسا لگتا ہے ان قوتوں نے اسے قید کر دیا ہے اور وہ اسے فیصلہ بدلنے پر مجبور کر رہا چاہ رہی ہیں۔ اب آپ دونوں دل مضبوط کر کے بیٹھ جائیں ان شیطانی قوتوں سے باقاعدہ مقابلہ کرنا ہو گا"۔ یہ کہہ کر انہوں نے زیر لب کوئی ورد کرنا شروع کیا۔ ہم دونوں دم سادھے اپنے دائرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کافی دیر تک پیر صاحب ورد کرتے رہے اس کے بعد اچانک تیز ہوا چلنے لگی۔ ہر طرف تاریکی چھانے لگی۔ ایسا لگا اچانک سورج ڈوب گیا ہو۔ کھڑکی کے پٹ تیز ہوا سے کھلنے بند ہونے لگے۔ میں نے چاہا کہ اٹھ کر کھڑکی بند کروں کہ پیر صاحب کی پر جلال آواز گونجی "اٹھنا مت! یہ سب بھان متی اور نظر کا دھوکا ہے"۔ یہ سن کر میں وہیں دبک کر بیٹھ گیا۔ اب ان ہواؤں کے ساتھ خوفناک قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں۔ چمپا خوف سے سمٹ گئی۔ اچانک بھیانک اور سیاہ شکل کی ایک عورت نمودار ہوئی۔ اس کے دانتوں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ آنکھوں پر وحشت طاری تھی اور گھونگھریالے بال آپس میں بری طرح الجھے ہوئے تھے۔ غصہ سے اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ پیر صاحب نے اسے دیکھ کر کہا "دیکھ کالی تیری میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مکرجی اس گناہوں بھری دنیا سے جانا چاہتا ہے اسے آزاد کر دے کیوں اس کا گناہ بھی اپنے سر لیتی ہے"۔ کالی کی تیز اور کڑک دار آواز گونجی "یہی تو میں کہتی ہوں۔ آپ بھگوان کے بھگت ہیں۔ آپ ایک پوتر ہستی ہیں۔ آپ کو یہ شوبھا نہیں دیتا کہ ہمارے گندے کاموں میں دخل اندازی کریں۔ مکرجی کی میں نے تربیت کی۔ وہ میرا چیلا ہے۔ میں نے ہمیشہ اس کی سرپرستی کی ہے۔ اب میرا بھی اس پر کچھ ادھیکار بنتا ہے۔ میں نے اس پر ایسے ہی محنت نہیں کی میں اس سے کام لینا چاہتی ہوں"۔

"جب مکرجی یہ سب نہیں کرنا چاہتا تو تو اسے مجبور کیوں کرتی ہے۔ چل ایسا کر اسے میرے سامنے حاضر کر دے۔ اگر وہ اسی اسفل دنیا میں رہنے پر رضامند ہو گا تو میں اسے مجبور نہیں کروں گا اور اپنا مطالبہ واپس لے لوں گا"۔ پیر صاحب نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ کالی نے ان کی بات سن کر ایک خوفناک قہقہہ لگایا "وہ ابھی بچہ ہے۔ اسے ابھی اتنی سمجھ نہیں ہے"۔

"تو اس طرح نہیں مانے گی!" پیر صاحب نے کہا اور دوبارہ ورد کرنے لگے اور لوٹے سے چلو میں پانی نکال کر کالی کے اوپر پھینکا پانی کے چھینٹے پڑتے ہی وہ بلبلا اٹھی "اس کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔ آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں"۔

پیر صاحب نے پورے جلال سے کہا "تو جو بھی سمجھ مکرجی کو فوراً حاضر کر"۔ اچانک کالی غائب ہو گئی اور مکرجی کا ہیولہ ظاہر ہوا۔ اس پر بہت نقاہت اور کمزوری طاری تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کالی نے اس کی توانائی سلب کر لی ہو۔ پیر صاحب نے اسے دیکھا "مکرجی تم تیار ہو؟" مکرجی نے ہاں میں جواب دیا۔ اس کے بے نور چہرے پر خوشی کا تاثر ابھر آیا۔ پیر صاحب دائرہ سے نکل کر باہر آئے۔ لوٹا ان کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے پانی اس کے جسم پر ڈالنا شروع کیا۔ اس کا جسم غیر مرئی تھا مگر اس کے باوجود پانی جسم پر پڑ رہا تھا اور اس کے جسم سے کیچڑ نما لیپ دار مادہ بہتا جا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تمام گندگی اس کے جسم سے دھل گئی۔ پیر صاحب نے لوٹا اسے دے دیا "لو مکرجی یہ پانی پی لو!" اس نے نہایت عقیدت سے لوٹا لیا اور ایک ہی سانس میں اسے پی گیا۔ یکایک ایسا لگا چھت پر عین مکرجی کے سر پر تیز روشنی کی لہر نمودار ہوئی مکرجی اسے دیکھ کر خوشی سے چلا اٹھا "میں آزاد ہو گیا۔ میں آزاد ہو گیا۔ مجھے مکتی مل گئی"۔ یہ کہتے ہوئے آہستہ آہستہ اس کا جسم زمین سے اٹھنا شروع ہوا۔ ایسا لگتا تھا یہ روشنی کوئی میگنٹ ہو جو اسے اوپر کھینچ رہا تھا۔ اس نے آخری دفعہ ہم سب کو پرنام کیا اور روشنی کے جھماکے کے ساتھ غائب ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی کمرے کا ماحول وہی ہو گیا جو پہلے تھا۔ وہاں اب میں، چمپا اور پیر صاحب تھے۔ انہوں نے

ہمیں دائرہ سے نکلنے کا اشارہ کیا۔ "اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مکرجی کو مکتی مل گئی"۔ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اللہ تعالیٰ کو شیطانی طرز فکر بہت ناپسند ہے۔ یہ ایک صعوبت اور عذاب ہے۔ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ و مامون رکھے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے تو نوع انسانی کو ایسے ایسے روحانی علوم سے متعارف کرایا ہے کہ انسان کائنات کی ہر شئے پر تصرف حاصل کر سکتا ہے۔ افسوس شیطانی اور استدراجی قوتوں کے پیچھے دوڑنے والے اتنے وسیع تر علوم کو چھوڑ کر شیطان کے چیلے بن جاتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین" میں نے حیرت سے ان کی بات سنی "کیا ہر شخص رسول اللہ ﷺ کے علوم سیکھ سکتا ہے۔ کیا میں بھی؟" انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا "ہاں لیکن آپ کو کسی روحانی تعلیم گاہ میں کسی استاد کی رہنمائی میں یہ علوم سیکھنا ہوں گے"۔

"تو پھر ٹھیک ہے!" میں نے ان کے دونوں ہاتھوں کو عقیدت سے تھامتے ہوئے کہا "میں آپ کو اپنا روحانی استاد تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے اپنی شاگردی میں لینے کا شرف عطا فرما دیجئے"۔

"نہیں پیر صاحب!" میرے پیچھے سے چمپا اٹھ کر آگئی۔ میں نے حیرت سے اس کے انکار پر اس کی طرف دیکھا۔ وہ پیر صاحب کے سامنے دو زانو بیٹھ گئی۔

"ڈاکٹر جبار سے زیادہ آپ کی توجہ کی محتاج میں ہوں۔ مجھے بھی اپنے پاکیزہ اور پوتر حرم میں شامل کر لیجئے۔ میں پہلے ہی اسلام سے متاثر ضرور تھی مگر اب مجھے لگتا ہے کہ رسول ﷺ پر ایمان لائے بغیر میری زندگی بیکار ہے۔ میں آپ دونوں کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔ میں نے چمپا کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چہرے پر اطمینان اور آنکھوں میں تشکر کے آنسو تیر رہے تھے۔

(ختم شد)

بقیہ : قندیل

انہیں پانچ سو سال پہلے ایک بزرگ جو اپنے دور کے ابدال تھے۔ انہوں نے ان نوجوانوں کو یہ کہہ کر سلایا تھا کہ فلاں دور میں جب تمہیں اللہ کے مشن کے لئے بلایا جائے گا تو تم جاگ جاؤ گے۔ ان بزرگ کا نام حضرت ابوالمغیث ابن رزاق ہے۔ ان بزرگ کے ساتھ میرا روحانی رابطہ ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ان نوجوانوں کو جگا کر اللہ کے مشن کے لئے ان سے کام لیا جائے۔ اس کام کے لئے تم کو چنا گیا ہے۔ تم ان بدروں سے ملو گے۔ یہ پانچ نوجوان ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ مقسطین، جذیر، اتابک، مرزوق، فقلین۔ ابھی ان کے جاگنے میں تقریباً تین سال کا عرصہ باقی ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ ان تین سالوں میں تم دنیا کی سیاحت کرو۔ ملک ملک گھوم کر لوگوں کے رہن سہن کے ساتھ ساتھ ان کے ذہن اور ان کی طرز فکر کا مشاہدہ کرو تاکہ جب تم ان پانچ نوجوانوں سے ملو۔ تو انہیں دنیا کی صحیح حالت دکھلا سکو۔ کیونکہ جب وہ اٹھیں گے تو پانچ سو سال پہلے کی دنیا کا نقشہ ان کے ذہن میں ہو گا"۔

عاقب نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے جواب دیا "رحمن بابا آپ کے قدموں سے تو ایک لمحے کو بھی جدا ہونے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر حکم خداوندی اور حکم مرشد سے انکار کی کسے مجال ہو سکتی ہے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ جس وقت حکم کریں گے چل پڑوں گا"۔

رحمن بابا نے کہا "آج کا دن ہمارے ساتھ اور گزار لو پھر کل صبح نکل جانا۔ ہمارا گھوڑا "سمندگان" جو تمہیں یہاں لے کر آیا تھا۔ سفر میں تمہارے ساتھ رہے گا۔ آج اپنی تیاری کر لو۔ اللہ ہر قدم پر تمہارا حامی و مددگار ہے۔ عاقب نے اٹھ کر نماز اور معمول کے وظائف و اسباق کئے۔ ناشتے کے لئے دودھ اور گندم سے دلیہ بنایا۔ اتنے میں زمان خان بھی آگیا۔ سب نے ناشتہ کیا۔ رحمن بابا نے بتایا "عاقب کل صبح یہاں سے رخصت ہو جائے گا"۔

(جاری ہے)

میرا پیغام ہے!

آپ اپنے کسی دوست، رشتہ دار، معاشرے کے کسی فرد یا روحانی ڈائجسٹ کے کسی مضمون نگار کے نام کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو ہمیں ایک صفحے پر تحریر کرکے ارسال کردیجئے۔ ذاتی نوعیت کے پیغامات کی اشاعت کیلئے جس فرد کو پیغام دیا جارہا ہے اس کا مکمل پتہ بھی ضرور تحریر کریں۔

☆...... میرا پیغام حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے نام ہے!

آپ کی تصانیف پڑھ کر میرے دل میں اللہ پاک کے لئے محبت پیدا ہوئی آپ کا روحانی ڈائجسٹ واقعی بندے کو خدا سے ملا دیتا ہے آپ کی تصانیف میں نہ صرف محبت بلکہ عاجزی و انکساری کا عنصر زیادہ ملتا ہے۔

آپ کو پاک پروردگار صحت کاملہ عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم سب بہن بھائیوں پر آپ کا سایہ رہتی دنیا تک قائم رکھیں (آمین) ہم بہن بھائیوں کی شدید خواہش ہے کہ آپ سانگھڑ ضرور تشریف لائیں۔

(غلام فاطمہ۔ سانگھڑ)

☆...... میرا پیغام محترم وقار یوسف عظیمی کے نام ہے!

ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ مئی 2000 کے شمارے میں یہ پُرمسرت خبر پڑھی کہ آپ APNS کے انتخابات میں جوائنٹ سیکریٹری منتخب ہوگئے ہیں۔ یہ خبر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ہم تمام اراکین عظیمیہ روحانی لائبریری دستگیر سوسائٹی کراچی خوشی کے اس موقع پر آپ کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کو مزید ترقی عطا فرمائیں (آمین)

(اراکین عظیمیہ روحانی لائبریری دستگیر سوسائٹی۔ کراچی)

☆...... میرا پیغام اپنی عزیز ترین دوست فرح کے نام ہے!

میری جانب سے آپ کو شادی کی بہت بہت مبارکباد۔ میرے دل سے آپ کیلئے صرف یہی دعا نکلتی ہے۔ خدا کرے بہاروں سے تیرا دامن بھر جائے بہاروں کی تازہ ہواؤں سے تیری صبحیں معطر ہو جائیں تیرے گھر کا آنگن یونہی سجا رہے۔ عمری بہاروں میں تیرے چمن کا صحن رنگین پھولوں سے بھر جائے۔ (آمین)

(شاہدہ جبینی خان۔ اورنگی ٹاؤن کراچی)

☆...... میرا پیغام سعیدہ خاتون عظیمی کے نام ہے!

مجھے آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق ہے قلندر بابا کے عرس کے موقع پر بھی آپکی کمی بے حد محسوس ہوئی۔

(اسماء عبدالحق۔ گرین ٹاؤن کراچی)

☆...... ہمارا پیغام سعیدہ نسیم اور حمیدہ ستار کے نام ہے!

ہم عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین منظور کالونی کی رکن سعیدہ نسیم کو بیٹی فرحین کی پیدائش پر اور مرکزی مراقبہ ہال کی رکن حمیدہ ستار کو ان کی شادی کی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ فرحین کو پیغمبرانہ طرز فکر عطا فرمائیں اور حمیدہ بہن کو زندگی کی تمام مسرتوں سے ہمکنار کریں (آمین)

(اراکین عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین، دستگیر سوسائٹی کراچی)

☆...... میرا پیغام اپنی پیاری دوست ڈاکٹر شازیہ ارم کے نام ہے!

شازیہ سات جولائی کو تمہاری سالگرہ ہے۔ تمہاری طرح مجھے بھی اس تاریخ اور دن کا انتظار رہتا ہے۔ دوستوں کے دکھ اور خوشیاں سانجھی ہوتی ہیں میری خدا سے دعا ہے کہ وہ تمہیں دائمی خوشیاں دے اور ہمیشہ دکھوں کی پرچھائیوں سے بچائے رکھے۔ زندگی میں وہ سب کچھ تمہیں دے جس کی تمہیں تمنا ہو۔ (آمین) تمہارے لئے دعا گو تمہاری دوست،

(ریحانہ اکرام۔ گرین ٹاؤن کراچی)

☆...... میرا پیغام عظیمیہ روحانی لائبریری ملیر سعود آباد کے منتظمین کے نام ہے!

آپ لوگ لائبریری کو پابندی وقت کے ساتھ کھولا کریں ملیر سعود آباد کی لائبریری یا تو اکثر بند رہتی ہے یا پھر بہت دیر سے کھلتی ہے۔ جس سے دور سے آنے والوں کو پریشانی اور انتظار کی زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔

(افضل عزیز۔ ملیر توسیعی کالونی کراچی)

☆...... میرا پیغام کراچی کی امبر فرید کے نام ہے!

امبر فرید آپ کی تحریر پڑھی بہت پسند آئی واقعی اچھا دوست کھویا تو آسانی سے جاسکتا ہے لیکن اچھا دوست ملنا بہت مشکل ہے میں آپ کی تحریر سے متاثر ہو کر آپ سے روحانی ڈائجسٹ کے صفحات کے ذریعے دوستی کرنا چاہتی ہوں امید کرتی ہوں کہ آپ میرے پیغام کا جواب روحانی ڈائجسٹ کے ذریعے ضرور دیں گی۔

(شبنم نائلہ۔ گوجرانوالہ)

☆...... میرا پیغام خضدار کے یحییٰ خان عابد کے نام ہے!

میرا اکثر خضدار آنا ہوتا ہے۔ مجھے روحانی ڈائجسٹ اور سلسلہ عظیمیہ کے فروغ کے سلسلہ میں آپ کا تعاون درکار ہے۔ آپ براہ کرم اپنا مکمل ایڈریس خضدار اسٹیشنرز چاکر خان روڈ خضدار فون 412567 پر دے دیں تاکہ میرے خضدار آنے پر آپ سے ملاقات ہوسکے یا پھر آپ مجھے اس ایڈریس پر اپنا پتہ بھجوا سکتے ہیں۔ میں آپ کے جواب کا شدت سے منتظر رہوں گا۔

(علاؤالدین احمد۔ شعبہ تعلقات عامہ مراقبہ ہال 63 فلان ہوٹل۔ کوئٹہ)

گذشتہ قسط کا خلاصہ:- کیسینو پہنچ کر آفس کے تمام ارکان وہاں کی رنگا رنگی میں مشغول ہوگئے مگر شارق باہر بس میں آکر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد مارتھا بھی آگئی اور اسے اپنے ماضی کے بارے میں بتانے لگی کہ کالج میں اس کی ملاقات جان نامی نوجوان سے ہوئی۔ ان کی دوستی کچھ ہی دنوں میں محبت میں تبدیل ہوگئی۔ ابھی یہ کہانی نامکمل تھی کہ دفتر کے پانچ ارکان بس میں آئے ان میں سے ایک نے بتایا کہ پروفیسر گاور آپ کا پوچھ رہے تھے۔ کافی رات کو یہ لوگ واپس لوٹے۔ مارتھا نے شارق سے کہا کہ آج شام ڈنر ہم ساتھ کریں گے شام کو مارتھا اپنا ماضی بتانے لگی کہ جان کے ساتھ اس کی شادی کی تاریخ بھی طے ہوگئی۔ جان کی بحیثیت پائلٹ پہلی فلائٹ تھی جس میں وہ مارتھا کو لے کر جارہا تھا۔ وہ اس کی والدہ سے ملی اس کی ممی نے بتایا کہ جان کے باپ کی وفات کے بعد اس نے کارلوس سے شادی کرلی تھی۔ کارلوس ایک بے رحم شخص تھا وہ جان پر بہت ظلم کرتا............ **(اب آپ آگے پڑھئے)**

علم و آگہی کی تلاش میں سرگرداں ایک نوجوان کی سرگزشت... **منیر حسین کیف کے قلم سے...**

اس بات پر میری اس سے بہت جھگڑے ہوئے اور ایک ہی سال میں ہمارے درمیان علیحدگی ہوگئی۔ دوسری شادی کا انجام دیکھ کر میں نے یہی بہتر سمجھا کہ جان کی دیکھ بھال پر ہی توجہ دوں۔ بچپن کی یتیمی، سوتیلے باپ کے ظلم اور پھر اکیلے پن نے جان کو بہت حساس بنادیا ہے۔ وہ بہت محبت کرنے والا شخص ہے مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں بھی بھرپور پیار و محبت دے گا مگر میری بچی!" انہوں نے میرے سر پر دوبارہ ہاتھ پھیرا" اس کے تلخ ماضی کے بارے میں مت پوچھنا۔ ماضی کو یاد کرکے وہ بجھ جاتا ہے۔ اسے پوری توجہ اور محبت دینا اسے یہ احساس دلانا کہ دنیا میں خوشیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے"۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا لاکٹ کھولا اور مجھے دے کر کہا" یہ لاکٹ مجھے جان کے باپ نے دیا تھا۔ لو یہ پہن لو"۔ میں کچھ ہچکچا رہی تھی۔ اسی وقت جان بھی ہاتھوں میں ٹرے لئے آگیا اور بولا" لایئے ممی یہ ایسے نہیں پہنے گی۔ میں اسے پہنا دیتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اس نے لاکٹ میرے گلے میں ڈال دیا۔ ان دونوں کے خلوص اور محبت نے مجھے ایسا گنگ کردیا تھا کہ شکریہ کے دو بول بھی نہ بول سکی۔ کافی پینے کے بعد جان نے اپنی ممی سے کہا "اچھا ممی آدھے گھنٹے کے بعد میری پہلی انفرادی فلائنگ ہے۔ اب ہم دونوں کو اجازت دیں"۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہم دونوں صرف پانچ منٹ بعد ہی میامی کے ایئر بیس پر پہنچ گئے۔ کنٹرول روم میں اس نے اپنے دوست لیفٹیننٹ میلکم سے ملوایا اور پھر ان دونوں کی گفتگو شروع ہوئی۔ میلکم نے علاقہ کا نقشہ کھول کر سامنے رکھا اور جان کو

بتایا "اس علاقے تک تمہیں فلائی کرتا ہے۔ ایک بات جو تمہیں دیگر افسران بھی بتا چکے ہیں۔ اپنے جہاز کا رخ دائیں طرف ہی رکھنا کیونکہ بائیں جانب وہی شیطانی علاقہ شروع ہو جاتا ہے جسے برمودا ٹرائی اینگل کہا جاتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھنا کہ اس ٹرائی اینگل میں جانا گویا موت کے منہ میں جانے کے برابر ہے۔ جو بھی اس علاقہ میں گیا واپس نہ آیا چونکہ آج تم پہلی دفعہ......"

"بس کرو یار!" جان نے اس کی بات کاٹی۔ "مجھے سمجھ نہیں آتا کہ اتنے تعلیم یافتہ ہو کر بھی تم لوگ ان مفروضوں پر کیوں یقین رکھتے ہو۔ مہم جوئی میری طبیعت میں شامل ہے۔ میں موت سے پنجہ لڑانے سے نہیں ڈرتا"۔

"کیا میں آپ دونوں کے درمیان مخل ہو سکتی ہوں؟" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا "کیا کوئی خطرے کی بات ہے؟"

"نہیں نہیں مارتھا ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ لوگ بالکل وہمی ہیں"۔ جان نے مجھے تسلی دی۔ میلکم نے کندھے اُچکاتے ہوئے کہا "یہ بات وہم اور افسانہ نہیں ہے۔ برمودا ٹرائی اینگل میں جو ہوائی یا بحری جہاز، کوئی کشتی یا لانچ گئی کبھی واپس نہ آئی۔ اس بات کے ثبوت ریکارڈ پر موجود ہیں۔ اس علاقہ میں سفر کرنے والے بیشمار لوگوں نے بڑے بڑے عجیب عینی مشاہدات کے بارے میں بتایا ہے۔ اس موضوع پر تو بے شمار کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں"۔

میلکم نے اپنی بات ختم کی تو میں نے پھر اس سے سوال کیا "آخر یہ برمودا ٹرائی اینگل ہے کیا چیز اور کہاں پر واقع ہے؟" "برمودا ٹرائی اینگل جسے شیطانی تکون بھی کہا جاتا ہے مجموعی طور پر سمندر میں انتالیس لاکھ مربع کلومیٹر علاقہ ہے۔ یہ پورا علاقہ برمودا، پورٹوریکو اور میلبورن (فلوریڈا) نامی شہروں کے درمیانی سمندر میں واقع ہے چونکہ یہ ایک تکون کی شکل میں ہے اسی لئے اسے برمودا ٹرائی اینگل کہا جاتا ہے"۔

"میرے پیارے دوست یہ خوفناک باتیں محض اس لئے پھیلائی گئی ہیں"۔ جان نے ٹھہر ٹھہر کر کہا "تاکہ عام لوگ اس علاقہ میں نہ جائیں۔ ہو سکتا ہے وہاں ہمارے حساس اداروں نے کوئی ریسرچ سینٹر قائم کر رکھا ہو"۔

"بہر حال!" میلکم نے اس کی بات کاٹی "تمہیں وہاں نہ جانے کا حکم افسران بالا نے دیا ہے اس لئے یہ تمہارا فرض بنتا ہے۔ تمہاری فلائنیٹ تیار کھڑی ہے اب تم جا سکتے ہو"۔ جان نے لاپرواہی سے اس کی بات سنی اور میری طرف آیا۔ میرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا "مارتھا اگر تمہاری محبت کی طاقت میرے ساتھ ہو تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے شکست نہیں دے سکتی۔ اچھا مارتھا میں چلتا ہوں۔ تم میلکم کے قریب ہی رہنا"۔ وہ جیسے ہی جانے کے لئے مڑا میں نے اس کا بازو تھام لیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ "جان! اپنا خیال رکھنا۔ کوئی ایڈونچر دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہارے کرتب کی نہیں تمہاری ضرورت ہے"۔ اس نے آخری بار میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور چلا گیا۔ میلکم نے ہیڈ سیٹ لگا کر کئی آلات کے بٹن اوپر نیچے کیے۔ کئی لائٹیں اور بٹن روشن ہوئے اس کے ساتھ ہی جان کی آواز بھی آنے لگی۔ کچھ دیر تک ان دونوں کے درمیان تیکنیکی گفتگو ہوتی رہی پھر جان مجھ سے مخاطب ہوا "مارتھا میں اس وقت بہاماز کے جزائر سے گزر رہا ہوں۔ ان چھوٹے چھوٹے جزائر میں کھیت کھلیان نظر آ رہے ہیں۔ اے کاش تم اس وقت میرے ساتھ ہوتیں تو دیکھتیں کہ کس قدر خوبصورت مناظر دکھائی دے رہے ہیں۔ ہم دونوں شادی کے بعد ان جزائر کی سیر ضرور کریں گے۔ بڑی سنہری دھوپ نکلی ہوئی ہے مگر یہ کیا......" وہ لمحہ بھر کے لئے خاموش ہوا۔ "میلکم مجھے لگتا ہے بادل آنے شروع ہو گئے ہیں۔ نیچے کے مناظر اب کم دکھائی دے رہے ہیں"۔ میلکم نے ذرا تیز آواز سے کہا "صرف دائیں طرف یعنی جنوبی طرف ہی پرواز کرنا۔ شمالی حصہ میں برمودا ٹرائی اینگل کا علاقہ شروع ہوتا ہے"۔

"ہاں میں کوشش کرتا ہوں؟" جان کی آواز آئی

"اب نیچے مجھے بادلوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا"۔ میلکم نے کسی قدر پریشانی کے ساتھ کہا "تم فوری طور پر جہاز کو واپس موڑ لو"۔

"لیکن میلکم یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ واپسی کے لئے مجھے طویل موڑ کاٹنا ہوگا۔ چاہے میں دائیں طرف سے موڑوں یا بائیں طرف سے بہر حال میں برمودا ٹرائی اینگل میں پہنچ جاؤں گا۔" جان کی پریشانی میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

میرا دل انجانے خطرے سے دھڑکنے لگا۔ میں نے میلکم سے پوچھا "کیا کوئی خطرے کی بات ہے؟" اس نے میری بات نظر انداز کر دی اور تقریباً چیختا ہوا بولا "جان تم فوری طور پر جہاز کو موڑ لو۔ واپسی کا اگر یہی راستہ ہے تو جلدی کرو۔ وقت ہرگز ضائع نہ کرو۔"

"ہاں میں نے جہاز موڑنا شروع کر دیا ہے۔ نیچے بادل چھٹ گئے ہیں اور سمندر نظر آ رہا ہے۔" جان کی آواز دوبارہ گونجی۔ اب کے میں نے قدرے چیخ کر میلکم کو مخاطب کیا "مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ کیا جان کسی مشکل میں گرفتار ہے؟"

"نہیں کچھ نہیں ہوگا۔ وہ واپس آئے گا۔" میلکم نے مجھے تسلی دی۔ جان کی آواز دوبارہ آئی "میلکم مجھے سمندری پانی سفید نظر آ رہا ہے اور فضا میں سفید دھند دکھائی دے رہی ہے۔ یہ دھند بڑی تیزی سے میری طرف بڑھ رہی ہے"۔

"جس طرح بھی ممکن ہو اس دھند سے بچو۔ اس دھند میں جانے کا مطلب موت کے منہ میں جانا ہے۔ آج تک جو بھی اس دھند میں پہنچا واپس نہ آیا۔" میلکم نے اس کی رہنمائی کی۔ اس کے ساتھ ہی میں ساری کارروائی سمجھ گئی "جان یہ سب کیا ہو رہا ہے واپس آ جاؤ۔" یہ کہہ کر میں رونے لگی۔ جان کی آواز دوبارہ آئی "مارتھا تم فکر مت کرو۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میلکم سفید دھند مجھ تک پہنچ چکی ہے۔ ارے یہ کیا ہوا؟ میلکم میرے قطب نما کی سوئیاں چاروں طرف گھوم رہی ہیں۔ اف یہ کیا ہو رہا ہے؟ ارے یہ کیا مجھے لگتا ہے کنٹرول ٹاور سے رابطہ ٹوٹ گیا ہے۔ تمہارے ٹرانسمیٹر کی آواز ڈیڈ ہو گئی ہے مگر میرے آلات کام کر رہے ہیں۔ شاید تم لوگ میری آواز سن سکتے ہو"۔ میلکم نے جلدی جلدی کئی بٹن دبائے اس کے بعد بولا "سر! جان برمودا ٹرائی اینگل کی دھند میں پھنس گیا ہے فوراً اس کی مدد کے لئے جہاز روانہ کئے جائیں"۔

میں یہ دیکھ کر چیخ اٹھی "جان! جان کیا ہو گیا تمہیں؟ کہاں ہو تم"۔ اس کے ساتھ ہی جان کی آواز دوبارہ آئی "مجھے لگتا ہے میں اس دھند میں بری طرح پھنس چکا ہوں۔ مجھے کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا کیونکہ قطب نما خراب ہو گیا ہے۔ آہ! مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے"۔ اس کی باتیں سن کر میری سسکیاں کنٹرول روم میں گونج رہی تھیں۔ میں نے میلکم سے وائرلیس جھپٹ لیا اور ہذیانی انداز میں چیخی "جان تمہیں کچھ نہیں ہوگا تم واپس آؤ گے میرے لئے۔ تمہیں زندہ رہنا ہوگا۔" مگر وہ میری آواز نہیں سن سکتا تھا۔ اچانک اس کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی "اف یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں یہ لوگ کون ہیں۔ یہ روشنیاں کیسی ہیں"۔ اس کے فوراً بعد اس کی آواز آئی "اگر آپ لوگ میری آواز سن سکتے ہیں تو سنیں کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔ مارتھا میں ایک حیرت انگیز جگہ آ گیا ہوں۔ کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔ میں مطمئن ہوں۔ ارے یہ کون!!" اس کے ساتھ ہی ہمارا رابطہ ٹوٹ گیا۔ شدت غم سے دھڑام سے فرش پر گری اور بے ہوش ہو گئی"۔

یہ کہہ کر مارتھا نے ٹشو پیپر میں اپنے آنسو جذب کیے۔ قریب ہی رکھے جگ سے میں نے اسے گلاس میں پانی بھر کر دیا۔ اس نے صرف ایک دو گھونٹ پر اکتفا کیا۔ چند لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد کھنکار کر وہ دوبارہ گویا ہوئی اس کی آواز میں گہرا کرب اور سوز تھا "میرا محبوب، میری زندگی کا سب سے بڑا خواب، میرا آئیڈیل جان اس ٹرائی اینگل میں ایسا پھنسا کہ پھر کبھی لوٹ کر نہ آیا۔ اس واقعہ کے بعد میں کوما میں چلی گئی۔ ایک ہفتے تک مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی جب ہوش آیا تو اس دنیا میں میرے لئے کوئی خوشی

باقی نہ بچی تھی۔ آفس سے کچھ دن کی چھٹی لے کر میں ڈیڈی کے پاس آگئی۔ میری زندگی میں آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں بچا تھا سو میں اکثر اوقات اکیلے کمرے میں روتی رہتی۔ ڈیڈی سے میری حالت نہیں دیکھی جاتی تھی۔ وہ خود بھی بستر سے لگے ہوئے تھے۔ ایک روز انکل جوزف میرے پاس آئے۔ میں بستر پر بیٹھی اپنے خوشگوار ماضی کے متعلق سوچ رہی تھی کہ وہ میرے پاس آکر بیٹھے۔ "انکل آپ!" میں نے فی الفور اپنے آنسو پونچھ کر کہا۔

"ہاں بیٹی میں!" وہ میرے سر پر ہاتھ پھیر کر بولے "دراصل میں تمہارے پاس اس لئے آیا تھا کہ تمہیں بتا سکوں کہ تمہارا باپ بہت بیمار رہتا ہے۔ کہیں یہ پریشانی اسے ختم نہ کردے۔ میں نے یہ بات تم سے صرف اس لئے کہی ہے کہ تم اپنے آپ کو سنبھالو ورنہ تمہارا باپ اپنی غمزدہ بیٹی کو دیکھ دیکھ کر کل کا مرا آج ہی جان سے جائے گا۔ تم سمجھ رہی ہو نا میری بات۔" انہوں نے سوال کیا۔ اپنے بے پایاں غموں کا بوجھ لئے میں ان کے سینے سے لگ گئی "انکل میں کیا کروں۔ کیسے خود کو سنبھالوں۔ جان کی یادیں مجھے اندر ہی اندر چھلنی کر رہی ہیں۔ ہمارے درمیان بہت ذہنی ہم آہنگی تھی۔ مجھے یوں لگتا ہے وہ یہیں کہیں موجود ہے۔ مجھ سے سرگوشیاں کر رہا ہے۔ اس کی یاد نے مجھے اتنا بے کل کردیا ہے کہ میں چاہوں بھی تو نہیں مسکرا سکتی۔ ہم دونوں محبت کی اس سرحد پر پہنچ چکے تھے جہاں سے واپس لوٹنا ممکن نہیں میں اسے نہیں بھلا سکتی۔ انکل آپ بتائیے کیا جان کی محبت اتنی بے وقعت ہے کہ میں اس پر دو آنسو بھی نہ بہاؤں؟"

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے!" انہوں نے تحمل سے کہا "اگر تم اس سے محبت کرتی ہو تو اس کے غائب ہونے کی وجہ تلاش کرو۔ برمودا ٹرائی اینگل سے نہ اس کے جہاز کا ملبہ ملا نہ کوئی آثار ملے۔ وہاں جاکر جان کہاں غائب ہوگیا اور دوسرے لوگ بھی کہاں پہنچ گئے اس بات کو تلاش کرو۔ ہوسکتا ہے اس کے بعد تمہیں سکون میسر آسکے۔" یہ کہہ کر وہ واپس چلے گئے۔ انکل جوزف بہت مختصر بات کرتے مگر ان کی بات میں ایک حکمت ہوتی۔ ان کے مشورے سے میرے اندر نیا ذوق پیدا ہوا۔ میں میامی چلی آئی اور جاب کے ساتھ تعلیم بھی حاصل کرتی رہی۔ میں نے برمودا ٹرائی اینگل کے تمام پراسرار واقعات اور ان پر مبنی کتب کا مطالعہ کیا مگر جان کا غائب ہوجانا ایک راز ہی رہا۔ پھر مجھے نیویارک کے اس ادارہ میں ملازمت مل گئی اور میں یہاں آگئی۔"

اپنی داستان سنا کر مارتھا خاموش ہوگئی تو میں نے اس سے سوال کیا "کیا تمہارے ڈیڈی اب بھی فلوریڈا میں ہیں؟"

اس نے سر سے نفی میں اشارہ کیا "جان کے غائب ہونے کے تین سال بعد ڈیڈی کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔"

"واقعی تمہاری کہانی تو نہایت تکلیف دہ ہے۔ تم نے جان کے بعد کسی سے شادی کیوں نہ کی بہت سے مخلص لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا

"مجھے کسی کے اندر وہ محبت نظر نہ آئی یا پھر میں جان کے علاوہ کسی کی محبت بھرے پیغام کو سمجھ نہ پائی۔"

میں نے فوراً کہا "ڈیوڈ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ میں سمجھتا ہوں تمہاری توجہ حاصل کرنے کی وہ جتنی کوشش کرتا ہے کسی دوسری امریکی لڑکی پر کرلیتا تو اب تک مقصد حاصل ہوگیا ہوتا۔" یہ سن کر وہ زور سے ہنسی۔ میری یہاں موجودگی کے دوران یہ پہلا موقع تھا کہ وہ کھل کر ہنسی تھی۔ "ڈیوڈ میرا ایک اچھا دوست ہے مگر اس کا مزاج مجھ سے قطعی مختلف ہے۔ میرا اور اس کا مزاج بالکل نہیں ملتا۔ ہاں تم ایک ایسے شخص ہو جس کی عادتیں کسی حد تک مجھ سے مماثل ہیں۔" اس کے آخری جملہ سے میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہی تھی۔ شاید وہ میرے جوابی جملے سننے کی منتظر تھی۔ میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا "کافی رات ہوگئی ہے اب مجھے

واپس جانا چاہیے۔ کنیکٹی کٹ پہنچنے میں بھی دو گھنٹے تو لگ ہی جاتے ہیں"۔

"اگر چاہو تو آج رات میرے اپارٹمنٹ پر ہی رک جاؤ۔ کچھ دیر مزید باتیں کرلیں گے"۔ اس نے فلیٹ کی کھڑکی سے باہر کی روشنیاں دیکھتے ہوئے کہا مگر میں واپسی کا تہیہ کرچکا تھا "نہیں جناب انکل خان سے میں کہہ کر آیا تھا وہ میرا انتظار کرتے ہوں گے۔ ویسے بھی میرے بزرگ کہتے ہیں دو انجان لڑکا اور لڑکی کو ایک چھت کے نیچے تنہا رات نہیں گزارنی چاہیے"۔ اس نے ہلکی سی مسکراہٹ سے مجھے دیکھا اور رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے رخصت کردیا۔

☆☆☆

شمالی بحر اوقیانوس میں واقع برمودا 150 چھوٹے جزائر پر مشتمل ہے جن میں سے صرف 20 جزائر پر آبادی ہے اور ان میں بھی چھ جزائر زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ تاج برطانیہ کے زیر نگیں برمودا کا دارالحکومت ہیملٹن ہے۔ یہ بھی ایک چھوٹا شہر ہے۔ ہماری پہلی منزل یہی شہر یعنی ہیملٹن تھا۔ وہاں کی ایک ٹورسٹ ایجنسی سے رابطہ کرلیا گیا تھا اور ہمیں وہاں کے ایک ٹورسٹ گائیڈ کی خدمات بھی حاصل ہوگئی تھیں۔ ہیملٹن سٹی میں جہاز کے کاک پٹ سے باہر قدم رکھتے ہی گرم ہوا کے تھپیڑے نے ہمارا استقبال کیا۔ ڈیوڈ میرے ساتھ ہی تھا۔ نیچے اترتے ہوئے بولا "اس قدر گرمی میں ساری توانائی پسینے کی صورت میں بہہ جائے گی تو ہم کام کیسے کریں گے"۔ میں نے اپنے ہینڈ بیگ کو کمر پر سیٹ کرتے ہوئے کہا "ڈیئر روزی اسی طرح حلال ہوتی ہے۔ یہ بھی کیا زندگی ہوئی کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو"۔ ہم دونوں کے پیچھے مارتھا اور مسٹر لی تھے۔ مارتھا نے سرخ کیپ کے علاوہ سن گلاسز لگائے ہوئے تھے اور تیز دھوپ کی وجہ سے چہرے کی رنگت میں سرخی نمایاں تھی۔ یوں اس کا حسن مزید دوبالا ہوگیا تھا۔

وزیٹرز لاؤنج میں نیلسن نامی سیاہ فام ٹورسٹ گائیڈ موجود تھا۔ برمودا کی ساٹھ فیصد آبادی سیاہ فاموں پر مشتمل ہے۔ نیلسن سے تعارف کے بعد قریبی ریسٹ ہاؤس پہنچے۔ یہ شہر زیادہ ترقی یافتہ نہیں ہے بلکہ اسے صحیح طور پر شہر بھی نہیں کہا جاسکتا۔ ساٹھ ہزار کی آبادی پر مشتمل یہ چھوٹا سا شہر کسی طرح بھی ترقی یافتہ نہیں کہلایا جاسکتا تھا۔ یہاں آکر یہ احساس ہوا کہ یہاں کے لوگ برمودا ٹرائی اینگل کی شہرت کیش کر رہے تھے۔ کئی ہوٹل اور ادارے اسی پراسرار مثلث کے ناموں کی ترکیب سے رکھے گئے تھے۔ ریسٹ ہاؤس کی حالت بھی بہت اچھی نہ تھی۔ اس شہر کے لحاظ سے تو واقعی یہ عمدہ ہوگا مگر جس نے نیویارک کے پرتعیش مہمان خانے دیکھے ہوں اسے وہاں کیا دلچسپی نظر آئے گی۔ بہر حال ہم سب اپنا اپنا سامان کمروں میں رکھ کر آئندہ کی حکمت عملی طے کرنے لگے۔ اگلے روز صبح ہی نیلسن کئی کتابوں اور سووینئر لئے آموجود ہوا "سر یہ تمام کتابیں، رسائل اور سووینئر برمودا ٹرائی اینگل سے متعلق ہیں۔ آپ کو تمام مطلوبہ معلومات ان سے مل جائیں گی"۔ اس نے ادب سے مسٹر لی کو کتابیں دیں۔ ہم سب ایک ساتھ کتابوں کی طرف بڑھے اور الٹ پلٹ کرکے دیکھنے لگے۔ مارتھا نے کتابیں دیکھ کر نیلسن سے کہا "ان میں سے زیادہ تر کتابیں تو ہمارے پاس موجود ہیں اور ان رسائل میں بھی کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں بلکہ یہ انہی کتابوں کو الٹ پلٹ کرکے جمع کی گئی ہیں۔ ہمیں ٹرائی اینگل کی عملی اور مشاہداتی تفصیلات چاہئیں"۔

نیلسن نے اس کی پوری بات سن کر کہا۔ "اس کا مطلب یہ کہ آپ اپنی آنکھوں سے اس پراسرار مثلث کی تحریکات دیکھنا چاہتی ہیں۔ یہ کام کچھ روکی ہے لیکن چلیں دیکھتے ہیں۔ آپ لوگ اگر تیار ہیں تو میرے ساتھ چلئے چند پراسرار مقامات تو میں آپ کو آج ہی دکھا سکتا ہوں"۔

"ہم لوگ بالکل تیار ہیں!" مارتھا نے عجلت سے کہا

"نہیں بھئی میرا تو موڈ نہیں ہے"۔ ڈیوڈ نے کرسی سرکا کر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں پہلے اس شہر کی سیر کرنا چاہتا ہوں"۔

"مجھے پتہ ہے تمہیں یہاں کن دلچسپیوں کی تلاش ہے"۔ مارتھا نے اس سے معنی خیز انداز میں کہا "چلو میں مسٹر لی اور شارق کے ساتھ چلی جاتی ہوں"۔
"ایسا کرو تم دونوں ہی چلے جاؤ"۔ مسٹر لی بولے "یہاں آنے کے بعد میرے سر میں شدید درد اور حرارت سی محسوس ہو رہی ہے۔ میں دوائی لے کر آرام کروں گا"۔
مارتھا اور نیلسن کی معیت میں ہوٹل کی وین سے روانہ ہوا۔ نیلسن نے ڈرائیور کو بندرگاہ کی طرف جانے کا کہا۔ پھر وہ ہم دونوں سے مخاطب ہوا "اب ہم ہیملٹن سٹی کی بندرگاہ کی طرف محو سفر ہیں۔ یہ برمودا جزائر کی سب سے بڑی اور اہم بندرگاہ ہے۔ میرا خیال ہے وہاں آپ کو چند پراسرار چیزیں ضرور مل جائیں گی"۔ مارتھا بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ جیسے کسی گہری سوچ میں کھوئی ہوئی ہو۔ نیلسن ہلکی آواز میں ڈرائیور سے کچھ باتیں کرنے لگا۔ مارتھا کھڑکی سے دور خلاؤں میں گھور رہی تھی۔ وین تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی اور باہر پتھریلی اور چٹانی پہاڑیاں نظر آنے لگی تھیں۔ جب اس کی خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے اس سکوت کو توڑا "کیا ہوا مارتھا کہاں کھو گئیں"۔ وہ اچانک چونک کر میری طرف متوجہ ہوئی۔
"میرا اس جگہ آنے کا ایک مقصد ہے۔ اس مقصد کے تحت ہی میں نے یہ جاب اختیار کی اور وہ مقصد ہے اپنے محبوب جان کے غائب ہونے کے معمہ کا حل...... ہو سکتا ہے اس ادارے کے لئے یہ میری آخری مہم ہو۔ اگر جان کا معمہ حل نہ ہوا تو میں بھی اپنے آپ کو اسی پراسرار سمندر کی نذر کر دوں گی"۔
"یہ کیا بات ہوئی؟" میں نے اس سے کہا "کسی زندہ شخص کے لئے اپنی جان کو داؤ پر لگا دینے کی تو بہت مثالیں سنی ہیں مگر یہ کبھی نہ سنا کہ کسی مردہ کے لئے کوئی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے......"
"خبردار! جو جان کو مردہ کہا" وہ خلاف توقع غصہ سے بپھر گئی "وہ زندہ ہے۔ تم نہیں سمجھ سکتے۔ تم کبھی نہیں جان سکتے۔ وہ ہر دوسرے تیسرے دن میرے خوابوں میں آتا ہے۔ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ مجھ سے کہتا ہے کہ میں نئی دنیا میں موجود ہوں جب اس سے پوچھتی ہوں کہ وہ کہاں ہے تو کہتا ہے جب تم آؤ گی تو پتہ چل جائے گا۔ ابھی بتانے کی اجازت نہیں ہے"۔ وہ جذبات کی رو میں کہے جا رہی تھی اور میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مجھے مکمل نفسیاتی کیس لگ رہی تھی۔ ایسا بگڑا ہوا کیس جو ڈاکٹروں کے تسلط سے نکل گیا ہو۔ میں نے سوچا وہ بندرگاہ پر جا کر کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کر لے اور یہ سوچ کر نیلسن سے کہا "مسٹر نیلسن واپس چلو ہم کسی دوسرے دن چلیں گے"۔
"نہیں ہم ابھی چلیں گے!" مارتھا نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے مجھ سے کہا "تم کسی غلط فہمی میں مبتلا مت ہو۔ میں اس وقت تک اپنی زندگی کی حفاظت کروں گی جب تک یہ معمہ حل نہ ہو جائے"۔
نیلسن نے ہم دونوں کی طرف دیکھا۔ میں نے اشارے سے اسے چلتے رہنے کا کہا۔ کچھ دیر کے بعد ہم بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ وہاں لوگوں کی کافی چہل پہل تھی۔ بندرگاہ سے لگے جہازوں سے آتی جاتی مال گاڑیوں کی آمد و رفت تھی۔ نیلسن ان سب کے درمیان سے ہوتا ہوا ہمیں آگے لئے جا رہا تھا۔ چلتے چلتے ہم ایک بلند وبالا لائٹ ہاؤس تک پہنچے۔ یہ بڑی جہازوں اور لانچوں کی رہنمائی کے لئے بنایا گیا تھا۔ لائٹ ہاؤس کے ساتھ ہی ایک لکڑی کا مکان تھا۔ نیلسن ہمیں باہر چھوڑ کر اندر گیا۔ واپسی میں اس کے ساتھ ایک اور سیاہ فام شخص تھا۔ اس شخص نے لائٹ ہاؤس کے دروازے کا تالا کھولا۔ وہاں گولائی میں بنی سیڑھیاں اوپر تک جا رہی تھیں۔ ہم ان سیڑھیوں کے ذریعے اس مینار نما لائٹ ہاؤس کے اوپر پہنچ گئے۔ وہاں سے دور دور تک سمندر اور دوسری جانب تقریباً پورا شہر دکھائی دے رہا تھا۔ نیلسن نے اپنی دوربین نکال کر ایک جانب دیکھا پھر بولا "بندرگاہ پر آنے والے بڑی جہاز سمندر کے اس بائیں حصہ میں ہی سفر

کرتے ہیں۔ جبکہ داہنے حصہ میں چند میل کے بعد برمودا ٹرائی اینگل کا سمندری علاقہ شروع ہو جاتا ہے"۔ میں نے اس سے دوربین لی اور سمندر کی داہنی جانب دیکھا وہاں دور فضا اور سمندر میں سفید دھند سی دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے نیلسن سے پوچھا "وہاں یہ بادل کیسے ہیں سمندر میں شاید ان بادلوں کا عکس پڑ رہا ہے"۔
"یہ بادل نہیں ہیں"۔ اس نے مجھ سے کہا "یہ وہی پراسرار دھند ہے جو ہزاروں لوگوں اور سینکڑوں بحری و فضائی جہازوں، لانچوں اور کشتیوں کو ہڑپ کر چکی ہے۔ جن کا نام و نشان تک نہ مل سکا"۔
"لاؤ مجھے دکھاؤ!" مارتھا نے تڑپ کر دوربین مجھ سے لی "آہ یہی وہ منحوس دھند ہے جس نے میرے محبوب کو مجھ سے جدا کر دیا"۔ یہ کہہ کر وہ نیلسن سے مخاطب ہوئی "کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ ہم اس دھند کو قریب سے دیکھ سکیں؟"
"ہاں ایک صورت ہے تو مگر......" وہ ایک لمحہ کو خاموش ہوا
"مگر کیا......؟" مارتھا نے پوچھا۔
"اس دھند کے قریب ایک چھوٹا سا بے آباد جزیرہ ہے وہاں سے اس دھند کو بہت قریب اور زیادہ واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے مگر یہ دھند بعض دفعہ اس جزیرہ کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ اس جزیرہ پر کسی لانچ کے ذریعے آدھے گھنٹہ میں پہنچا جا سکتا ہے"۔ نیلسن نے ساری تفصیلات سنا دیں۔
"کیا ابھی ہم لوگ وہاں جا سکتے ہیں؟" مارتھا نے اس سے پوچھا۔
"ہاں بالکل لیکن معاملہ ذرا ادھر ٹکی ہے......!" اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا۔ مارتھا اس کا مقصد سمجھ گئی۔ پرس سے چند پاؤنڈ نکال کر اسے دکھائے اور بولی "اب کیا خیال ہے؟"
"ہونہہ! سوچا جا سکتا ہے"۔ یہ کہہ کر نیلسن نے نوٹ جیب میں رکھ لئے۔ نیلسن نے جلد ہی ایک لانچ کرائے پر حاصل کر لی۔ لانچ کا مالک بڑی مشکل سے اور منہ مانگے کرائے پر اس جزیرے پر جانے کے لئے راضی ہوا۔ ہمارا نیا سفر شروع ہوا نیلسن ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے سگریٹ کیس نکال کر سگریٹ میری اور مارتھا کی طرف بڑھائی لیکن ہم دونوں نے منع کر دیا۔ سگریٹ سلگاتے ہوئے اس نے کہا "لانچ کے مالک نے کہا ہے اگر جزیرے کے دوسرے جانب دھند چھائی ہوئی ملی یا راستے میں سفید پانی آیا تو لانچ واپس موڑ لے گا مگر ہمیں کرایہ ادا کرنا ہو گا کیونکہ اس کا فیول خرچ ہوا ہے"۔
"ٹھیک ہے۔ ہم کون سا اپنے آپ کو اس سفید پانی میں جھونکنا چاہتے ہیں"۔ میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ میرا خیال تھا کہ اس سفر کی نحوست کا بار بار ذکر کر کے وہ مزید ٹپ کا خواہش مند ہے۔ ہم تینوں کے درمیان کچھ دیر خاموشی رہی۔ نیلسن نے ہی اس سکوت کو ختم کیا "سر آپ کو چکر تو نہیں آرہے؟" اس نے سگریٹ کے دھوئیں کا ایک مرغولہ چھوڑا "سمندر کا سفر بعض لوگوں کو راس نہیں آتا!"
"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔ مارتھا نے اس سے کہا اور کشتی کے کنارے کھڑے ہو کر دور سمندر کی طرف دیکھنے لگی۔ "نیلسن اس سفید کہر کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"
"بہت زیادہ نہیں!" اس نے سگریٹ پھینک کر اپنے جوتے سے مسلا "اکثر باتیں تو آپ کتابوں میں پڑھ چکی ہیں یہ کہر حرکت کر سکتی ہے۔ رات میں بعض اوقات اس کہر میں اسپارک ہوتے نظر آتے ہیں۔ بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ جو بھی اس کہر میں گیا واپس نہ آیا۔ اس کی حالت دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہے۔ اس روشن دھند کا نظارہ رات میں زیادہ پراسرار ہو جاتا ہے"۔ اس کے خاموش ہونے کے بعد مارتھا نے پوچھا "کیا یہ روشن سفید کہر پورے برمودا ٹرائی اینگل میں موجود ہے؟"
"میرا خیال ہے ایسا نہیں ہے!" نیلسن بھی اٹھ کر مارتھا کے ساتھ سمندر کی طرف دیکھنے لگا "ایسا لگتا ہے یہ

کوئی سرحد ہے جو دنیا والوں کو اس علاقہ میں جانے سے روکنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ جو منچلے اس روشن کہر کی سرحد کو پار کرنے کی غلطی کر بیٹھتے ہیں اس پراسرار مثلث کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کہر کے بارے میں سائنسی تحقیق تو آپ نے پڑھی ہوگی مگر مقامی روایات میں بھی کئی معلومات مل سکتی ہیں۔ اگر آپ کو اس طرح کی معلومات چاہئے ہوں تو میں چند مقامی لوگوں سے ملوا سکتا ہوں"۔

"بالکل ۔ بالکل !" مارتھا نے کہا۔ جزیرہ اب بہت قریب آتا جا رہا تھا اور اس کے پس منظر میں سفید کہر بھی واضح ہوتا جا رہا تھا۔ پانچ چھ منٹ کے سفر کے بعد ہم اس جزیرے پر پہنچ گئے۔ اس جزیرے کا قطر مشکل سے ایک کلومیٹر ہوگا۔ نیلسن نے بتایا کہ رات میں یہ جزیرہ سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ جزیرے کے ایک جانب لانچ روک کر ہم چٹانی زمین پر اتر گئے۔ یہاں پتھروں، چٹانوں، سمندری کائی اور بیلوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہم لوگوں کو جزیرے کے دوسری جانب جانا تھا جہاں سے کہر صاف دکھائی دیتی۔ ہم چاروں تقریباً دس منٹ میں جزیرے کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ یا مظہر العجائب! یہاں کا تو منظر ہی عجیب تھا۔ کنارے سے اندازاً ایک میل کے فاصلہ سے پانی میں سفید پانی کی دھاریں دکھائی دے رہی تھیں جن میں چمک بھی تھی۔ یہ کہر کسی اڑتی ہوئی دیو ہیکل لہر کی مانند تھی۔ ہم سب بہت دیر تک اس پراسرار دھند کو دیکھتے رہے۔ اچانک میری نظر مارتھا پر پڑی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ میں نے آہستہ سے حوصلہ دینے کے لئے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بلک پڑی اور میرے کاندھے پر سر رکھ کر بری طرح رونے لگی "یہی وہ منحوس دھند ہے جس نے میری خوشیاں چھین لیں۔ آہ مجھ پر ٹوٹنے والے غموں کے پہاڑ کی ذمہ دار یہی دھند ہے ؟" یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔ اچانک لانچ کا مالک چلایا "یہ شیطانی دھند ساحل کی طرف آرہی ہے۔ واپس چلو!" میں نے غور سے پانی کی طرف دیکھا۔ اس کی دھاریاں آہستہ روی سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ مارتھا نے بھی غور سے اسی طرف دیکھا۔ وہ آنسو پونچھ کر مجھ سے بولی "کیوں نہ ایسا کریں کہ تھوڑا سا سفید پانی ساتھ لے چلیں ۔ اس کا لیبارٹری ٹیسٹ کروالیں گے"۔

"ارے بی بی اس پانی کو چھونا بھی مت۔ یہ موت ہے موت......" لانچ کا مالک گھگیانے کے انداز میں بولا "آپ لوگ فوراً چلتے ہیں تو چلیں ورنہ مجھے اجازت دیں"۔ یہ کہہ کر وہ واپسی کے لئے مڑ گیا۔ میں نے مارتھا کو آہستہ سے پکارا "میرا خیال ہے ابھی ہمیں چلنا چاہئے۔ بعد میں کوئی فیصلہ کریں گے"۔ اس نے میری طرف دیکھا پھر زردو سی مسکرانے کی کوشش کی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ راضی ہے۔ پانی کی دھاریں اور دھند آہستہ آہستہ ساحل کی طرف بڑھ رہی تھیں اور تقریباً آدھا راستہ طے کرلیا تھا۔ ہم چاروں تیز تیز قدم سے چلتے ہوئے لانچ تک آئے۔ ہم لوگ فوری طور پر لانچ پر سوار ہوئے اور وہاں سے واپس آگئے۔

☆☆☆

ہملٹن پورٹ پر اترنے کے بعد لانچ کا کرایہ ادا کرنے کے لئے جب ہم واپسی کے لئے وین میں بیٹھے تو مارتھا نے نیلسن سے کہا "تم نے کہا تھا کہ مقامی لوگوں کو بھی برمودا ٹرائی اینگل کے بارے میں معلومات ہیں ؟"

"ہاں لیکن مقامی لوگ آسانی سے زبان نہیں کھولتے۔ ان کا خیال ہے کہ ان پراسرار باتوں کو بتانے سے اس مثلث کی بلائیں ان پر نازل ہو جائیں گی۔ پھر بھی چند لوگوں کو میں جانتا ہوں جن کا پیٹ اس معاملہ میں ہلکا ہے۔ اگر کہیں تو ان میں سے کسی سے ملوا سکتا ہوں"۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ ! چلو" مارتھا نے مسکرا کر کہا۔ نیلسن نے ڈرائیور کو راستہ بتایا اور وین پختہ سڑک سے پتھر یلے راستہ پر اتر گئی۔ یہ راستہ شہر کے بجائے مضافات کی طرف جاتا تھا۔ وین ایک پسماندہ گاؤں میں داخل ہوئی۔

(جاری ہے)

سید مہر علی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یکم رمضان ۴۷۰ھ کو ایران کے موجودہ صوبہ مازندران کے مشہور شہر گیلان میں پیدا ہوئے۔ بعض مورخین نے آپ کا سن پیدائش ۴۷۱ھ بھی تحریر کیا ہے۔ لیکن جب ایک مرتبہ حضرت غوث الاعظمؒ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھے سن پیدائش تو یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ جب میں بغداد آیا تو میری عمر اٹھارہ سال تھی اور شیخ تمیمی نے اسی سال داعیٔ اجل کو لبیک کہا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غوث الاعظم کا سن پیدائش ۴۷۰ھ تھا۔

ایک بار آپؒ علوم و فنون سیکھنے کے لئے بغداد جا رہے تھے گھر سے چلتے وقت آپ کی والدہ نے آپ کی عبا میں چالیس دینار سی دیئے اور نصیحت کی کہ "ہمیشہ سچ بولنا اور ہر معاملے کی بنیاد راست بازی پر رکھنا۔" آپ کا قافلہ ہمدان تک تو خیریت سے پہنچ گیا۔ لیکن جب یہ قافلہ ہمدان سے آگے ترنک کے سنسان کوہستانی علاقے میں پہنچا تو قزاقوں کے ایک جتھے نے اس قافلے پر حملہ کردیا قافلے کے لوگوں میں ان خونخوار قزاقوں کے مقابلہ کی سکت نہیں تھی۔ قزاقوں نے خوب لوٹ مار کی۔ اس ہنگامے کے دوران حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اطمینان سے ایک جانب کھڑے رہے۔ لڑکا سمجھ کر کسی نے آپ سے تعرض بھی نہیں کیا۔ اتفاق سے ایک قزاق کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے آپ کے قریب پہنچ کر آپ سے پوچھا۔ لڑکے تیرے پاس کیا ہے ؟ آپ نے بغیر کسی خوف و ہراس کے جواب دیا میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ قزاق بولا کہاں ہیں ؟ آپ نے اسے بتایا کہ یہ میری عبا میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں وہ آپ کی بات کو مذاق سمجھ کر آگے بڑھ گیا۔ پھر آپ کے پاس ایک اور قزاق آیا اس سے بھی اسی قسم کی گفتگو ہوئی تو یہ آپ کو اپنے سردار احمد بدوی کے پاس لے گیا۔ سردار نے کہا لڑکے سچ بتا تیرے پاس کیا ہے ؟ آپ نے پوری صداقت کے ساتھ پھر وہی جواب دیا۔ سردار نے آپؒ کی عبا کو پھاڑ کر دیکھا تو اس میں واقعی چالیس دینار نکلے۔ سردار نے انتہائی حیرت کے عالم میں آپ کو مخاطب کر کے کہا

"لڑکے تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگ قزاق ہیں اور قتل و غارت گری ہمارا پیشہ ہے۔ پھر بھی تم کو ہم سے خوف نہیں

آیا"۔ اس پر آپ نے فرمایا میری والدہ ماجدہ نے گھر سے چلتے وقت مجھے نصیحت فرمائی تھی کہ "ہمیشہ سچ بولنا" میں اپنی والدہ ماجدہ کی نصیحت کو کیسے فراموش کر دیتا۔ صرف چالیس دینار کی خاطر اپنا عہد کیسے توڑ دیتا۔ آپ کی بات سن کر احمد بدوی پر رقت طاری ہو گئی۔ اشک ہائے ندامت نے دل کی سیاہی دھو دی اور وہ بولا کہ تم نے ماں کی نصیحت یاد رکھی اور اپنے عہد کا اتنا پاس کیا مگر حیف ہے مجھ پر کہ میں اپنے پروردگار سے کیے ہوئے عہد کا پاس نہیں کرتا اس کے بعد احمد بدوی اور اس کے ساتھیوں نے توبہ کر لی۔

جب آپ ظاہری علوم و فنون سیکھ کر بغداد سے واپس آنے لگے تو اتفاق سے راستے میں پھر قزاقوں سے واسطہ پڑا آپ کے پاس تو زیادہ مال و اسباب نہیں تھا صرف کتابیں تھیں ڈاکو تمام لوگوں کا مال و اسباب لوٹ رہے تھے تو ڈاکوؤں کے سردار نے آپ کی طرف دیکھا اور پوچھا تمہارے پاس کیا ہے تو آپ نے جواب دیا میرے پاس تو صرف کتابیں موجود ہیں تو سردار نے کہا کہ اس سے یہ کتابیں بھی چھین لو آپ نے فرمایا کہ کتابیں تمہارے کسی کام کی نہیں ان میں میرا سالوں سال کا علم موجود ہے ڈاکوؤں کا سردار آپ کے قریب آیا اور کہا کہ ایسے علم کا کیا فائدہ جسے ڈاکو لوٹ کر لے جائیں آپ کے دل پر اس کی بات کا بہت اثر ہوا اور آپ دوبارہ بغداد تشریف لے گئے۔ بغداد کے جنگلوں میں بیس سال تک ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے اور باطنی علوم میں کمال حاصل کیا اور آپ سے اس قدر کرامات کا ظہور ہوا کہ اپنے دور کے سب سے بڑے صاحب کرامت بزرگ کہلائے۔ آپ کی چند کرامات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

بغداد کی ایک عورت اپنے لڑکے عبداللہ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ سیدی میرا یہ فرزند آپ سے بے پناہ عقیدت رکھتا ہے میں چاہتی ہوں کہ یہ آپ سے فیض حاصل کرے اسے اپنی غلامی میں قبول فرمایئے آپ نے اس عورت کی استدعا قبول کر لی اور عبداللہ آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ آپ نے اسے چند اذکار و اشغال کی تلقین فرمائی اور اس کی روحانی تربیت شروع کی۔ کچھ عرصے بعد عبداللہ کی ماں اپنے بیٹے کو دیکھنے آئی۔ عبداللہ بہت دبلا نظر آ رہا تھا اور جو کی روٹی کھا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ بھی اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ایک پلیٹ میں بُھنی ہوئی مرغی رکھی تھی جس میں سے کچھ کھا چکے تھے اور ہڈیاں پاس پڑی تھیں۔ اس عورت سے صبر نہ ہو سکا اور کہنے لگی حضرت آپ تو مرغی کھاتے ہیں اور میرے بچے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنا ہاتھ مرغی کی ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا "کھڑی ہو جا اس اللہ کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتا ہے۔" آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ مرغی زندہ ہو گئی اور اِدھر اُدھر پھرنے لگی۔ وہ عورت سکتے میں آ گئی۔ آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا تیرا لڑکا جب اس درجے پر پہنچ جائے گا اس وقت جو اس کا جی چاہے گا کھا سکے گا وہ عورت بہت نادم ہوئی اور معافی کی درخواستگار ہوئی۔

ایک روز بغداد کا ایک باشندہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا حضرت آج میں نے اپنے والد مرحوم کو خواب میں دیکھا کہ وہ عذاب میں مبتلا تھے اور کہہ رہے تھے کہ "شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہو کر میرے لئے دعائے مغفرت کراؤ"۔ آپ نے یہ سن کر نہایت خشوع و خضوع سے اس شخص کے والد کے حق میں دعا فرمائی۔ دوسرے دن وہ شخص پھر حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ یا حضرت آج میں نے اپنے والد کو نہایت عمدہ حالت میں دیکھا، وہ سبز لباس پہنے ہوئے تھے اور بہت خوش نظر آتے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی دعا کی بدولت عذاب سے نجات دی اور اپنی رحمت سے نوازا۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں اصفہان سے حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت میری بیوی کو اکثر مرگی کے دورے پڑتے ہیں۔ بہت علاج کئے لیکن کسی سے کچھ افاقہ نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ مرگی نہیں ہے بلکہ ایک

شریر جن تیری بیوی کو ستاتا ہے تو گھر جا اور جب تیری بیوی کو دورہ پڑے تو اس کے کان میں کہنا۔ "عبدالقادرؒ جو بغداد میں رہتا ہے تجھ سے کہتا ہے کہ پھر نہ آنا ورنہ مارا جائے گا۔" اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اس کی بیوی بالکل شفایاب ہو گئی۔

ایک دن آپ اپنے مدرسے میں درس و تدریس میں مشغول تھے کہ یکایک آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ نے اپنا ہاتھ چادر کے اندر کر لیا۔ کچھ دیر بعد جب باہر نکالا تو ہاتھ اور آستین سے پانی ٹپک رہا تھا۔ طلباء آپ کے جلال کی وجہ سے کچھ دریافت نہ کر سکے۔ اس واقعہ کے دو ماہ بعد کچھ سوداگر بحری سفر کے بعد بغداد پہنچے اور بہت سے تحائف لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ طلباء بھی آپ کے نزدیک بیٹھے تھے۔ سوداگروں نے بیان کیا کہ دو ماہ ہوئے ہم پُر سکون سمندر میں سفر کر رہے تھے کہ یکایک تیز و تند ہوا چلنے لگی اور سمندر میں ایک ہولناک تلاطم پیدا ہوا ہمارا جہاز گرداب میں پھنس گیا اور ڈوبنے لگا اس وقت بے اختیار ہماری زبان سے "یا شیخ عبدالقادر جیلانی" نکلا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک ہاتھ غیب سے ظاہر ہوا اور اس نے جہاز کو کھینچ کر کنارے پر لگا دیا۔ طلباء نے اس واقعہ کی تاریخ پوچھی تو وہی تھی جس دن آپ نے بھیگی ہوئی آستین اور ہاتھ اپنی چادر سے نکالا تھا۔

ایک دفعہ آپ شیخ ابوالحسنؒ کی عیادت کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک جوڑا کبوتر اور قمری کا پال رکھا تھا۔ شیخ ابوالحسنؒ نے حضرت سے عرض کی اس قمری نے نو ماہ سے بولنا ترک کر دیا ہے اور یہ کبوتری چھ ماہ سے انڈے نہیں دیتی۔ آپ نے قمری سے مخاطب ہو کر فرمایا اے قمری اپنے رب کی تسبیح کر۔ آپ کا ارشاد سنتے ہی قمری نہایت خوش الحانی سے بولنے لگی۔ پھر آپ نے کبوتری سے فرمایا۔ اے کبوتری اپنے مالک کو فائدہ پہنچا چند دن بعد اس کبوتری نے انڈے دیئے اور بچے نکالے اور پھر کبھی بیمار نہ ہوئی قمری اس کے بعد کبھی خاموش نہ ہوئی۔ بغداد کے لوگ اکثر اس گھر سے اس کے بولنے کی آواز سنتے تھے۔

ایک دفعہ ماہِ رمضان المبارک میں ایک مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی کہ آج شام کو روزہ میرے غریب خانہ پر افطار فرمائیں۔ آپ نے اس کی درخواست قبول کر لی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ستر مرید آپ کو افطار کی دعوت دینے آئے اور آپ نے ہر ایک سے اس کے ہاں آنے کا وعدہ کر لیا۔ جب افطار کا وقت آیا تو آپ ہر ایک مرید کے گھر موجود تھے۔ صبح کو جب یہ لوگ آپ کے مدرسے میں جمع ہوئے تو ہر ایک نے فخر سے کہا کہ کل شام حضرت نے میرے گھر روزہ افطار کیا۔ غرض سب ایک دوسرے کو جھٹلانے لگے مدرسے کے خدام نے ان کا جھگڑا سنا تو کہا کہ حضرت مدرسے سے باہر کہیں تشریف ہی نہیں لے گئے آپ نے یہیں ہمارے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ اب تو سب کو سخت حیرت ہوئی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اصل واقعہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں تم سب سچے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو اتنی قوت عطا کی ہے کہ وہ بیک وقت بہت سے مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں"۔

ایک دفعہ شکر کا ایک سوداگر چودہ اونٹوں پر شکر لاد کر تجارت کی غرض سے کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں ایک لق و دق صحرا میں قافلے کو قیام کرنا پڑا۔ رات گزارنے کے بعد جب قافلہ چلنے کے لئے تیار ہوا تو چار لدے ہوئے اونٹ کہیں نہ ملے۔ وہ سیدنا غوث الاعظمؒ کا عقیدت مند تھا۔ عالم یاس میں آپ کو پکارا دیکھتا کیا ہے کہ ایک سفید پوش نورانی بزرگ دور ایک ٹیلے پر کھڑے ہیں اور ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہے ہیں جب وہ اس ٹیلے کے پاس پہنچا تو وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ اس نے ٹیلے پر چڑھ کر دوسری طرف دیکھا تو چاروں اونٹ سامان سمیت بیٹھے تھے۔

مظفر جرمی سے روایت ہے کہ رات کو میں آپ کے مدرسے میں ہی سو جایا کرتا تھا تاکہ صبح کی مجلس میں شرکت

کر سکوں اور آپؒ کے قریب بیٹھ سکوں۔ ایک رات سخت گرمی تھی۔ نیچے سونا بہت مشکل تھا۔ اس لئے میں مدرسے کی چھت پر لیٹ گیا۔ وہیں اوپر ایک کمرہ تھا جس میں سیدنا غوث الاعظمؒ تشریف فرما تھے۔ لیٹتے ہی میرے دل میں کھجوریں کھانے کی خواہش پیدا ہوئی عین اسی وقت سیدنا غوث الاعظمؒ نے اپنے کمرے کی کھڑکی کھولی اور میرا نام لے کر فرمایا لو بھئی یہ کھجوریں کھالو اب تو تمہاری خواہش پوری ہوگئی۔ میں فرطِ حیرت سے دم بخود ہو گیا کیونکہ آپؒ مجھے جانتے تک نہ تھے۔

ایک دن جب آپؒ ایک بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے تو اچانک سیاہ بادل چھاگئے اور بوندا باندی شروع ہوگئی۔ آپؒ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا اے بادل میں مخلوقِ خدا کو ذکرِ خدا کے لئے جمع کرتا ہوں اور تو منتشر کرنا چاہتا ہے یہ کہنا تھا کہ بارش بند ہوگئی۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حصولِ تعلیم کے دور میں فلسفہ اور علمِ کلام سے گہرا لگاؤ ہو گیا میرے چچا مجھے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں لے گئے اور کہا یہ لڑکا فلسفیات کو نہیں چھوڑتا اس پر آپؒ نے مجھے بلایا اور پوچھا کون کون سی کتابیں پڑھ لی ہیں میں نے کتابوں کے نام لیے آپؒ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا جونہی ہاتھ اٹھایا مجھے ذخیرۂ کتب سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا لیکن خدا نے میرے سینے میں علومِ روحانی بھر دیئے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ماہِ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کے اوائل میں سخت علیل ہو گئے اور اسی کیفیت میں غالباً ۹ ربیع الآخر کو نوے سال سات ماہ کی عمر میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ برصغیر پاک و ہند میں ان کا عرس ہر سال گیارہ اور سترہ ربیع الآخر کو منعقد کیا جاتا ہے۔ دورانِ علالت جب آپؒ کے صاحبزادے نے ان سے وصیت چاہی تو آپؒ فرمانے لگے "خدا کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھنا، تقویٰ اور اس کی عبادت کو شعار بنانا، توحید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ کرنا"۔

❋

ہر انسان کا دماغ قدرت کا بنایا ہوا ایک کمپیوٹر ہے اس کمپیوٹر میں دو کھرب سے زیادہ آلات ہیں جب ہم اپنے اندر اس کمپیوٹر کو چلانا سیکھ لیتے ہیں تو ہماری آنکھ خلا کے اُس پار دیکھنے لگتی ہے۔ اس کمپیوٹر کا استعمال سیکھنے کے لئے روحانی اسکالر **حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی** کی مشہورِ زمانہ کتاب

ٹیلی پیتھی سیکھئے کا مطالعہ کیجئے

جس کا عوامی ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔

﴿ہدیہ صرف =/30 روپے﴾

اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ, D-1 1/7 ناظم آباد۔ کراچی

مشعلِ معرفت

مرتبہ: سید نعمان علی

کمال کیا ہے

شیخ ابوسعید مہدیؒ کو کسی شخص نے بتایا۔ فلاں آدمی پانی پر چلتا ہے جناب شیخ نے جواب دیا "جل مرغی بھی پانی پر چلتی ہے" اس شخص نے کہا حضرت فلاں شخص تو ہوا میں اڑتا ہے۔ یہ سن کر شیخ بولے "یہ تو کوئی خاص بات نہیں، ہوا میں تو کوا اور مکھی بھی اڑ سکتے ہیں" ایک دوسرا شخص بولا ایک شخص لمحہ بھر میں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچ جاتا ہے۔ شیخ ابوسعیدؒ نے جواب دیا "یہ کیا کمال ہے شیطان کہیں بھی لحظہ بھر میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے" یہ کہہ کر آپؒ نے فرمایا "کمال یہ ہے کہ آدمی عوام میں رہے تمام حقوق پورے کرے اور ایک لمحہ بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہو"۔

(مرسلہ: امید افشاں صغیر۔ فیصل آباد)

جنات کا بادشاہ

ابن محفوظ کا بیان ہے ایک بار میری لڑکی فاطمہ گھر کی چھت پر سے یکایک غائب ہو گئی میں نے پریشان ہو کر حضرت غوث پاکؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر فریاد کی آپؒ نے ارشاد فرمایا "کرخ جا کر وہاں کے ویرانے میں رات کے وقت ایک ٹیلے پر اپنے اردگرد حصار باندھ کر بیٹھ جاؤ وہاں میرا تصور باندھ لینا اور بسم اللہ کہہ لینا رات کے اندھیرے میں تمہارے اردگرد جنات کے لشکر گزریں گے ان کی شکلیں عجیب و غریب ہوں گی انہیں دیکھ کر ڈرنا نہیں سحری کے وقت جنات کا بادشاہ تمہارے پاس حاضر ہو گا اور تم سے تمہاری حاجت دریافت کرے گا اس سے کہنا "مجھے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بغداد سے بھیجا ہے تم میری لڑکی کو تلاش کرو"۔ چنانچہ میں کرخ کے ویرانے میں چلا گیا اور حضرت غوث پاکؒ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا رات کے سناٹے میں خوفناک جنات میرے حصار کے باہر گزرتے رہے مجھ پر خوف طاری ہونے لگا بالآخر صبح کے وقت جنات کا بادشاہ گھوڑے پر سوار آیا اس کے اردگرد بھی جنات کا ہجوم تھا حصار کے باہر ہی سے اس نے میری حاجت دریافت کی میں نے بتایا کہ مجھے حضرت غوث الاعظمؒ نے تمہارے پاس بھیجا ہے اتنا سننا تھا کہ ایک دم وہ گھوڑے سے اتر آیا اور زمین پر بیٹھ گیا دوسرے سارے جن بھی دائرے کے باہر بیٹھ گئے میں نے اپنی لڑکی کی گمشدگی کا واقعہ سنایا اس نے تمام جنات میں اعلان کیا کہ لڑکی کو کون لے گیا ہے چند لمحوں میں جنات نے ایک جن کو پکڑ کر بطور مجرم حاضر کر دیا جنات کے بادشاہ نے اس سے پوچھا "قطبِ وقت کے شہر سے تم نے لڑکی کیوں اٹھائی؟"

وہ کانپتے ہوئے بولا "عالیجاہ! میں اسے دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا تھا" بادشاہ نے اس جن کی گردن اڑانے کا حکم صادر کیا اور میری پیاری بیٹی میرے سپرد کر دی۔

(مرسلہ: راجہ سجاد علی راجپوت۔ کامور اکالونی نواب شاہ)

عاشق کی نماز

حضرت شرف الدین بو علی شاہ قلندرؒ پر جذب و سکر کی حالت اس قدر طاری ہو گئی کہ آپؒ نے ہر چیز حتیٰ کہ نماز بھی ترک کر دی۔ لوگوں نے مفتی ضیاء الدین سنامی سے شکایت کی کہ "شرف الدین سے زبردستی نماز پڑھوائی جائے"۔

اب مفتی ضیاء الدین سنامی حضرت بو علی شاہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے سوال کیا کہ "اے شرف الدین آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے"۔ آپ نے فرمایا "بے عیب ذات اللہ کی۔ اللہ بس باقی ہوس"۔

مفتی نے کہا "جو کچھ بھی ہو نماز کی ادائیگی ہر حال میں لازم ہے اس سے پہلوتہی کرنے کی بالکل اجازت نہیں"۔

حضرت بو علیؒ نے جواب دیا "مفتی صاحب! آپ اپنا کام کیجئے"۔ "آپ مفتی صاحب کو بڑا غصہ آیا اور اس نے حضرت بو علی شاہ کو خاصا برا بھلا کہا۔

حضرت بو علیؒ نے جواب دیا "مفتی تُو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے میں مست الست ہوں"۔ مگر مفتی مصر رہا آپؒ نے فرمایا "میں عاشق ہوں اور عشق میں مبتلا ہوں۔ اگر تُو بضد ہے تو میں تیرے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ نیت باندھ فرض نماز کی"۔

مفتی صاحب کی خوشی دیدنی تھی کہ انہوں نے کامیابی حاصل کرلی تھی۔ اب مفتی صاحب امام بنے اور بو علی مقتدی۔ جب نماز شروع ہوئی تو بو علی پر استغراق کا عالم شروع ہوگیا۔ مفتی صاحب نماز پڑھا بھی چکے مگر بو علی جوں کے توں کھڑے رہے۔

اب مفتی نے پوچھا "شرف الدین! نماز ختم ہوگئی ہے جبکہ تُو ابھی تک نیت باندھے کھڑا ہے"۔ بو علی قلندر نے جواب میں ایک شعر پڑھا جس کا مطلب حاضرین کو سمجھ نہ آیا انہوں نے حضرت سے سوال کیا۔ حضرت! تفصیل سے بات بتائیں۔

حضرت نے فرمایا کہ "مفتی کی گھوڑی نے بچہ دیا ہے اور جہاں مفتی کے گھر گھوڑی اور بچہ موجود ہے وہاں گندم رکھنے کے لئے کنواں نما جگہ بنی ہوئی ہے لہٰذا ساری نماز میں مفتی کے دل و دماغ پر اس فکر کا ڈیرہ جما رہا ہے کہ کہیں گھوڑی کا بچہ گندم والے کنوئیں میں نہ گر جائے۔ میں ایسی نماز کا قائل نہیں۔ میں اپنے حواس سے بیگانہ ہوں اور ایک غلام کی طرح عشق الٰہی میں غرق ہوں اور خاموش رہتا ہوں کیونکہ غلام نہیں بولا کرتے"۔

(مرسلہ: شاہد خان۔ کراچی)

عجز و انکسار

حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں "ایک کامل کا قول ہے کہ بولنے اور تقریر کرنے کے لئے بہت عقل درکار ہے لیکن چپ رہنے کے لئے اس سے بھی زیادہ عقل درکار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان انتہائی درجہ کمال پر پہنچتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں نے کچھ نہیں سمجھا اور اسی بنا پر چپ ہو جاتا ہے تو یہ کیفیت اس کے اہلِ علم ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ انسان کی تکمیل اسی میں نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں مکمل ہوگیا وہ ہمیشہ مکمل ہونے کی جستجو میں رہے تو یہ بات اس کے درجات میں بلندی پیدا کرتی ہے۔ تکمیل کرلینے یا مکمل ہو جانے کا دعویٰ تکبر اور سرکشی کو ظاہر کرتا ہے۔ جب کہ خدا تعالیٰ کو تکبر و سرکشی بالکل پسند نہیں ہے اور انکسار و عجز وہ منازل ہیں جن کو سر کرلینا انسان کو اوجِ کمال تک پہنچا دیتا ہے جب کہ تکبر و سرکشی انسان کو تحت الثریٰ میں دھکیل دیتے ہیں"۔

(مرسلہ: اکبر رضوی۔ لاہور)

اخلاق کے موتی

مشہور صوفی اور شاعر مولانا جامیؒ خواجہ نقشبندؒ کے مرید ہونے کی خواہش میں بخارا پہنچے۔ دیکھا کہ شہر کے وسط سے ایک جلوس گزر رہا تھا۔ ایک شخص بڑے طمطراق سے سنہری رتھ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ترکان زرین کمر ہٹو بچو کی صدائیں لگا رہے تھے۔ پوچھنے پر لوگوں نے بتایا یہی نقشبندؒ ہیں۔ مولانا کو بہت افسوس ہوا کہ ناحق اتنی مسافت طے کی، یہاں تو معاملہ ہی دیگر ہے۔ بہر حال رات کو خواجہ صاحبؒ کی مسجد میں ہی ٹھہر گئے۔ خواب میں دیکھا کہ قیامت کا میدان ہے وہ اس حال میں ہیں کہ پیروں میں آبلے پڑے ہیں اور زاد راہ بھی میسر نہیں، شدید پیاس لگی ہوئی ہے۔ اس عالم میں اچانک خواجہ نقشبندیؒ نمودار ہوئے۔ انہیں اپنی چھاگل سے پانی پلایا ان کا ہاتھ پکڑا اور تمام مراحل بہ سہولت طے کرا دیئے۔ مولانا بیدار ہوئے تو بہت حیران ہوئے کہ یاالٰہی اس شخص کا کیا ماجرا ہے، وضو کرنے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص مسجد کی صفائی کر رہا ہے، صلوٰۃ فجر میں وہی شخص امام بنا، سپیدہ سحر طلوع ہوا تو مولانا نے دیکھا وہ خواجہ نقشبندیؒ ہی تھے۔

(مرسلہ: میم۔ ریحان۔ ملیر۔ کراچی)

مرتبہ: دانش علی

حاصلِ مطالعہ

آپ اپنے ذوقِ مطالعہ سے دوسروں کو بھی متاثر اور مستفید کرسکتے ہیں۔
وہ اس طرح کہ اپنا حاصلِ مطالعہ، کتاب کے حوالے کے ہمراہ ہمیں ارسال کردیں۔

اے شیر خوابیدہ......

مجاہدین اپنے نئے رہنما منصور بن احمد کی قیادت میں کئی برس تک لڑتے رہے۔ عقاب کی وادی مدت تک ان کے خون سے لالہ زار ہوتی رہی کبھی اُنہیں مسیحی بربریت کے سیلاب کی شدت کے سامنے پیچھے ہٹنا پڑا اور کبھی سیلاب کی لہریں عزم و ہمت کی ان چٹانوں کے ساتھ ٹکرا کر واپس چلی جاتیں۔ لیکن عالم اسلام سو رہا۔ مراکش کا مسلمان اپنے ریگ زاروں میں خوش تھا۔ مصر کا مسلمان نیل کے ساحل پر سو رہا تھا۔ ترک، قسطنطنیہ کی دیواروں کے سائے میں اونگھ رہے تھے۔ عرب، اپنے نخلستانوں میں مست تھے اور ہندوستان کے تاجدار عشرت کدے تعمیر کرنے میں مصروف تھے۔ البجارات کی پہاڑیوں میں اندلس کے گنے چنے مجاہد برسوں تک شمشیر بکف رہے۔ لیکن مراکش سے کوئی یوسف بن تاشفین، مصر سے کوئی صلاح الدین ایوبی، ترکستان سے کوئی ملک شاہ، عرب سے کوئی محمد بن قاسم اور افغانستان سے کوئی محمود غزنوی ان کی مدد کے لئے نہ پہنچا۔ اندلس کی خاک شہیدوں کے لہو سے سیراب ہوتی رہی۔ جب تک منصور بن احمد اور اُن کے ساتھی دشمن سے برسرِ پیکار رہے باقی اندلسی مسلمانوں کے لئے ہجرت کے راستے تھوڑے بہت کھلے رہے۔ اسلام کے ان مجاہدوں نے تین نسلوں تک جنگ لڑی اور یہ جنگ اُس وقت ختم ہوئی جب مجاہدین کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بھی بہہ چکا تھا۔ اس دوران لاکھوں اندلسی مسلمانوں کو ملک بدر کیا گیا۔ ہزاروں عورتوں کی عصمتیں لوٹی گئیں۔ اندلس میں 800 برس کی حکومت کے بعد آج وہاں ایک بھی مسلمان موجود نہیں۔ قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلیہ کی مساجد آج بھی موجود ہیں۔ لیکن اذان دینے والی زبان موجود نہیں اور الحمراء کی دیواریں زبان حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ قدرت کبھی کسی قوم کے اجتماعی گناہ کو معاف نہیں کرتی۔

(اقتباس: شاہین۔ نسیم حجازی
مرسلہ: محمد مجاہد)

صانع حقیقی کا ثبوت

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک خدائے تعالیٰ کی نسبت اقوام عالم کے ایک عام اور عالمگیر عقیدے کی طرف جب ہم خیال کرتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ انسان اپنے خالق حقیقی کی اُس پوشیدہ اور مخفی ذات کے ساتھ ایک غیب الغیب باطنی رشتے کے ذریعے وابستہ اور مربوط ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ روشن خیال سائنسدان اور فلسفی سے لے کر ایک سادہ لوح بادیہ نشین وحشی تک تمام اعلیٰ اور ادنیٰ طبقے کے انسان اُس ذات مقدس کی ایک اعلیٰ اور برتر ہستی، کمال، جلال اور جمال والی ذات اور صاحبِ قدرت و حکمت پاک وجود کے متعلق متفق الرائے ہیں۔ سب کے دل پر اُس کے نام کا سکہ بیٹھا ہوا ہے اور ہر دماغ میں اُس کی یاد طوعاً و کرہاً موجود ہے۔ گویا انسان کی مٹی اُس کی یاد اور ذکر کے آبِ حیات سے گوندھی گئی ہے۔ جس فاضل فلسفی نے انسان کو "متلاشی حق" کا خطاب دیا ہے۔ واقعی اُس کا مبلغ علم انسانی حقیقت کو پوری طرح پاچکا ہے اور کسی شاعر کا یہ مصرعہ ؎

عدم سے جانب ہستی تلاش یار میں آئے

بالکل صحیح ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ واجب الوجود کی ہستی کا عقیدہ اس قدر عام، فطرتی اور عالم گیر ہے کہ اس عقیدے کے منکر کو اگر ایک قسم کا خبطی اور جنونی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ زمین و آسمان کی یہ لامحدود عجیب و غریب صنعت اپنے صانع حقیقی کا پورا پورا پتہ دے رہی ہے۔ کائناتِ عالم کا یہ منظم کارخانہ اپنے ازلی کاریگر کو پکار پکار کرتا رہا ہے۔ جب ہم اس کارخانہ کائنات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس کے تمام اصولوں کو کمالِ علم اور حکمت پر مبنی پاتے ہیں۔ دنیا کی اس عظیم الشان مشینری کا پرزہ پرزہ ایک غالب قوت اور زبردست حکمت کے مطابق چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ ٹھوس اور بے حس جامد اجار کا ہر ذرہ قدرت کے ایک نہایت کارآمد اور منظم قانون کے موافق قائم ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل رہا ہے اور بے جان اشجار کا ہر پتہ فطرت کے ایک محکم امر کے مطابق مل رہا ہے۔ قدرت کے اس نظم و نسق اور فطرت کے اس فیضان کو دیکھ کر ہر دانا دل اس حکیم اور علیم ذاتِ والا صفات کو ماننے پر مجبور ہے اور ہر بینا آنکھ اس صانع حقیقی کے جمالِ لازوال سے مسحور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس عجیب و غریب صنعت میں اس قدر حیرت انگیز نظم و نسق اور بے عیب تسلسل کو دیکھ کر انسانی عقل کمالِ حیرت و استعجاب میں کھو جاتی ہے اور فہم و قیاس عاجز اور دنگ رہ جاتے ہیں۔ کہیں ذرہ بھر غلطی معلوم نہیں ہوتی کہیں بد نظمی کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی تربیت اور نگہبانی سے غفلت اور تساہل واقع نہیں ہوتا۔ کس قدر مکمل اور محکم انتظام ہے۔ کتنا قوی اور زبردست اہتمام ہے۔ دیکھنے والی آنکھ نہیں ورنہ اس چلمن میں سے وہ صانع حقیقی جھانک رہا ہے۔ دانا اور سنوا دل نہیں ورنہ وہ ذات نقاب کثرت اٹھا اٹھا کر توحید کے نغمے سنا رہی ہے۔

ایک دفعہ ایک اونٹوں کے چرانے والے جنگل کے بادیہ نشین سے کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کی بابت سوال کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس طرح پہچانتا ہے تو اس نے کیا عمدہ جواب دیا کہ جنگل میں اونٹ کا گوبر اونٹ کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور زمین پر قدموں کے نشانات سے کسی چلنے والے کا پتہ لگتا ہے۔ تو کیا یہ زمین و آسمان اپنے خالق اور صانع حق سبحان کا پتہ نہیں دیتے۔

(اقتباس کتاب: عرفان۔ نور محمد سروری قادری

مرسلہ: مرتضیٰ علی۔ اورنگی ٹاؤن کراچی)

جنت کا گہوارہ

ایک طرزِ فکر بندے کو خالق سے قریب کرتی ہے۔

دوسری طرزِ فکر بندے کو خالق سے دور کرتی ہے۔ ہم جس طرزِ فکر سے جس قدر قریب ہو جاتے ہیں۔ اسی مناسبت سے ہمارے اوپر رحمتوں یا صعوبتوں کے دروازے کھلتے رہتے ہیں۔ اللہ کا انعام یافتہ شخص آلام و مصائب کی زندگی سے نا آشنا ہو جاتا ہے اور یہ دنیا اس کے لئے جنت کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

(اقتباس: آوازِ دوست۔ خواجہ شمس الدین عظیمی

مرسلہ: ارم علی۔ کراچی)

بزرگانِ دین

اللہ جل شانہٗ جب کسی بندے پر فضل کرتا ہے تو اس میں پھر اس انسان کے حسب و نسب لیاقت اور قوت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ بس جو لوگ اس کے اہل ہوتے ہیں۔ ربِّ کائنات ان سے پھر دین کی خدمت کا کام لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہم السلام کے صحابہ کرام کے بعد ہر زمانے میں ایسے بہت سے حضرات پیدا ہوئے ہیں کہ ان بزرگانِ دین کے نام ان کی دینی خدمات اخلاص اور ترویج کے سبب لوگ بڑی قدر اور عزت و احترام کے ساتھ لیتے ہیں اور انہی بزرگانِ دین کی بے دریغ قربانیوں کی وجہ سے اسلام ہم تک اپنی اصلی شکل میں آپہنچا ہے۔

(اقتباس: عاشقِ رسول۔ الحاج محمد امین

مرسلہ: ظہور احمد۔ ضلع چارسدہ عمرزئی)

6

قرآنی انسائیکلوپیڈیا

﴿ادارہ﴾

قرآن میں تفکر اگر ہمارا شعار بن جائے اور ہم اس تفکر کے نتیجے میں میدان عمل میں اُتر آئیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کائنات میں توانائی کی واحد قوت "نور" سے ہم واقف نہ ہو سکیں۔

آثم

AASIM۔ اس لفظ کے لغوی معنی "گناہ کا ارتکاب کرنے والا" کے ہیں قرآن کریم کی سورۂ بقرہ کی آیت 283 میں آثم قلبہ۔ ترجمہ: گنہگار ہے دل اس کا۔ میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ دیگر ہم معنی مگر مختلف الاشکال الفاظ آثما، الآثمین، اثاما، اثیما، تاثیم اور تاثیما وغیرہ کے ساتھ کل تیرہ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ انگریزی زبان میں اس کے لئے لفظ Sinful person یا Sinner استعمال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتے ہر بڑے کافر گنہگار سے (سورۂ بقرہ: 276)

علمائے باطن کی تعلیمات یہ بتاتی ہیں کہ مخلوقات میں حیوانات، نباتات، جمادات اور فرشتے ایسی مخلوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ڈیوٹی پر بغیر سوچے سمجھے عمل کرنے کے پابند ہیں۔ جبکہ انسان اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے معنی پہنانے کا اختیار بھی دیا ہے مثلاً انسان اس بات کا پابند تو ہے کہ وہ اپنی بھوک مٹانے کے لئے غذا کا استعمال کرے کیوں کہ وہ غذا استعمال کئے بغیر صحت مند نہیں رہ سکے گا۔ لیکن کیا کھائے یہ اس کا اختیار ہے اور یہ اختیار بھی اللہ ہی کا عطا کردہ ہے۔ علمائے باطن اس کی مزید تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ ہر علم اللہ کی طرف سے انسان کی روح میں انسپائر کیا جاتا ہے اور انسان کو انسپائریشن یعنی اطلاع میں معنی پہنانے کا اختیار حاصل ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسان کے اس اختیار کو "نیت" کا عنوان دیا ہے۔ کسی بھی عمل سے پہلے انسان کی نیت میں یعنی سوچ اور طرزِ فکر میں جو کچھ ہوگا اسی پر جزا اور سزا کا اطلاق ہوگا۔ اس عالم آب و گل میں انسان عموماً جس شعور کو استعمال کرتا ہے، مادّی عناصر کے تابع ہونے کی وجہ سے اس شعور کا ادراک سطحی ہوتا ہے۔ انسان کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ سطحی شعور سے بلند ہو کر نورِ باطن سے واقفیت حاصل کرلے۔ نورِ باطن سے واقفیت کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے موصول ہونے والی انسپائریشن میں خود غرضی اور مصلحت آمیزی کی ملاوٹ کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ چونکہ اللہ کا نور لامحدود ہے اس لئے اللہ کے ایسے بندے جو اللہ کے نور سے واقف ہو جاتے ہیں اُن کی سوچ بھی محدودیت سے نکل کر لامحدودیت میں داخل ہو جاتی ہے۔ جبکہ گنہگار شخص مادّی شعور کے تحت لامحدود انسپائریشن کو اپنے محدود مفادات کے تابع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

قرآن پاک کی تعلیمات کا اگر خلاصہ بیان کیا جائے تو مختصر الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ اس پوری کائنات میں دو طرزیں کام کر رہی ہیں۔ پہلی طرز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ ہے اور دوسری طرز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کائنات کو معین فارمولوں کے تحت زندگی منتقل کر رہے ہیں۔ کائنات میں زندگی الٰہی قوانین کے تحت رواں دواں ہے۔ دن کے بعد رات ہو جاتی ہیں۔ سورج غروب ہوتا ہے تو آسمان پر تاروں کی قندیلیں روشن ہو جاتی ہیں۔ کوئی فرد اس وقت تک بوڑھا نہیں ہوتا جب تک کہ وہ بچپن، لڑکپن اور جوانی کی حدوں کو نہ عبور کرے۔ ہر شے خاص فارمولے کے تحت متغیر ہے، یہ فارمولے یا قوانین اللہ تعالیٰ نے متعین فرمادیے ہیں۔ اب اگر کائنات میں کوئی فرد ان متعین فارمولوں سے ہٹ کر اپنا ارادہ و اختیار استعمال کرتے ہوئے ان فارمولوں کو اپنی ذات تک محدود کرنے کی کوشش کرے تو کائناتی سسٹم میں خلاء پیدا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے فرد کو کائنات رد کر دیتی ہے۔ اس کی تاریخ میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً نمرود، شداد اور فرعون نے مختلف ادوار میں اپنی مطلق العنانی کی بناء پر مظلوم و بے بس انسانوں کی فنا و بقا کا دعویٰ کیا۔ کائناتی سسٹم کی لامحدود وسعت اور پھیلاؤ کو ذہن میں رکھا جائے تو ان کا یہ دعویٰ ایسا ہی تھا کہ جیسے کوئی چیونٹی ہاتھی کو اپنے پیروں تلے کچل دینے کا دعویٰ کر بیٹھے...... ظاہر ہے ایسے دعوے کا تمسخر ہی بنے گا۔ آپ دیکھ لیجئے کہ آج تک نمرود، شداد اور فرعون کے کردار تاریخ کے صفحات پر عبرت انگیز مثال کے طور پر موجود ہیں۔ اہل باطن کے نزدیک زندگی کی بساط طرز فکر کے اوپر قائم ہے اگر وہ طرز فکر ایسی ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کرتی ہے تو اس کا نام شیطنت ہے اور ایسی طرز فکر جو اللہ تعالیٰ سے بندے کو قریب کرتی ہے اس کا نام رحمت ہے۔ یعنی اس بات کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ کائنات میں دو گروہ موجود ہیں، پہلا گروہ انعام یافتہ ہے اور دوسرا گروہ باغی اور ناشکرا ہے۔ ممکن ہے بعض لوگوں کے ذہنوں میں سوال پیدا ہو کہ شیطانی طرز فکر پر عمل پیرا لوگ وسائل اور آسائشوں کی وجہ سے بالاتر کیوں نظر آتے ہیں؟ اور یہی لوگ کامیاب کیوں ہیں؟ گروہ شیطنت کے افراد کا وسائل اور اختیار کے اعتبار سے بالاتر نظر آنے اور دولت کے انبار جمع کر لینے سے ضروریات پوری ہونے کا کوئی تعلق نہیں۔ مثال کے طور پر ایک آدمی کے پاس اگر ایک کروڑ روپیہ موجود ہے تو وہ اتنی ہی غذا کھا سکے گا جتنی کہ ایک قلاش شخص کھائے گا...... اگر ایک فرد کے پاس 50 کمروں پر مشتمل عالیشان محل موجود ہے تو اسے سونے کے لئے اتنی ہی جگہ درکار ہوگی جتنی کہ ایک جھونپڑی میں رہنے والے فرد کو...... ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ 50 کمروں کے محل کا مالک جب سونے کے لئے لیٹے تو اس کا جسم اس قدر پھیل جائے کہ وہ دس چارپائیوں کی جگہ گھیر لے، علیٰ ہٰذا القیاس یہی حال پوری زندگی کے اعمال و حرکات کا ہے۔ یعنی مادّی وسائل کے حصول کے ضمن میں دنیا کا کوئی بھی فرد جس قدر جدوجہد کرے گا اسی قدر وسائل اُسے مہیا ہو جائیں گے۔ دنیاوی وسائل کے لئے جدوجہد کو کسی طرح غلط قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن دسترس میں آنے والے وسائل کا استعمال کس طرز فکر کے تحت ہو رہا ہے یہ بات اصل میں لائق توجہ ہے۔

برائی یا بھلائی کا جہاں تک تعلق ہے، کوئی عمل دنیا میں برا ہے، نہ اچھا ہے۔ دراصل کسی عمل میں معانی پہنانا، اچھائی یا برائی ہے۔ معانی پہنانے سے مراد نیت، سوچ یا طرز فکر ہے۔ کسی بھی عمل سے پہلے انسان کی سوچ یا طرز فکر میں جو کچھ ہوتا ہے وہی شیطنت ہے یا رحمت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آگ کا کام جلانا ہے۔ ایک آدمی لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے آگ کو کھانا پکانے میں استعمال کرتا ہے تو یہ عمل خیر ہے۔ وہی آدمی اس آگ سے لوگوں کے گھر جلا ڈالتا ہے تو یہ برائی ہے۔

جب تک آدمی کے یقین میں یہ بات رہتی ہے کہ چیزوں کا موجود ہونا یا چیزوں کا عدم میں چلے جانا اللہ کی طرف سے ہے، اس وقت تک ذہن کی مرکزیت قائم رہتی ہے، یہی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ طرز فکر ہے۔ جب یہ یقین غیر مستحکم ہو کر ٹوٹ جاتا ہے تو آدمی ایسے عقیدے اور ایسے وسوسوں میں گرفتار ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ ذہنی انتشار ہوتا ہے، پریشانی ہوتی ہے، غم اور خوف ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ طرز فکر ہے جس پر عمل پیرا افراد سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتے۔

☆☆☆

اُجَاج UJAAJ۔ اس لفظ کے لغوی معنی سخت کھاری اور گرم پانی کے ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ تین مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ انگریزی میں اسے BITTER کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے ساتھ چلائے دو سمندر۔ یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے، اور یہ کھاری ہے کڑوا اور رکھا ان دونوں کے بیچ پردہ اور آڑ رکھی۔ (سورۂ فرقان: 53)

ترجمہ: اور برابر نہیں دونوں سمندر، یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے۔ جس کا پینا بھی آسان ہے اور ایک کھاری اور کڑوا اور دونوں میں سے کھاتے ہو گوشت تازہ اور نکالتے ہو زیور جن کو پہنتے ہو۔ (سورہ فاطر: 12)

ترجمہ: بھلا تم دیکھو تو پانی جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اتارا اس کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے۔ اگر ہم چاہیں اس کو کر دیں کھاری پھر کیوں نہیں شکر کرتے (سورہ واقعہ: 70)

زندگی کے لئے پانی ایک ضروری شئے ہے۔ اگر زمین پانی سے محروم ہو جائے تو وہ زندگی سے بھی محروم ہو جائے گی۔ پانی میں مٹھاس اور کڑواہٹ یا کھاری پن پانی میں موجود معین مقداروں کی کمی بیشی کی بناء پر پیدا ہوتا ہے۔ وہ معین مقداریں کیلشیم، میگنیشیم، کاربوہائیڈریٹس، سلفیٹس، کلورائیڈ، نائٹریٹس، نائٹروجن، آئرن اور آیوڈین ہیں۔ ان معین مقداروں کی کمی بیشی کی وجہ سے پانی کی کثافت اور ذائقہ میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔

پانی ایک عمدہ محلل Solvent ہے یہی وجہ ہے کہ مذکورہ نمکیات میں سے اکثر ہر وقت حل شدہ رہتے ہیں۔ ان میں سے چند نمکیات صابن سے تعامل Reaction کرکے غیر حل پذیر دہی کی طرح رسوب Curdy Perciptate جس کو عام طور پر پھٹکیاں کہتے ہیں پیدا کر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسے پانی میں جھاگ بہت مشکل سے بنتا ہے۔ اس پانی کو عموماً کھاری پانی اور سائنسی زبان میں سخت پانی Hard Water کہا جاتا ہے۔ اگر پانی میں ایسے نمکیات موجود ہوں مگر ان کی مقدار بہت کم ہو، پانی میں صابن کا جھاگ بکثرت اور با آسانی بن سکے تو ایسے پانی کو سائنسی زبان میں نرم یا ہلکا پانی Soft Water کہتے ہیں۔ سخت پانی یعنی کھاری پانی میں بائی کاربونیٹ، کلورائڈ اور سلفیٹ، کیلشیم، میگنیشیم اور آئرن کے بائی کاربونیٹ حل ہوتے ہیں۔ جبکہ نرم پانی یعنی عام استعمال کے پینے کے پانی میں اسی قسم کے سوڈیم اور پوٹاشیم کے نمکیات ہوتے ہیں۔

کھاری پانی یا سخت پانی کی بھی دو اقسام ہیں

1۔ عارضی سخت پانی **Temporary Hard Water**

2۔ مستقل سخت پانی **Permenent Hard Water**

سخت پانی کی عارضی قسم میں کیلشیم، میگنیشیم اور آئرن کے بائی کاربونیٹ حل ہوتے ہیں اور مستقل سخت پانی میں کیلشیم، میگنیشیم کے کلورائڈز اور سلفیٹ حل ہوتے ہیں۔

سخت یا کھاری پانی کی کثافت ایک اعشاریہ صفر دو چار 1.024 اور میٹھے یا نرم پانی کی کثافت ایک اعشاریہ صفر صفر 1.00 ہوتی ہے۔ سخت یا کھاری پانی میں ڈوبنا میٹھے پانی کی بہ نسبت خاصا مشکل ہوتا ہے۔ میٹھے یا نرم پانی کی PH (پاور آف ہائیڈروجن) ویلیو سخت یا کھاری پانی کی بہ نسبت کم ہوتی ہے۔ اگر سمندر کے پانی کا تجزیہ کیا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پانی میں تمام نمکیاتی مادوں میں سب سے زیادہ مقدار تقریباً 3/4 حصہ عام نمک یا کھانے کے نمک کی ہوتی ہے۔ سمندر کے کھاری پانی میں مندرجہ ذیل تناسب سے مختلف معدنی اجزاء شامل ہوتے ہیں۔

1۔ سوڈیم کلورائیڈ (عام نمک) 77.8% فیصد — 2۔ میگنیشیم کلورائیڈ 10.9% فیصد

3۔ میگنیشیم سلفیٹ 4.7% فیصد — 4۔ کیلشیم سلفیٹ 3.6% فیصد

5۔ پوٹاشیم سلفیٹ	2.5% فیصد	6۔ کیلشیم کاربونیٹ	0.3% فیصد
7۔ دیگر اجزاء	0.2% فیصد		

سمندری پانی میں نمکیاتی اجزاء صرف اس کی کثافت میں ہی اضافہ نہیں کرتے بلکہ اس کے رنگ اور درجہ حرارت پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں جس سمندر کے پانی میں نمکیات کی زیادتی ہوگی اس کے پانی کی رنگت گہری نیلی ہوگی اور اگر نمکیات کی کمی ہوگی تو اس کا رنگ سبزی مائل ہوگا۔ اس طرح کھاری پانی کا درجہ حرارت بھی زیادہ ہوتا ہے اور کم کھاری یا کم شوریت والے پانی کا درجہ حرارت کم ہوتا ہے۔

بحیرہ قلزم اور بحر اوقیانوس، جبل الطارق کے مقام پر ایک ساتھ رواں دواں ہو جاتے ہیں لیکن ان دونوں کا پانی باہم نہیں ملتا۔ یہ بھی ان دونوں سمندروں کے پانی میں موجود نمکیات کی مقداروں کے فرق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ رواں دواں دونوں سمندروں کے پانی کی مچھلیاں بھی اپنے اپنے پانی میں ہی رہتی ہیں دوسرے سمندر کے پانی میں داخل نہیں ہوتیں۔ مقداروں کے اس قانون کی وجہ سے آب وہوا پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ اس طرح کہ سمندر کے پانی کے اندر سمندر کا ہی کچھ پانی کسی مخصوص سمت میں دریا کی مانند بہتا رہتا ہے۔ جبکہ سمندر کا مجموعی پانی ایک جگہ ٹھہرا رہتا ہے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ سمندر کی سطح پر چلنے والی لہریں دراصل تیز ہوا کے باعث پانی کی اوپر نیچے حرکت ہیں اسے پانی کا بہاؤ ہرگز نہیں کہا جائے گا۔ اس ٹھہرے ہوئے سمندری پانی کے زبردست ذخیرہ میں بحری روئیں Ocean Current مسلسل بہتی رہتی ہیں۔ ان بحری رووں کے بہنے کی رفتار 4 تا 6 میل فی گھنٹہ کے قریب ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ان کی گہرائی اور چوڑائی بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ قدرت کا عجوبہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی کے اندر گہرائی میں پانی کی ایک رو مسلسل بہے چلی جارہی ہے اور اس رو کا پانی سمندر کے پانی میں ضم Mix بھی نہیں ہوتا ہے۔ ایسے سمندر جہاں سورج کی شعاعیں سارا سال عموداً پڑتی ہیں وہاں پر سورج کی تمازت کے باعث عمل تبخیر Evaporation بہت زیادہ ہونے سے بہت سا پانی بخارات بن کر ہوا میں شامل ہو جاتا ہے اور یوں نمکیاتی مادوں میں اضافہ ہو جانے کے باعث سمندر کا پانی سخت اور بھاری ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس ان سمندروں کا پانی جہاں سورج کی شعاعیں ترچھی پڑتی ہیں اور سورج کی تمازت کم ہوتی ہے۔ ان سمندروں میں تبخیر کا عمل Evaporation بہت کم ہوتا ہے اور پانی میں نمکیات کی مقدار اعتدال پر رہتی ہیں یوں گرم پانی کی رو ٹھنڈے پانی کی طرف اور ٹھنڈے پانی کی رو گرم پانی کی جانب حرکت کرنے لگتی ہے۔

سمندری روئیں جب کسی ساحلی علاقے کے نزدیک سے گزرتی ہیں تو وہاں کے درجہ حرارت پر کافی حد تک اثر انداز ہوتی ہیں، مثلاً اگر کسی ساحلی علاقے پر سردی پڑرہی ہو اور وہاں سے سرد پانی کی رو گزرے تو وہاں سردی میں اضافہ ہو جاتا ہے، جیسے لبریڈور کی سرد پانی کی رو کے باعث شمالی امریکہ کے مشرقی ساحلی علاقوں پر سمندری پانی منجمد ہو جاتا ہے۔ جبکہ گرم پانی کی خلیجی رو کے باعث یورپ اور برطانیہ کے سمندری علاقوں کا پانی منجمد نہیں ہونے پاتا بلکہ سارا سال کھلا رہتا ہے۔ براعظم یورپ کی صنعتی ترقی میں گرم پانی کی خلیجی رو کا اہم کردار ہے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے وہاں سمندری سطح جمتی نہیں ہے اور یورپی ممالک سال بھر اپنی تجارت جاری رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ گرم پانی کی رو سطح سمندر کے قریب بہتی ہیں اس بناء پر بحری جہاز اس رو کو اکثر اپنا ٹریک بھی بنا لیتے ہیں جس کی وجہ سے جہاز کی رفتار میں اضافہ بھی ہو جاتا ہے اور ایندھن کے استعمال میں بھی کمی ہوتی ہے۔ دنیا کے بہت سے سمندروں میں گرم وسرد پانی کی رووں کے ایک دوسرے سے قریب آجانے کے باعث سمندروں کا پانی معتدل ہو جاتا ہے۔ چونکہ مچھلیاں معتدل پانی میں رہنا پسند کرتی ہیں چنانچہ ان علاقوں میں وسیع پیمانے پر مچھلی پکڑی جاتی ہے اور وہاں کے لوگ اپنے لئے خوراک کے علاوہ بہت سا زر مبادلہ بھی کماتے ہیں۔

روحانی سوال و جواب

الشیخ عظیمی

ان صفحات پر آپ کے روحانی سائنس سے متعلق سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے اس پتے پر ارسال فرمائیں۔

روحانی سوال و جواب، ۱۔ڈی، ۷/۱، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

سوال: میں نے ہر مذہب کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ جو کچھ میں سمجھتا ہوں اس نے مجھے ذہنی الجھن میں مبتلا کر دیا ہے مودبانہ درخواست ہے کہ آپ میری مدد کریں۔ ہر مذہب کے پیروکار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نوع انسانی کی فلاح صرف اس کے بتائے ہوئے طریقہ میں ہے باقی تمام راستے گمراہی کی طرف جاتے ہیں۔ بلا امتیاز مذہب وملت اگر غور کیا جائے تو یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی کیونکہ ہر انسان ماحول، تعلیم و تربیت، اپنی مخصوص عادات، مزاج اور رجحانات کے اعتبار سے دوسروں سے مختلف ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مختلف الخیال انسانوں کی فلاح کسی ایک ہی طریقہ میں ہو؟

مذاہب عالم کے مطالعے سے یہ انکشاف بھی ہوتا ہے کہ ہر مذہب کا ظاہری پہلو اس کے عقائد، عبادات کے طریقے اور سماجی احکامات ہیں جو اس کے ماننے والوں کی پہچان بن جاتے ہیں۔ جبکہ ایک غیر محسوس مخفی پہلو ایسا بھی موجود ہے جو ظاہری سانچے سے مختلف بلکہ بسا اوقات متصادم دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً اسلام میں ظاہری پہلو "شریعت" اور مخفی پہلو "طریقت" کی صورت میں موجود ہے۔ ہندومت کی ظاہری صورت بتوں کی پوجا اور ذات برادری کی تقسیم وغیرہ ہے اور مخفی پہلو یوگا فلاسفی ہے۔ عیسائیت میں بھی چرچ کے عام رسوم وعبادات کے علاوہ ایک اور مکتبہ فکر جسے Saintliness کہا جاتا ہے، موجود ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تمام مذاہب اپنی تعلیمات کے مخفی پہلو میں بالکل متفق اور نظریاتی وحدت رکھتے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ باطن میں ایک مرکزی نقطہ سے وابستگی کے باوجود ظاہری طریقے جدا جدا کیوں ہیں؟"

(عرفان محمود۔ اٹک)

جواب: حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

باطن سے استفادہ کرنے کے لئے اللہ نے انبیاء کے ذریعے شریعتیں نافذ کی ہیں۔ ہم جب شریعت پر غور کرتے ہیں اور انبیاء کی تعلیمات پر فکر کر کے کوئی نتیجہ اخذ کرتے ہیں تو ایک ہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ نوع انسانی کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے۔ اللہ کو ایک جاننے اور ماننے کو توحید کہا گیا ہے۔ توحید یا اللہ کو ایک ماننا اور اللہ کو بحیثیت خالق کے ایک جاننا انبیاء علیہم السلام پر وحی کے ذریعے منکشف ہوا۔ چونکہ انبیاء کو یہ کشف وحی کے ذریعے ہوتا ہے اس لئے وہ جو کچھ کہتے ہیں ان فرمودات میں قیاس کو دخل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس انبیاء کو نہ ماننے والے فرقے توحید کو اپنے قیاس میں تلاش کرتے ہیں۔ جب سے آدم زاد برادری کا مادی وجود ظاہر ہوا ہے اسی وقت سے انسان کی ایک طاقت کو تحریک تسلیم کرنے کے لئے قیاس سے راہنمائی چاہتا ہے۔ انبیاء کو نہ ماننے والے فرقے ہمیشہ توحید کو اپنے قیاس میں تلاش کرتے رہے۔

ان کے قیاس نے غلط راہنمائی کر کے توحید کو غیر توحیدی نظریات بنا کر پیش کیا اور یہ نظریات کہیں کہیں دوسرے فرقوں سے متصادم ہوتے رہے۔ قیاس اور مفروضہ (Fiction) کا پیش کردہ کوئی نظریہ کسی دوسرے نظریے کا چند قدم تو ساتھ دے سکتا ہے لیکن ناکام ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ خود قیاس کردہ نظریہ ہے۔ اس کو ماننے کے لئے کوئی حقیقت سامنے نہیں ہے۔ جبکہ انبیاء کا اعلان کردہ توحید کا نظریہ قیاس پر مبنی نہیں ہے۔

ہم جب نوعِ انسانی کا تذکرہ کرتے ہیں اور نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود چاہتے ہیں تو ہمیں لازماً اس طرف توجہ دینی پڑے گی کہ نوعِ انسانی ایک کنبہ ہے۔ اس کنبہ کا ایک سرپرست ہے۔ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اس نظریہ پر نوعِ انسانی کو اکٹھا کرنے کے لئے ایک مکتبہ فکر پر جمع ہونا ضروری ہے۔ وہ نقطۂ فکر یہ ہے کہ اللہ ایک ایسی ہستی ہے جو بشمول کائنات، نوعِ انسانی کی سرپرست ہے۔ جتنے بھی انبیاء ابتدائے آفرینش سے آخری نبی محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک مبعوث ہوئے ان سب نے توحید کا درس دیا ہے۔ کسی نبی کی تعلیم ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ انبیاء کی توحید کے نظریہ کے علاوہ آج تک جتنے نظام ہائے حکمت بنائے گئے وہ تمام اپنے ماننے والوں کے ساتھ مٹ گئے یا آہستہ آہستہ مٹتے جا رہے ہیں۔ موجودہ دور میں تقریباً تمام پرانے نظامِ فکر فنا ہو چکے ہیں یا ردوبدل کے ساتھ فنا کے راستے پر سرگرمِ عمل ہیں۔

آج کی نسلیں گزشتہ نسلوں سے کہیں زیادہ مایوس ہیں اور آئندہ نسلیں اور بھی زیادہ مایوس ہونے پر مجبور ہوں گی۔ ایک وقت آئے گا کہ نوعِ انسانی کو کسی نہ کسی وقت نقطۂ توحید کی طرف لوٹنا پڑے گا جس نقطۂ توحید کو انبیاء نے متعارف کرایا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف ممالک اور قوموں میں زندگی کی طرزیں مختلف ہیں۔ لباس الگ اور جسمانی وظائف جداگانہ ہیں۔ یہ بات کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے کہ تمام نوعِ انسانی کا جسمانی وظیفہ ایک ہو سکے۔ ہم جب جسمانی وظیفے سے ہٹ کر اپنے اندر دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک ہی بات نظر آتی ہے کہ جسمانی وظائف الگ الگ ہونے کے باوجود نوعِ انسانی کے تمام افراد کا روحانی وظائف میں باہم اشتراک ہے۔ باہمی اشتراک یہ ہے کہ مخلوق ایک ہے اور مخلوق کی ضروریات بھی یکساں ہیں اور مخلوق کے لئے وسائل فراہم کرنے والا بھی ایک اللہ ہے۔ ذرا سا سوچنے پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ نوعِ انسانی کی جتنی ترقیاں ہیں، جتنے علوم کے مدارج ہیں ان سب کا تعلق اسی ایک ذات سے ہے۔ کوئی علم اس وقت تک علم نہیں بن سکتا جب تک کوئی ذات ان علوم کو انسانی دماغ پر انسپائر (Inspire) نہ کرے۔ کوئی ترقی ممکن نہیں ہے جب تک اس دنیا میں کسی شئے کے اندر تفکر نہ کیا جائے۔ کوئی شئے موجود ہو گی تو ترقی ہو گی، موجود نہیں ہو گی تو ترقی نہیں ہو گی۔ نوعِ انسانی موجود ہو گی تو ارتقاء ہو گا ورنہ ارتقاء نہیں ہو گا۔

نوعِ انسانی کے دماغ میں کچھ کرنے اور بنانے کا خیال وارد نہ ہو تو کوئی ایجاد نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ باہمی ربط ہے جو روحانی اعتبار سے تمام نوعوں میں اور تمام افراد میں ہمہ وقت متحرک ہے دنیا کے مفکرین کو چاہئے کہ وہ جدوجہد کر کے غلط تعبیروں کو درست کریں۔ یہی وہ یقینی عمل ہے جس سے اقوامِ عالم کو ایک روحانی دائرے میں اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ روحانی دائرہ آسمانی کتابوں اور قرآن کی پیش کردہ توحید ہے۔ قرآن پاک کی بیان کردہ توحید میں داخل ہونے اور اس توحید کو اپنے اوپر جاری و ساری کرنے کے لئے تعصبات کو بالائے طاق رکھنا ہو گا۔ تفرقوں سے آزاد ہونا ہو گا۔ وہ وقت دور نہیں ہے کہ نوعِ انسانی مستقبل کے خوفناک تصادم سے وہ معاشی ہو یا نظریاتی، مجبور ہو کر بقا کی تلاش کرے گی اور بقا کے ذرائع ہمیں توحید کے سوا کسی نظامِ حکمت سے نہیں مل سکتے۔

☆......☆......☆

سوال: میں روحانی علوم سیکھنا چاہتا ہوں لیکن میرے گھر والے سخت مخالف ہیں۔ میں یہ علم سیکھ کر اپنی اصلاح کے

ساتھ ساتھ مخلوقِ خدا کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اندر اس خیال نے تلاطم برپا کر رکھا ہے کہ اگر میں نے زندگی کے مقصد کی تکمیل نہیں کی تو عمر رائیگاں چلی جائے گی۔

(محمد علی)

جواب: کتاب محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول اور جلد دوم کا تفکر کے ساتھ مطالعہ کریں۔
رات کو سونے سے پہلے کم از کم آدھا گھنٹہ کتاب محمد رسول اللہ ﷺ ضرور پڑھیں۔ انشاء اللہ بے چین روح کو قرار آجائے گا۔

☆......☆......☆

سوال: کیا روحانی علوم سیکھنے کے لئے انسان کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ اگر تعلیم ضروری ہے تو وہ لوگ جو عمر رسیدہ ہیں اور تعلیم یافتہ نہیں ہیں یہ علم کس طرح سیکھ سکتے ہیں۔

(آفاق علی۔ کراچی)

جواب: شعوری علوم سیکھنے سے ذہن کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک سائنٹسٹ جتنی آسانی سے ایٹامک تھیوری کو سمجھ لیتا ہے ان پڑھ آدمی میں اتنی فہم و فراست نہیں ہوتی۔ گویا مادی علوم سے شعوری استعداد اور فہم و فراست کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ روحانی علوم سیکھنے میں بھی ذہنی استعداد اور لاشعوری سکت زیرِ بحث آتی ہے۔ اس لئے مادی علوم کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ لیکن ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ جن لوگوں نے اسکول یا مدرسہ میں نہیں پڑھا انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علم حاصل ہوا ہے تاریخ میں بہت سارے شاعر حضرات ایسے گزرے ہیں جو خاص پڑھے لکھے نہیں تھے۔ آئن اسٹائن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسکول کا نالائق ترین طالب علم تھا۔ کلیہ ہے کہ کسی علم کو سیکھنے کے لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم بچہ کو پہلی کلاس میں داخل کراتے ہیں تو وہ بھی پڑھا ہوا نہیں ہوتا۔ استاد اسے پڑھنا لکھنا سکھا دیتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی بڑی عمر کا مرد یا خاتون عمر کے کسی بھی دور میں پڑھنا چاہے تو استاد کی شاگردی میں علم حاصل ہو جاتا ہے۔

ایک ان پڑھ آدمی کی عمر چالیس سال ہے۔ اس کو ہم اس طرح کہیں گے کہ ایک چالیس سال کا آدمی علمی اعتبار سے 5 سال کا بچہ ہے۔ چالیس سالہ آدمی جب پانچ سال کے بچے کی طرح کسی استاد کی شاگردی میں علم سیکھنے کی طرف توجہ دے گا۔ تو علم سیکھ لے گا۔ یہی حال روحانی علوم کا بھی ہے۔ کسی بھی عمر میں جب ہم مرشد کی ارادت میں آجاتے ہے تو ہم روحانی علوم سیکھ لیتے ہیں۔

☆......☆......☆

سوال: دانشوروں کے مطابق جدید سائنس کا آغاز تشکیک (Scepticism) سے ہوا ہے۔ سائنسدان ایک مفروضہ قائم کرتا ہے۔ اس پر مسلسل غور و فکر کرتا ہے، تجربات کے نتائج کو پرکھتا ہے۔ تحقیق کے دوران ذہن پر وارد ہونے والا کوئی خیال کسی علم یا فارمولے کی بنیاد بن جاتا ہے۔ مفروضہ Hypothesis کو ہم شک کے علاوہ کوئی نام نہیں دے سکتے۔ جبکہ الہامی کتاب کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شک کو دل میں جگہ دینے سے منع فرماتے ہیں۔ ازراہِ کرم اس سلسلہ میں راہ نمائی فرمائیں۔

(شبیر احمد۔ معراج پورہ)

جواب: قرآن حکیم نے شک کا تذکرہ بے یقینی کے معنوں میں کیا ہے۔ بے یقینی ایسی کیفیت ہے جو آدمی کو خوف اور

غم میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے شک کرنے سے منع فرمایا ہے۔ سائنس دان جب کوئی ایجاد کرتا ہے تو اپنے ذہن کو بار بار ایک ہی خیال پر مرکوز کرتا ہے اور جب اس کا ارتکاز لاشعور سے ملنے والی انفارمیشن پر ہو جاتا ہے تو یقین کا مظاہرہ مادی خدوخال میں سامنے آجاتا ہے۔ یہ قانون سمجھ لیجئے۔

اس دنیا میں کوئی علم، کوئی مفروضہ، کوئی خیال اور کوئی مظاہرہ دراصل انفارمیشن میں معانی پہنا کر خدوخال میں ظاہر کرتا ہے۔ انفارمیشن یا اطلاع، مصدر اطلاعات سے نزول کرتی ہے۔ جس کو انسپائریشن (Inspiration) کہا جاتا ہے۔ جب تک انسپائریشن نہیں ہو گی۔ کوئی ایجاد نہیں ہو سکتی۔ کسی ایجاد کے سلسلہ میں پہلے خیال آتا ہے۔ یعنی ہمیں اطلاع ملتی ہے۔ ہم اس اطلاع کو قبول کرتے ہیں اور قبول کرنے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس قدر انہماک ہو جاتا ہے کہ اطلاع مظہر بن جاتی ہے۔ اطلاع کا مادی مظہر ایجاد ہے۔

یکایک کوئی چیز ایجاد نہیں ہوتی۔ کئی مرتبہ کوئی چیز جلدی ایجاد ہو جاتی ہے اور بعض اوقات کسی ایجاد میں برسوں لگ جاتے ہیں۔ کبھی ایک آدمی کی ذہنی مرکزیت سے ایجاد ہو جاتی ہے اور کبھی دو، چار، دس آدمیوں کی ایک ہی شے پر مرکزیت قائم ہونے سے ایجاد عمل میں آتی ہے......!

☆......☆......☆

سوال: سائنسدانوں کے نظریات کے مطابق اگر انسان روشنی کی رفتار سے سفر کرے تو Time & space سے آزاد ہو کر ماضی یا مستقبل میں منتقل ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں روحانی سائنس کیا کہتی ہے۔

(محمد کامران مرزا۔ کراچی)

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے "کن" فرمایا تو کائنات کی جو شکل و صورت اللہ کے ذہن میں تھی، مظہر بن گئی یعنی کائنات اللہ کے ذہن کا عکس ہے۔

کائنات میں جو کچھ ہے وہ زمین میں ہو، آسمانوں میں ہو یا کائنات کے کسی بھی گوشے میں ہو وہ اللہ کی صفت کا مظاہرہ ہے۔ کائنات اللہ کے ذہن کا عکس ہے۔

کائنات میں ممتاز فرد انسان ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو علوم عطا کئے ہیں۔

۱۔ ظاہری علوم
۲۔ باطنی علوم

ظاہری علوم مظاہرات سے متعلق ہیں اور باطنی علوم مخفی دنیا سے متعلق علوم ہیں۔ کوئی انسان جب مخفی دنیا کے علوم جان لیتا ہے تو اس کے لئے ماضی اور مستقبل میں جانا آسان عمل بن جاتا ہے۔ جس طرح ہمارا مستقبل چھپا ہوا ہے۔ اس طرح ہمارا ماضی جو ہم گذار چکے ہیں، وہ بھی مخفی اور چھپا ہوا ہے۔

ظاہری دنیا کی زندگی ٹائم اور اسپیس کی پابند ہے اور باطنی اور مخفی زندگی ٹائم اور اسپیس سے آزاد ہے۔ ہم جب ظاہری رخ میں سفر کرتے ہیں تو فاصلے اور رفتار کے اعتبار سے اس میں کئی گھنٹے، کئی دن اور کئی مہینے لگ سکتے ہیں۔ لیکن باطنی رخ میں طویل سفر کی ضرورت پیش نہیں آتی اور نہ ہی مشاہدہ کے دوران کوئی پردہ حائل ہوتا ہے۔

نوعِ انسانی کا کوئی بھی فرد کائناتی شعور استعمال کر کے ماضی اور مستقبل میں سفر کر سکتا ہے۔

فردوس خیال

جب عرش ہلادینگے سب مل کے یہ فریادی
پھر دیکھیں گے کتنی ہے ظالم تری جلادی
کچھ انکا تغافل تھا کچھ اپنی تھی کوتاہی
ازخود تو نہیں آتی یہ خانماں بربادی
زنجیر بپا کر کے صیاد نے چھوڑا ہے
یہ کیسی اسیری ہے یہ کیسی ہے آزادی
کہتے ہیں اسی کو تو انداز زمانے کے
اس گھر میں بھی ماتم ہے جس گھر میں تھی کل شادی
یہ چوب کسی نے پھر نقارے پہ ماری ہے
یہ کس نے پکارا ہے یہ کون ہے فریادی
اک چھوٹی سی ننھی تھی تنکوں کا نشیمن تھا
اک ہلکے سے جھونکے سے بس ہوگئی بربادی
جس سمت نظر ڈالو، پتھر ہیں یا سناٹا
کیا خوب ہوئی یارو! اس شہر کی بربادی
سبزہ ہے کہ جلتا ہے، گل ہیں کہ سلگتے ہیں
یہ کس نے گلستاں پر اک آگ ہے برسادی
پابند اصولوں کی تجمہ میں ازل سے ہوں
وہ کام میں کرتی ہوں جو کام ہیں بنیادی

(نجمہ خان۔ بریڈ فورڈ)

محمد مظہر شان خدا ہیں
محمد بندۂ یزداں نما ہیں
محمد رحمتوں کی وہ گھٹا ہیں
کہ جس کی ذیل میں ارض و سما ہیں
محمد ہیں مدار حسن و خوبی
محمد صدرِ بزم انبیاء ہیں
محمد عظمتوں کی آخری حد
محمد خوبیوں کی انتہا ہیں
وہی ہیں بے سہاروں کا سہارا
وہی بے آسروں کا آسرا ہیں
دہکتا ہے انہی سے شعلۂ گل
وہی تحریکِ دامانِ صبا ہیں
نصابِ دلبری ان پر تصدیق
وہ اتنے دلربا شیریں ادا ہیں
تو پھر اعمال پر تکیہ ہے کیسا
اگر وہ شافع روز جزا ہیں

(نذر صابری۔ اٹک)

لا اس قدر مجھ کو مے عشق پلا دے ساقی
بے نیاز غم کونین مجھے بنا دے ساقی
جس قدر بھی ہیں تجابات اٹھا دے ساقی
تشنہ دید ہوں میں جلوہ دکھا دے ساقی
مجھ کو دنیا کے ہر اک غم سے چھڑا دے ساقی
اپنے غم کو میری تقدیر بنا دے ساقی
زندگی بھر نہ مجھے ہوش کا عالم ہو نصیب
کم سے کم اتنی مجھے اور پلا دے ساقی
شیشۂ دل سے مری گرد کدورت دھو کر
زندگی کو مری آئینہ بنا دے ساقی
سربلندی اسے ہوتی ہے دو عالم میں نصیب
سر جو اپنا ترے قدموں پہ جھکا دے ساقی
دو جہاں میں نہیں پھر اس کا ٹھکانہ کوئی
تو جسے اپنی نگاہوں سے گرا دے ساقی
جس کے پینے سے ہو عرفان محبت حاصل
اپنے محمود کو بھی وہ جام پلا دے ساقی

(ڈاکٹر سہیل محمود۔ کراچی)

قند سخن

آپ کے پسندیدہ اشعار پر مشتمل خوبصورت سلسلہ

منزل کو وہ مع راہ گزر بیچ رہے ہیں
اجداد کی عمروں کا سفر بیچ رہے ہیں
حق ہے کبھی سرداروں کو سر اپنے بچائیں
یہ کیا کہ وہ ہم لوگوں کے سر بیچ رہے ہیں
(مرسلہ: فرحت روحی رزاق۔ سانگھڑ)

کوئی اس دور میں وہ آئینے تقسیم کرے
جس میں باطن بھی نظر آتا ہو ظاہر کی طرح
(مرسلہ: امبر انصاری۔ کراچی)

تھوڑا سا مال تھوڑا بہت اختیار ہے
اس پہ سمجھ رہے ہیں کہ جیسے خدا ہوئے
ہم پیار کے چراغ جلاتے رہے سدا
احباب کور چشم ہمیشہ خفا ہوئے
(مرسلہ: ظفر اللہ عباس۔ لانڈھی کراچی)

احسان کے پردے میں کیا خوب سزا دی ہے
اک شخص نے خوش ہو کر جینے کی دعا دی ہے
(مرسلہ: افشاں نورین۔ اعظم ٹاؤن کراچی)

میری وسعت گوارہ گر نہیں ہے
محبت کر مجھے محدود کردے
(مرسلہ: فرحت روحی رزاق۔ سانگھڑ)

ہزار سال سے میں عالم فراق میں ہوں
ٹھہر گیا ہے وہ لمحہ جسے گزرنا تھا!
(مرسلہ: فرحت خان۔ میانوالی)

اس گھر میں تو آسیب بناتے ہیں نشیمن
جس گھر میں بزرگوں کی دعائیں نہیں ہوتیں
(مرسلہ: روبینہ خان۔ نارتھ کراچی)

پیار بٹنے سے کبھی ختم نہ ہوگا امجد
دل کے دریا تو نہیں ہوتے اترنے والے
(مرسلہ: شاہدہ، عابدہ سلطان گلشن۔ حیدر آباد)

خواب لفظوں میں ڈھل نہیں سکتے
کاش آنکھیں پڑھا کرے کوئی
لوگ تسخیر ہو بھی سکتے ہیں
لفظ دل سے ادا کرے کوئی
(مرسلہ: محمد عاطف نواز۔ فیصل آباد)

نفس نفس میں جو تم اپنے غم سمو دیتے
تمہارے غم کیلئے ہم خوشی کھو دیتے
غم حیات سے فرصت نہ مل سکی ورنہ
یہ زندگی تیری آنکھوں میں ہم ڈبو دیتے
(مرسلہ: راجہ سجاد وقار علی راجپوت۔ نواب شاہ)

اپنی تعلیم پہ توجہ دو
مت پڑو عشق کے عذابوں میں
عمر کٹتی ہے ان کی کانٹوں پہ
پھول رکھتے ہیں جو کتابوں میں
(مرسلہ: شبنم نائلہ۔ مسلم ٹاؤن گوجرانوالہ)

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے
(مرسلہ: خرم شہزاد۔ راولپنڈی)

تیرے ہوتے ہوئے محفل میں جلاتے ہیں چراغ
لوگ کیا سادہ ہیں سورج کو دکھاتے ہیں چراغ
(مرسلہ: عقیل احمد۔ کراچی)

کبھی وہ جسم ہوا اور کبھی وہ روح تمام ......
اسی کے خواب تھے آنکھوں میں ہم جدھر سے گئے
(مرسلہ: شازیہ، فائزہ ناز۔ گلبہار کراچی)

حوصلہ ڈوبتے موسم کا بڑھا دیتا ہے
پھول شاخوں پہ وہ ہر وقت کھلا دیتا ہے
ایک منزل ہے کہ سورج سے کھو جاتی ہے
ایک رستہ ہے کہ جگنو بھی دکھا دیتا ہے
(مرسلہ: یاسمین گل۔ پیپلز کالونی کراچی)

شوخی تحریر

مرتبہ: نعمان ظفر

بادشاہ

شاہ اورنگ زیب عالمگیر بہت لائق اور متدین بادشاہ تھا۔ دین اور دنیا دونوں پر نظر رکھتا تھا۔ اس نے کبھی کوئی نماز قضا نہ کی، اور کسی بھائی کو زندہ نہ چھوڑا۔ بعض لوگ اعتراض بھی کرتے ہیں موخر الذکر بات پر، حالانکہ یہ ضروری تھا۔ اس کے سب بھائی نالائق تھے جیسے کہ ہر بادشاہ کے بھائی ہوتے ہیں۔ اگر لائق ہوتے تو خود پہل کر کے بادشاہ کو قتل نہ کر دیتے؟

(ابن انشاء کی "اردو کی آخری کتاب" سے تسنیم علی۔ کراچی کا انتخاب)

بڑھاپا

اگر کوئی مجھ سے یہ پوچھے کہ آپ بچپن چاہتے ہیں یا جوانی؟ تو میں آنکھیں بند کر کے کہوں گا، بڑھاپا! جس کی طرف بچپن اور جوانی دونوں رجوع کرتے ہیں۔ جس محفل میں ایک بوڑھا ہو، وہاں سب بوڑھے ہوتے ہیں اور جس محفل میں سب بوڑھے ہوں وہاں کوئی بوڑھا نہیں ہوتا۔ بوڑھے محلے میں ہر قسم کی لڑائی کی صلح کرانے کے ماہر ہوتے ہیں اور یہ مہارت انہوں نے گھر میں لڑائی کی ریہرسل کرا کرا کے حاصل کی ہوتی ہے۔ بوڑھے کو آپ اور کچھ سمجھیں نہ سمجھیں اُسے بوڑھا ضرور سمجھنا چاہیے۔

آدمی دراصل اُس دن بوڑھا ہوتا ہے جس روز وہ ریٹائر ہوتا ہے۔ لیکن آپ مایوس نہ ہوں۔ آپ کسی ملازمت یا ادارے کے تعاون کے بغیر بھی بوڑھے ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ جسے بات سمجھانے کے لئے کئی بار دہرانا پڑے وہ جوان ہے اور جسے بات کو سمجھنے کے لئے کئی بار دہرانا پڑے وہ بوڑھا ہوتا ہے۔ جوانی میں آدمی اُس وقت سوتا ہے جب اُٹھنا ہو اور بڑھاپے میں اُس وقت اُٹھتا ہے جب سونا ہو۔ جس کی بڑھاپے میں نیند پوری نہ ہو سمجھ لیں اس کا بڑھاپا پورا نہیں ہے۔ وہ بیٹھا بیٹھا سارے گھر کی ٹریفک کنٹرول کرتا ہے۔ اُسے ہر چیز پر کنٹرول ہوتا ہے۔ سوائے اپنے آپ کے۔ وہ چاہتا ہے جوان وہ نہ کریں جو اُس نے کیا، یعنی اچھے کام کریں۔ ویسے بڑھاپے میں اگر آدمی جوانی کے بارے میں اچھی رائے رکھتا ہے تو یقین کر لیں وہ اس کی اپنی جوانی ہوگی۔

(لاہور کی سلطانہ ناز نے ڈاکٹر محمد یونس بٹ کی کتاب "شیطانیاں" سے منتخب کر کے ارسال کیا)

ساما لیکم

یاد ایام یہ السلام علیکم، مسلمانوں کا شرعی معاملہ تھا لیکن اب تو اس کا وجود صرف تین جگہ ہے۔ علی گڑھ کالج میں، مسجدوں میں اور جولاہوں کے یہاں۔ خدا جانے دنیائے اسلام کے مرکز عرب میں السلام علیکم کا کیا حال ہے، لیکن اگر ہندوستان علی گڑھ کالج کو چھوڑ کر مسجدوں کے علاوہ اور جولاہوں کو نظر انداز کر دینے کے بعد آپ السلام علیکم کو کہیں تلاش کریں تو آپ کی جستجو ناکام رہے گی۔ خدا بھلا کرے سرسید کا کہ انہوں نے علی گڑھ کالج کی بنیاد السلام علیکم پر رکھی تھی اور آج اگر کہیں اس اسلامی سلام کا دور دورہ ہے تو علی گڑھ کالج میں۔ یہ اور بات ہے کہ علی گڑھ کالج میں کثرتِ استعمال سے السلام علیکم بگڑتے بگڑتے "ساما لیکم" ہو گیا۔ لیکن اگر آپ اس کے جواب میں وعلیکم السلام ڈھونڈنا چاہیں تو علی گڑھ کالج میں بھی اس کا پتہ نہ چلے گا۔

وہاں تو بس "ساما لیکم" ہے کہ سلام بھی اسی سے کیا جاتا ہے اور جواب بھی اسی سے دیا جاتا ہے۔ آپ کالج کے کسی گوشے میں چلے جائیے آپ کے نزدیک سے آپ کے

سامنے سے، آپ کے پیچھے سے، آپ کی بغل سے چلتے طلباء، ماسٹر، پروفیسر، چپڑاسی، دھوبی، نائی، باورچی، پوسٹ مین، جو کوئی بھی گزرے گا اس زور سے منہ کھولے بغیر "سامالیکم" جھاڑے گا کہ اگر آپ اجنبی ہیں تو گالی سمجھیں گے اور آپ کا دل چاہے گا کہ خود "سامالیکم" کہہ دیں۔

لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس سامالیکم کی ایسی دھواں دار بارش ہوگی کہ آپ اس ژالہ باری کے عادی ہو جائیں گے جیسے خاموش فضاؤں میں جھینگر کی آواز کے عادی ہو جاتے ہیں۔

(شوکت تھانوی کی "بحر تبسم" سے
روبینہ ملک ساہیوال کا ایک تبسم)

بائیسکل

آخر کار بائیسکل پر سوار ہوا، پہلا ہی پاؤں چلایا، تو ایسا معلوم ہوا، جیسے کوئی مُردہ اپنی ہڈیاں چٹخا چٹخا کر اپنی مرضی کے خلاف زندہ ہو رہا ہے۔ گھر سے نکلتے ہی کچھ تھوڑی سی اترائی تھی، اس پر بائیسکل خود بخود چلنے لگی، لیکن ایسی رفتار سے جیسے تارکول زمین پر بہتا ہے اور ساتھ ہی مختلف حصوں سے طرح طرح کی آوازیں برآمد ہونی شروع ہوئیں۔ ان آوازوں کے مختلف گروہ تھے۔ چیں، چاں، چوں کی قسم کی آوازیں زیادہ تر گدی کے نیچے اور پچھلے پہیے سے نکلتی تھیں۔ کھٹ، کھڑ کھڑ، کھڑڑ کے قبیل کی آوازیں مڈگارڈوں سے آتی تھیں۔ چر، چرخ، چر، چرخ کی قسم کے سُر زنجیر اور پیڈل سے نکلتے تھے، زنجیر ڈھیلی ڈھیلی تھی۔ میں جب کبھی پیڈل پر زور ڈالتا تھا۔ زنجیر میں ایک انگڑائی سی پیدا ہوتی تھی۔ جس سے وہ تن جاتی تھی اور چڑ چڑ بولنے لگتی تھی اور پھر ڈھیلی ہو جاتی تھی۔ پچھلا پہیہ گھومنے کے علاوہ جھومتا بھی تھا۔ یعنی ایک تو آگے کو چلتا تھا، اور اس کے علاوہ داہنے سے بائیں اور بائیں سے داہنے کو بھی حرکت کرتا تھا۔ چنانچہ سڑک پر جو نشان پڑتا جاتا تھا، اس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے کوئی مخمور سانپ لہرا کر نکل گیا ہے۔ مڈگارڈ تھے تو سہی، لیکن پہیوں کے عین اوپر نہ تھے۔ ان کا فائدہ صرف یہ معلوم ہوتا تھا، کہ انسان شمال کی سمت سیر کرنے کو نکلے، اور آفتاب مغرب میں غروب ہو رہا ہو تو مڈگارڈوں کی بدولت تازہ دھوپ سے بچے رہیں گے۔

(نورین نقوی۔ ابوظہبی نے "پطرس کے مضامین" سے یہ شوخ پارہ ارسال کیا)

آئین اور آئینہ

اس ملک کے سیاست دانوں اور قانون کے محافظوں کو کیا اتنا بھی حق نہیں پہنچتا کہ وہ آئین اور قانون کی تشریحات نظریہ ضرورت کے تحت کر سکیں حالانکہ شرافت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ آئین (قرآن پاک) کے تقدس اور احترام کی خاطر حتی الامکان اسے ہاتھ لگانے سے پرہیز کیا جاتا ہے اور بڑے ادب و عقیدت سے جزدانوں میں لپیٹ کر اسے بلند و بالا طاقوں پر احتیاط سے سجا دیا ہے تاکہ اس کی "بے حرمتی" کا امکان باقی نہ رہے اور اپنے اپنے بزرگوں کی تشریحات کو ہی جزو ایمان ماننے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ہم سب پر یہ بھی لازم ہے کہ ملک کے آئین کے تقدس کو برقرار رکھنے اور ماحولیاتی آلودگی سے محفوظ رکھنے کے لئے اسے بھی خوشنما الماریوں کی زینت بنا رہنے دیں اور ملک کی باگ ڈور سنبھالنے والے "تجربہ کار سیاستدانوں" کی "تشریحات" پر اکتفا کر لیں۔

(تنویر کاظمی کی کتاب "باسی سالن میں تازہ بگھار" سے
محمد عثمان کراچی کی تفکر آمیز شوخی)

شیطان

شیطان سب سے اچھا فرشتہ تھا مگر تب، جب وہ بول پڑا اسی لئے پیدا ہونے والے بچے فرشتے ہوتے ہیں کیونکہ انہیں بولنا نہیں آتا اور جونہی وہ فر فر بولنے لگتے ہیں، ماں باپ کہتے ہیں کہ یہ شیطان ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹر یونس بٹ کی کتاب "شیطانیاں" سے اقتباس
مرسلہ: تنویر احمد باجوہ۔ محال کچھے سیالکوٹ)

گوشۂ کتب

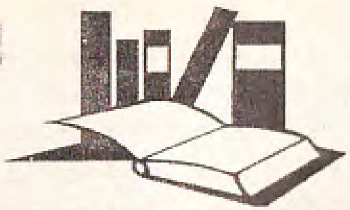

یوسفی

تبصرے کے لئے کتاب کی دو جلدیں ارسال کریں۔

ہمارے بچے

مصنف: خواجہ شمس الدین عظیمی

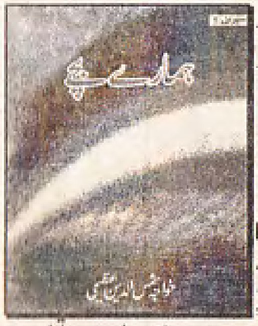

ناشر: ہیلنگ سینٹر۔ 45 بیارڈ اسٹریٹ۔ چیتھم ہل۔ مانچسٹر

صفحات: 32

قیمت: 25 روپے

یہ بات ہم جانتے ہیں کہ بچے ہماری قوم کا سرمایہ ہیں۔ باشعور قومیں اپنے بچوں کے لئے بہتر تعلیم اور تربیت کا مناسب انتظام کرتی ہیں۔ تعلیمی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایسے ادارے قائم کرتی ہیں جہاں بچوں کی شعوری اور علمی استعداد بڑھانے کے بہترین مواقع میسر آسکیں۔ بچوں کی صحت اور تندرستی کو برقرار رکھنے کے لئے کھیل کے میدان، پارکس اور تفریح گاہیں تعمیر کی جاتی ہیں۔

بچوں کے لئے تعلیم و تربیت کے بہترین مواقع فراہم کرنے کا اصل مقصد ذہنی، جسمانی، جذباتی، معاشرتی، اخلاقی اور روحانی غرض تمام پہلوؤں سے ان کی مناسب نشوونما کرنا ہے۔ کیوں کہ کسی ایک پہلو کی نشوونما میں بھی کوتاہی ہو جائے تو بچہ کی شخصیت کی تعمیر نامکمل رہتی ہے۔

بچپن کے دور میں شعور کی بنیادیں تعمیر ہوتی ہیں، اور اسی بنیاد پر آئندہ وہ اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ بچوں میں تجسس کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور اپنے ارد گرد کے ماحول سے تعلق رکھنے والی ہر شئے کے بارے میں جاننے کی جستجو رکھتے ہیں۔ بچوں میں کسی چیز کو من وعن قبول کر لینے کی استعداد زندگی کے دیگر ادوار کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بچوں کا ذہن کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے اسی لئے بچپن کے دور میں انسان جو کچھ دیکھتا اور برتتا ہے اس کا تاثر ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے۔

ماہرین نفسیات کے مطابق بچوں کی ذہنی فکری اور معاشرتی نشوونما میں توارث HEREDITY اور ماحول دونوں گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ والدین کی خصوصیات تو بچوں میں فطری طور پر منتقل ہو جاتی ہیں، لیکن اچھا ماحول بچوں کی ذہنی و فکری تربیت میں بے حد مددگار ثابت ہوتا ہے۔ خاندان کے افراد، اہل محلہ، اسکول میں ہم جماعت ساتھی اور دوستوں کے ساتھ ساتھ معیاری لٹریچر بھی ماحول کے ضمن میں آتا ہے۔ بچوں کے ادب میں ہمارے ہاں مجموعی طور پر بہت کم لکھا گیا ہے اور اس میں بھی بہت کم لٹریچر معیاری اور مقصدیت پر مبنی ہوتا ہے۔ زیادہ تر جنوں، بھوتوں اور اس قسم کے دیگر فکشن کرداروں پر مبنی ایسی کہانیاں تحریر کی گئی ہیں جن میں موجود کردار بغیر کسی کوشش کے کسی جادو کے ذریعے کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ اس انداز کی کہانیاں بچوں میں بے عملی کا رجحان پیدا کر سکتی ہیں۔

بچوں میں اپنے بڑوں کی تقلید کا رجحان بہت زیادہ

ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ خیر اور شر میں فرق نہیں کر پاتے اس لئے وہ ہر بات چاہے وہ اچھی ہو یا بری اسے ہو بہو نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے بڑوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ نہ صرف خود کو بہترین معاشرتی اوصاف کا نمونہ بنا کر پیش کریں بلکہ بچوں کی تربیت کے لئے اپنے ماحول کو بھی درست کرنے کی کوشش کریں۔

بچوں کی تربیت کے حوالے سے کئی ادیبوں نے بہت سی بامقصد اور اصلاحی کتابیں بھی تحریر کی ہیں ان کتابوں نے بچوں کی تربیت میں اہم کردار بھی ادا کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب" ہمارے بچے "کا مطالعہ اس حوالے سے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں چھوٹے چھوٹے دلچسپ واقعات اور انبیاء کرام کے قصوں کے ذریعے روحانی اقدار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ بچوں کا ذہن جیسا کہ بیان کیا گیا کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے اگر اس کورے کاغذ پر اللہ تعالیٰ کی محبت تحریر کردی جائے تو ایسا بچہ بڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کا دوست بھی بن سکتا ہے۔ کیوں کہ اس کے ذہن میں بچپن ہی سے یہ یقین راسخ ہو جائے گا کہ اس کا خالق اور مالک اللہ ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب روحانی علوم کی ترویج کے سلسلے میں اب تک 27 کتابیں تحریر کر چکے ہیں۔ بچوں کے لئے یہ ان کی پہلی کتاب ہے۔ کتاب کی ابتداء میں آپ نے بچوں کی توجہ اس جانب مبذول کروائی ہے کہ علم حاصل کرنے کا مقصد محض دولت، عزت اور شہرت کا حصول نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ یہ تینوں چیزیں تو علم حاصل کرنے کے بعد عموماً مل ہی جاتی ہیں اگر علم حاصل کرنے کا مقصد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں اور ہم مخلوق ہیں۔

کتاب تین موضوعات میں تقسیم ہے۔ پہلا موضوع "بچے اور ماں باپ"۔ دوسرا موضوع "انسان اور حیوان" اور تیسرا موضوع ہے "ہم اس دنیا میں کیوں آئے، ہمیں یہاں کب تک رہنا ہے، کیا ہم اس دنیا میں مستقل رہنے کے لئے آئے ہیں یا ہمیں یہاں سے کسی دوسری دنیا میں چلے جانا ہے"۔

اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف بچوں کے لئے بلکہ ان کے والدین کے لئے بھی مفید ہے، اس کتاب کے ذریعے انہیں ابتدائی عمر ہی سے اپنے بچوں کے اندر مثبت طرز فکر، اخلاقی اقدار اور روحانی طرز فکر کو بیدار کرنے میں مدد ملے گی۔ بچوں کی عمر اور ذوق کے مطابق کتاب کے ٹائٹل کو بہت سے رنگوں سے مزین کیا گیا ہے۔ کتاب کے اندرونی صفحات پر سبز رنگ بچوں کے لئے باعث کشش ہے۔

بگولے رقص کرتے ہیں

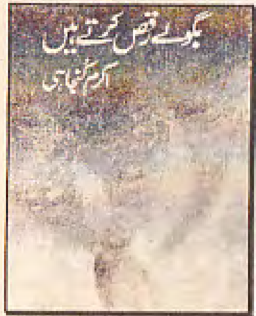

مصنف: اکرم کنجاہی
ناشر: الرزاق پبلی کیشنز۔ 207۔ عرفان چیمبرز 130 ٹمپل روڈ لاہور
صفحات: 142
قیمت: 100 روپے

شاعر کا ذہن جب کسی نکتے پر مرکوز ہوتا ہے اور ذہن میں گہرائی پیدا ہوتی ہے تو اس گہرائی سے برآمد ہونے والے گہر نایاب شعر کی صورت میں منصہ شہود پر آجاتے ہیں۔ ہماری اردو شاعری میں جہاں بڑی تعداد میں رومان انگیزی کے باب موجود ہیں وہیں حساس ذہن کے حامل افراد نے مختلف معاشرتی جبر کے خلاف اپنے قلم سے جہاد کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ اکرم کنجاہی کا شمار بھی ایسے ہی افراد میں ہوتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب" بگولے رقص کرتے ہیں" میں جہاں اکرم نے رومانوی شاعری میں اپنی فنی صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے وہیں فرسودہ روایات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے معاشرے کی حالت پر اپنے کرب کا اظہار بھی کیا ہے۔

*

ایک ادیب ایک تعارف | احتشام الحق

معروف ٹی وی پروڈیوسر

اپنے اشعار کے ذریعے حب رسول ﷺ کی ترویج میں مصروف

اقبال حیدر

کسی حساس ذہن پر جب معاشرتی رویوں، روایتوں اور اقدار یا قدرت کی بے شمار نشانیوں کا عکس پڑتا ہے تو شعر و افسانے میں ڈھل جاتا ہے۔ پاکستانی ادب رومان، شعور، حقیقت نگاری، واقعیت نگاری، باطن بینی، خود کلامی، تجرید، علامت، استعارہ اور تحیر سے مزین ہے۔ ایک ادیب اپنے قلم سے معاشرے میں بدصورتی کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنی تخلیق سے زندگی کے حسن میں اضافہ کردیتا ہے۔ معاشرے، معاشرے کے تضادات اور معاشرے کے مسائل سے صرف نظر کرکے اس میدان میں طبع آزمائی ممکن نہیں۔ اس بھاگتی دوڑتی مشینی دنیا کے اندر جذباتی گھٹن اور اعصابی تناؤ بڑھتا جارہا ہے۔ ایسے حالات میں شعر و ادب اس تناؤ اور گھٹن کے دور کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ "اردو ادب" کے بحر ذخار میں غوطہ زن کہنہ مشق اور جواں عزم ادیبوں شاعروں کا تعارف پیش کر رہا ہے۔

پہلی مرتبہ اقبال حیدر سے ایک مشاعرے کے اختتام پر ملاقات ہوئی۔ ٹی وی پر ان کے پیش کردہ پروگرام کے تو ہم بہت پہلے سے معترف تھے جب ملاقات ہوئی تو ان کی دلنواز شخصیت کے بھی گرویدہ ہوگئے۔

اقبال حیدر کا تعلق اس نسل سے ہے جس نے آزاد فضا میں آنکھ کھولی اور جس کے ذہن پر دور غلامی کی پرچھائیں نہیں پڑسکی یہی وجہ ہے کہ اس نسل کے افکار میں اکثر روایات کی گھٹن محسوس نہیں ہوتی۔ اقبال حیدر بھی نئی جہتوں کی تلاش میں محو سفر ہیں اور اس سفر میں انہوں نے بہت سے سنگ میل عبور کئے ہیں جن کی نشاندہی ان کی زیر نگرانی تیار کردہ ٹی وی پروگراموں اور ان کی شاعری کو دیکھ کر ہو جاتی ہے۔

اقبال حیدر

اقبال حیدر 8 جون 1947ء کو شیدا جبلپوری کے گھر پیدا ہوئے۔ ماڈل ہائی اسکول کراچی سے 1960ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1970ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اردو اور پھر 1980ء میں صحافت میں ماسٹر ڈگری حاصل کی۔

1975ء میں اقبال حیدر نے پاکستان ٹیلی ویژن جوائن کیا اور آج کل کراچی مرکز میں ادبی، مذہبی اور اصلاحی پروگراموں کے پروڈیوسر کی حیثیت سے اپنے فرائض حسن و خوبی ادا کر رہے ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن کی ملازمت کے دوران ان کو کئی اعزازات سے بھی نوازا گیا جن میں پی ٹی وی ایوارڈ، سلور جوبلی ایوارڈ اور گولڈن جوبلی ایوارڈ شامل ہیں۔

1970ء سے انہوں نے باضابطہ شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ ان کا پہلا شعر یہ ہے۔

گھٹ رہی ہے حیات کی تنویر
سائے کی طرح ڈھل رہا ہوں میں

اقبال حیدر کے پسندید شاعروں میں مرزا اسد اللہ خان غالب اور شاعر مشرق علامہ اقبال شامل ہیں۔ اب تک اقبال حیدر کی زیور طبع سے آراستہ

ہو کر منظر عام پر آنے والی کتابوں میں لاریب، وحشتِ گویائی، دھڑکنیں، تتلی پھول ہوا، گونج شامل ہیں جن میں نعتیہ، حمدیہ کلام، نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔

اقبال حیدر کا کلام معروف ادبی جریدوں جیسے فنون، افکار، سیپ، شاعر، اوراق، ادبِ لطیف، ادبیات اور روزنامہ جنگ اور روزنامہ نوائے وقت کے ادبی صفحات کی وقتاً فوقتاً زینت بنتا رہتا ہے۔

اقبال حیدر شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے اس شعر سے بے حد متاثر ہیں اور یہی ان کا پسندیدہ شعر ہے

آیا کہاں سے نالۂ نے میں سرورِ مے
اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نے

اقبال حیدر پی ٹی وی پر اپنی گوناگوں مصروفیات کے ساتھ ساتھ پاکستان ہائیکو سوسائٹی کے بانی و چیئرمین ہیں اور پاکستان رائٹرز گلڈ اور پاکستان آرٹس کونسل کے رکن کی حیثیت سے شعر و ادب کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنے میں مصروف ہیں۔

جب ہم نے اقبال حیدر سے یہ درخواست کی کہ آپ قارئین روحانی ڈائجسٹ کو کوئی پیغام دیجئے تو انہوں نے اقبال کا یہ شعر پڑھ دیا۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کردے

اقبال حیدر خالقِ کائنات کی اطاعت اور حُبِّ رسول ﷺ کو اپنا شعار بنانے اور اس کی اپنے اشعار کے ذریعے ترویج کرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ ان کی حلیمُ الطبع شخصیت کی طرح ان کے اشعار بھی متاثر کن ہیں جنہیں وہ مختلف مشاعروں میں اپنے خوبصورت انداز میں پیش کرکے سامعین کی داد حاصل کرتے ہیں۔

ہم اقبال حیدر کے لئے دعاگو ہیں کہ شک بے یقینی اور انتشار کے اس دور میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی صلاحیتوں کے ذریعے مثبت طرزِ فکر کے فروغ میں اہم کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اقبال حیدر کے منتخب اشعار

حمد

دنیا کے سب رنگ اسی کے جس نے رنگ بنائے ہیں
اپنے گھر کے چاروں جانب آنکھوں پر سجائے ہیں
رات ہو یا دن یہاں کا موسم روشنیوں کا موسم ہے
ایک تجلی خانہ ہے جتنے بھی خواب سرائے ہیں

نعت

جلوۂ شمعِ نبیؐ دل کے نہاں خانے میں ہے
اب بھی وہ مہکیں وہ شامیں دیکھتا رہتا ہوں میں
میں نے جن آنکھوں سے دیکھی ہیں سنہری جالیاں
آئینے میں اب وہ آنکھیں دیکھتا رہتا ہوں میں

قطعات

محفلوں کے درمیاں تنہائیوں کے درمیان
زندگی گزرے گی کب تک واہموں کے درمیان
ہم تو سمجھے تھے کہ ہم آسودۂ منزل ہوئے
اک پڑاؤ آگیا ہے ہجرتوں کے درمیان

☆☆☆

نہ دل کی فکر نہ جاں کی خبر پچاس برس
تلاش کرتے رہے اپنا گھر پچاس برس
نظر کے سامنے مسندنشیں بدلتے رہے
ہمارے بدلے نہ شام و سحر پچاس برس
دعائیں مانگ رہے ہیں اب تو جھے گھر کے لئے
بچا کے رکھ نہ سکے پورا گھر پچاس برس

جواں عزم

جوانی زندگی کے ادوار کا نقطہ عروج ہے۔ اس عمر میں اعصاب مضبوط، ارادے مستحکم اور جسم طاقتور ہوتا ہے۔ تو جوانی کو شاعروں نے اپنے تخیل میں سمیٹا اور ادیبوں نے اس خوابناک موضوع پر دل کھول کر انشاء پردازی کی۔ کیوں...... ؟ صرف اس لئے کہ نوجوان علامت ہے امید کی، خوش آئند مستقبل کی، توانائی سے بھرپور اور جذبات و احساسات سے لبریز زندگی کی۔ اس عمر میں زمانے کے نرم گرم کا بھرپور ادراک، وہ چاہے نہ کرسکے مگر نرم کو گرم اور گرم کو نرم سے بدل دینے کا حوصلہ ضرور رکھتا ہے۔ ہمارے ملک میں بہت سے ایسے جواں عزم افراد موجود ہے جو اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے وطنِ عزیز کی ترقی میں کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی بلند عزم لوگوں کی صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ کالم شروع کیا گیا ہے۔ اگر آپ نے کسی بھی شعبہ میں کوئی نمایاں اور منفرد کام کیا ہے تو اس کی تمام تر تفصیل اپنے مکمل تعارف و تصویر کے ہمراہ ارسال کردیں۔ ہم اسے اس کالم میں جگہ دیں گے۔

زہرہ بیگم۔ معذور بچوں کی بحالی کے لئے سرگرم ہیں

اپنے لئے تو ہر ایک زندہ رہتا ہے لیکن عظیم انسان وہ ہے جو اپنی زندگی دوسروں کی خدمت میں وقف کردے۔ لوگوں کو اپنی ذات سے فائدہ پہنچائے اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔ عظیم روحانی بزرگ قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں "خدمتِ خلق اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا آسان ترین راستہ ہے"۔ دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو کسی فلاحی یا رفاہی خدمت سے وابستہ ہیں۔ کچھ خواتین کے حقوق کے لئے سرگرمِ عمل ہیں تو بعض کا مقصد دنیا سے ظلم و تشدد ختم کرکے امن قائم کرنا ہے۔ بعض لوگوں کے دل بوڑھوں کے ساتھ ہونے والی زیادتی پر لرزاں ہیں تو کچھ حیوانات کے تحفظ کو زندگی کا مقصد بنائے ہوئے ہیں۔ اب ہم جس جواں عزم خاتون کا ذکر کریں گے ان کا میدانِ عمل ذہنی یا جسمانی پسماندہ بچے ہیں۔ ایسے معصوم بچے جو اپنی بات بھی صحیح طرح نہیں سمجھا سکتے...... جو زندگی کے قافلہ میں اپنا کردار ادا نہیں کرپاتے اور ہر ایک ان کے اوپر نظر طائرانہ ڈال کر دنیا کی رنگا رنگی میں گم ہوجاتا ہے۔ یہ جواں عزم خاتون زہرہ بیگم ہیں جو شیخ زائد اسلامک سینٹر یونیورسٹی آف کراچی کے ڈپارٹمنٹ آف اسپیشل ایجوکیشن میں بحیثیت لیکچرر تعینات ہیں۔ خصوصی تعلیم کا شعبہ انہوں نے ذاتی دلچسپی اور پسند کی بنیاد پر منتخب کیا تھا اور وہ اس سے بالکل مطمئن ہیں۔ وہ کہتی ہیں "خدا کا شکر ہے کہ جس شعبہ کا انتخاب میں نے ذاتی دلچسپی کی بناء پر کیا تھا اس میں کام کرنے کا موقع ملا"۔

اپنی تعلیم کے بارے میں انہوں نے بتایا "ایم اے اور ایم ایڈ کے علاوہ خصوصی تعلیم میں پوسٹ گریجویشن لاہور سے کیا میں نے جب اسپیشل بچوں کے بارے میں تعلیمی کورس میں ایڈمیشن لیا تو میری معلومات بہت محدود تھیں۔ میرے بعض ساتھیوں کا تجربہ تو دس سے پندرہ سال تک تھا لیکن اللہ کے فضل، اساتذہ و والدین کی دعاؤں اور میری ذاتی لگن کے نتیجے میں میں نے فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن حاصل کی اور مجھے فوراً ہی گزیٹڈ آفیسر کی جاب مل گئی اور ساتھ ہی بیرونِ ملک تربیت کے لئے میرا انتخاب ہوگیا لیکن والدین کے اچانک انتقال کی وجہ سے باہر نہ جاسکی والدین کے انتقال کے بعد میں نے فوراً استعفیٰ دے کر کراچی آنے کا فیصلہ کیا لیکن ڈائریکٹر صاحب نہیں چاہتے تھے کہ ایک تربیت یافتہ استاد ضائع ہوجائے۔ انہوں نے مجھے بہت حوصلہ دیا اور جوں ہی

زہرہ بیگم

کراچی یونیورسٹی میں شعبہ خصوصی تعلیم کا اعلان ہوا میں نے یہاں جوائن کرلیا۔ آج کل ایم فل کے تھیسز پر کام ہو رہا ہے انشاء اللہ جلد ہی مکمل ہو جائے گا"۔

اپنی ادبی مصروفیات پر انہوں نے ان الفاظ میں روشنی ڈالی "اب تک مختلف رسائل و میگزین میں مضامین تحریر کر چکی ہوں۔ شعبہ خصوصی تعلیم کے ریسرچ والیوم میں کئی تحقیقی مقالے شائع ہو چکے ہیں۔ لاہور سے نکلنے والے "میگا نیوز بلیٹن" میں کراچی سے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے تین سال تک کام کیا ہے"۔

انہیں مذہب سے خصوصی دلچسپی ہے اور دینی کتب کا مطالعہ ان کا سب سے اہم مشغلہ ہے۔ اس کے علاوہ شعر و ادب سے بھی لگاؤ ہے۔ وہ مزید کہتی ہیں "موجودہ دور تحقیقات کا دور ہے۔ انہی تحقیقات کے نتیجہ میں تعلیمی دنیا میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور تعلیم کے ہر شعبہ میں جدید ٹیکنالوجی کو روشناس کرایا جارہا ہے تاکہ تعلیمی مقاصد کا حصول آسان ہو۔ پاکستان میں جہاں تعلیم کے مختلف شعبوں کی طرف توجہ دی جارہی ہے وہاں خصوصی بچوں کو بھی تعلیمی سہولتیں فراہم کرنے کی بھرپور کوششیں کی جارہی ہیں ابتداء میں معذور بچوں کے والدین، سماجی کارکنان اور بعض دوسرے افراد کی ذاتی کوششوں سے ملک کے مختلف حصوں میں ان بچوں کے لئے فلاحی ادارے قائم کئے گئے۔ خصوصی بچوں کی تعلیم کا شعبہ انتہائی توجہ طلب ہے لیکن اگر اس کے باوجود سب مل کر اس مقصد کے لئے جدوجہد کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرے کے معذور افراد بھی معاشرے کے مفید رکن نہ بن سکیں اور اپنا بوجھ خود اٹھا سکیں"۔ اپنے آئندہ نصب العین پر انہوں نے اپنے عزم کا اظہار ان الفاظ میں کیا "میرے سامنے سب سے بڑا مقصد معذور بچوں کو ان کا صحیح مقام دلانا اور ان کی صحت کی طرف حالی میں نمایاں کردار ادا کرنا ہے۔ میں ان کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتی ہوں دعا کریں اللہ تعالیٰ میرے مقصد کو پورا فرمائیں"۔

لمحاتِ مسرت

☆... مراقبہ ہال فیصل آباد کے رکن محمد لطیف ڈپٹی ڈائریکٹر آڈٹ واپڈا (فیصل آباد زون) ایسوسی ایشن آف اکاؤنٹنگ ٹیکنیشنز آف پاکستان فیصل آباد برانچ کمیٹی کے بلا مقابلہ برائے سال 2000ء کے لئے چیئرمین منتخب ہو گئے ہیں۔

☆... عظیمیہ روحانی لائبریری ڈرگ روڈ کینٹ بازار کے لائبریرین اعجاز الدین خان کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے نوازا ہے۔

☆... عظیمیہ روحانی لائبریری منڈی بہاؤالدین کے رکن نعیم اللہ طاہر رشتۂ ازدواج سے منسلک ہو گئے۔

☆... عظیمیہ روحانی لائبریری محمد پورہ فیصل آباد کے کارکنان زاہد بلوچ اور محسن فاروقی نے مراقبہ ہال فیصل آباد میں منعقد ہونے والے قلندر شعور اکیڈمی کے لیول ون کے سالانہ امتحان میں بالترتیب پہلی اور دوسری پوزیشن حاصل کی۔

☆... عظیمیہ روحانی لائبریری سانگھڑ کی رکن عشرت رانی نے سندھ یونیورسٹی سے ایم ایس سی (بوٹنی) میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی ہے۔

☆... عظیمیہ روحانی لائبریری سانگھڑ کی رکن شازیہ رانی نے پی ایم سی نواب شاہ سے ایم بی بی ایس سیکنڈ ائیر میں اپنی کلاس میں تھرڈ پوزیشن حاصل کی ہے۔

☆... عظیمیہ روحانی لائبریری واہ کینٹ کے رکن ڈاکٹر ساجد غوث کو اللہ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆... مراقبہ ہال وہاڑی کی رکن اور گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین کی طالبہ لبنیٰ شہزادی نے ڈسٹرکٹ وہاڑی میں منعقدہ فلاور ارینجمنٹ ایگزیبیشن میں ڈپٹی کمشنر وہاڑی سے پورے ڈسٹرکٹ کا دوسرا بڑا انعام حاصل کیا۔

ہمارا جسمِ مثالی

اوراء پر قدیم و جدید بے شمار ماہرین نے تحقیق کی ہے۔ اس طویل مضمون میں ہم مغرب و مشرق میں اس حوالے سے کی جانے والی تحقیق کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

دوسرا حصہ

عبید خان

یہ بات ضرور ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ اوراء یا جسم مثالی کے دو بنیادی نقاط ہیں۔ ایک وہ نقطہ جسے ہم ہالوٹ یا شکل کہتے ہیں اور دوسرا وہ جسے رنگ و روشنی کا اخراج کہتے ہیں جو مادی وجود کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور اس برقی رو کو مقناطیسی قوت کا میدان Magnetic field of force یا نفسیاتی قوت کا میدان Psychic field of force بھی کہتے ہیں۔ اس قوت کے ذریعے اندرونی سطح کے لطیف مرکبات مسلسل حرکت کرتے یا بہتے رہتے ہیں۔

نقرئی بندھن

ہمارا لطیف جسم ہمارے مادی جسم سے اس قدر قریب اور جڑا ہوا ہے کہ ہم اس کو ہی اصل جسم کہہ سکتے ہیں۔ درحقیقت یہ جسم مثالی ہمارے اندر Inner کا جسم ہے اور ہمارے مادی وجود کے اندر بستا ہے۔ یہ دونوں اجسام ایک دوسرے سے ایک نقرئی ڈوری Silver Cord سے بندھے ہوئے ہیں اور یہ ڈوری مرتے وقت ہی ٹوٹتی ہے۔

وہ تمام اشخاص یا صاحبان جنہوں نے روشن ضمیری Clairvoyance کی صلاحیت پیدا کرلی ہے یا جن میں پہلے ہی سے یہ خداداد صلاحیت موجود ہے یا وہ اشخاص جن کی تیسری آنکھ کھل چکی ہے اس قابل ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی قریب المرگ شخص کو دیکھیں تو انہیں یہ نقرئی بندھن یا Silver Cord نظر آسکتا ہے۔ مختصراً یہ کہ قریب المرگ شخص کے مشاہدے سے انہیں ایک پارے کا سا بنا ہوا جسم اس شخص کے مادی وجود سے نکلتا ہوا نظر آتا ہے مگر یہ تب ہی نظر آتا ہے جب دیکھنے والی نگاہ گہری اور مرتکز ہو۔ بصورتِ دیگر صرف سفید لائن ہی نظر آتی ہے۔ W.E.Butler کے نزدیک جب تک یہ لائن نظر آئے جسم میں شعور کی یا جان کی واپسی کی اُمید ہے مگر جیسے ہی یہ ڈوری یا بندھن ٹوٹا تو پھر اس شخص کے ہوش میں آنے کی کوئی اُمید نہیں وہ شخص مر چکا ہے۔

جسم لطیف

ایک لطیف پرت مادی وجود کے ساتھ مرنے کے بعد بھی کچھ عرصے تک جڑا رہتا ہے یہ وہ پرت ہے جو کہ جسم کے ہر خلیہ کے ساتھ رابطہ رکھتا ہے اور تب تک انہیں تازہ رکھتا ہے جب تک کہ اس کے لئے ممکن ہوتا ہے اور جیسے ہی جسم مثالی یا جسم لطیف کے الگ ہونے سے روشنی کا اخراج اور انرجی کی فراہمی بند ہو جاتی ہے۔ کچھ ہی عرصے بعد یہ لطیف پرت بھی کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور مادی وجود مٹی میں تبدیل ہونے لگتا ہے۔ اس سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ جسم لطیف کے افعال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور خاص کر آج کل کے اعضاء کی پیوند کاری -Organ Trans

plant کے دنوں میں بہت سے اعضاء جسم سے علیحدہ کر کے ایسے طریقوں سے رکھے جاتے ہیں۔ جہاں وہ کافی عرصے تک محفوظ رہیں تاکہ انہیں کسی جسم سے منسلک کیا جاسکے۔ ان تمام سائنسدانوں کے لئے جسم لطیف کے اس پرت کے فنکشن کو جاننا بہت مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

اگر بہت پہلے ہی اس پرت کو پہچان لیا جاتا اور اس کے افعال کو مشاہدہ کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جاتے تو تمام میڈیکل تحقیق Medical research کو بہتر Improve کیا جاسکتا تھا۔ اس طرح کے حالات میں یہ ممکن ہو جاتا کہ ادویات کی تیاری اور زندہ جانوروں کی چیر پھاڑ کے نتیجے میں بہترین ریسرچ سامنے آتی جو ماضی میں اکثر گمراہ کن ہی رہی ہے اور بہت سے حادثاتی واقعات جو دواؤں کی تیاری یا جانچ کے دوران وقوع پذیر ہوتے ہیں ان پر قابو پایا جاسکتا۔ اس طرح ان تمام تنازعاتی سوالوں سے بھی نجات ملتی جو ان معالجوں کے لئے رکاوٹ تھے جو ایسی تحقیق کو اپنے مریضوں کے فائدے کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں مگر اس کے طریقہ کار کو اخلاقی طور پر بُرا سمجھتے ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے یہ فرض کرنا مشکل ہے کہ آج کل کے معالج اوراء Aura کے مشاہدے کو بحیثیت حیاتیاتی ریسرچ Biological research کے لئے ایک معاون کے طور پر استعمال کریں۔ لیکن اگر جسم لطیف پر ریسرچ کے نتائج دو باتیں ثابت کر دیں یعنی ایک تو اطمینان اور دوسرا اطلاعاتی طور پر قابلِ استعمال ہونا، تو پھر ایسے تمام معالج اپنے تمام تر روشن خیال ساتھیوں سمیت اس طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔

بظاہر یہ ایک طویل المیعاد آئیڈیا ہی محسوس ہوتا ہے۔ مگر آج کے سپر سونک دور میں چیزیں اتنی تیزی سے حرکت کر رہی ہیں اور تبدیلیاں اتنی تیزی سے رونما ہو رہی ہیں کہ اس سے متعلق ریسرچ کو وقتی حدود میں باندھنا غیر دانشمندی ہے کیونکہ آج کسی کو بھی نہیں پتہ کہ مستقبل قریب میں کیا ہو سکتا ہے۔

اوراء کے ذریعے بیماریوں کی نشاندہی

اوراء Aura کے متعلق جو مغربی تاثر ہے وہ یہ ہے کہ یہ عام طور پر ایک فیلڈ آف فورس کا جسم کے بیرونی طرف اخراج ہے اور اس اخراج کے تناسب سے ہی اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اس جسم کے محرکات کیا ہیں۔ کیونکہ یہ جسم لطیف یا ایسٹرل باڈی براہ راست ہی مادی جسم کو کنٹرول کرتی ہے اور اس پر اثر ڈالتی ہے۔ اس سے بہت پہلے کہ جب مادی جسم پر کوئی بیماری ظاہر ہو یہ جسم لطیف پر ظاہر ہوتی ہے اور یہ جسم لطیف ہی ہے جس پر علاج کا بہتر طور پر اثر ہوتا ہے۔ تب جا کر مادی وجود کو راحت کا احساس ہو پاتا ہے۔

اگر یہ ممکن ہو جائے کہ بیماری کی علامات کو جسم لطیف پر ہی دیکھ لیا جائے تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا اسی سطح پر علاج ہو سکے۔ عقیدہ سے علاج، نفسیاتی علاج اور روحانی علاج اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں اور ہمارے خطے کا ایک خاص عنصر بھی ہے۔

اوراء برائے صحت

چونکہ اوراء بالکل ٹھیک طرح سے بیماری کی حالت کی نشاندہی کرتا ہے، جو کہ اس میں واضح نظر آتی ہیں یا پھر ایسی بیماریوں کو واضح کرتا ہے جو مادی جسم میں ابتدائی اسٹیج میں ہوتی ہیں اس لئے ہم اوراء کو اوراء برائے صحت یا Health Aura بھی کہہ سکتے ہیں۔

Health Aura کے متعلق جو مشاہدات ہوئے ہیں دلچسپ باتوں کا انکشاف کرتے ہیں۔ اس اوراء کی عام طور پر ساخت ایک باریک بال کی طرح مگر روشن لائن کی سی ہوتی ہے جو کہ ہمارے مادی وجود کو ایک بیضوی شکل میں حصار میں لئے نظر آتی ہے۔ اس کی شکل میں تبدیلی ہی اس بات کا اشارہ کرتی ہے کہ جسم بیمار ہے یا اس مادی جسم کی صحت ٹھیک نہیں ہے اس طرح اس کی شکل میں نمایاں

تبدیلی نظر آتی ہے۔

یہ اوراء بظاہر تو بے حد سادہ نظر آتا ہے مگر تحقیق کے نتیجے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ اوراء بہت پیچیدہ ہے اور اس کی پیچیدگی ہی دلچسپی کا باعث ہے۔ کسی بھی شخص کا جسم لطیف یا اوراء اور حقیقت دوہرے پن کا حامل ہے یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس کے دو پرت یا دو حصے ہیں ایک اندرونی اور ایک بیرونی۔

اندرونی جسم لطیف کے بارے میں مغربی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ یہ اوراء جسم کی عام ساخت کو مدِ نظر رکھتا ہے اور مادی جسم سے 4 سے 5 انچ اوپر ہوتا ہے اور بیرونی جسم لطیف مادی جسم کی سطح سے 9 سے 12 انچ اوپر ہوتا ہے۔

مگر یہاں بھی اوراء کی تشکیل مکمل نہیں ہوتی تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اوراء برائے صحت کی کوئی حتمی حد بھی نہیں ہے۔

روشنی کی لہر

ایک اور دلچسپ مظاہرہ جو کہ جسم لطیف سے جڑا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اکثر روشنی کی لہر یا شعاع نظر آتی ہے جو مادی وجود سے شروع ہوتی ہے اور پھر خلاء میں جا کر کہیں گم ہو جاتی ہے۔ بہت سے واقعات میں یہ بات بھی نوٹ کی گئی ہے کہ ایسی لہریں کسی شخص کو یا پھر قریبی کسی باتھ کو چھوتے ہوئے جاتی ہیں۔ مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کہ جس شخص کے اوراء کا مطالعہ کیا جا رہا تھا وہ دراصل بے حد گہرائی سے اس دوسرے شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا یا پھر اس چیز کے بارے میں سوچ رہا تھا جس سے روشنی کی لہر جا کر ٹکرائی تھی۔ یہ شاید اس لئے ہوتا ہے کہ انسان میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے خیالات وصول کرنے یا ارسال کرنے کی صلاحیت بھی ہے جس سے وہ احساسات اور خیالات ارسال کرتا ہے۔ مگر اوراء کا ٹیلی پیتھی میں کیا کردار ہے۔ اس کے بارے میں ہم بعد میں بحث کریں گے۔

اس کے ساتھ ہی اوراء کا ایک اور اہم اور دلچسپ رُخ سامنے آتا ہے جسے عام طور پر Dark Space کہتے ہیں۔ یہ 1/4 انچ موٹا ہوتا ہے اور مادی جسم کی بیرونی لائن کے ساتھ ہوتا ہے اور جتنے بھی اوراء ہیں ان کے پرت تمام تر اس ڈارک اسپیس سے ہی شروع ہوتے ہیں ظاہر ہے یہ بھی اوراء ہی کا ایک حصہ ہے مگر تحقیق یہ بات ابھی تک ثابت نہیں کر سکی ہے کہ اس کا اصل کام کیا ہے۔

بلاآخر ایک اوراء اور بھی ہے جو کہ مادی جسم اور جلد کے حیاتیاتی افعال کے تحت ظہور میں آتا ہے۔ دراصل یہ ایک خفیف برقی مقناطیسی میدان ہے اور انتہائی حساس آلات سے ناپا جاسکتا ہے۔

مختلف قسم کی روشنیوں میں یہ دیکھا جاتا ہے اگر کسی سطح پر ان تیز روشنیوں کو ڈالا جائے۔ جیسے الٹرا وائیلٹ، انفرا ریڈ اور بنیادی رنگ Primary Colours وغیرہ تو اس فیلڈ پر مختلف قسم کے اثرات مرتب کرتے ہیں (اوراء پر رنگوں کے اثر پر ہم بعد میں بحث کریں گے)

لطیف جلد

اوراء کے بارے میں زیادہ تر تفصیل یا تو روشن ضمیر لوگ ہی جان پاتے ہیں یا پھر جدید کرلین اسکرین (Kirlian Screen) کے ذریعے۔ نصف صدی پیشتر ہی روسی سائنسدانوں نے ایک ہائی وولٹیج کیمرہ ایجاد کیا ہے جسے اس کے ایجاد کنندہ کرلین Kirlian کے نام پر کرلین فوٹوگرافک کیمرہ کہا جاتا ہے جو اوراء Aura کی فوٹو اتار سکتا ہے۔ اس سے امراض کی تشخیص میں مدد ملتی ہے۔

اوراء کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے ہم اندرونی اور بیرونی جسم لطیف کو سطحی جلد بھی کہہ سکتے ہیں اور یہ لطیف جلد، صحت کی اصل بتانے کے بارے میں تفصیل کے لئے اہم کردار ادا کرتی ہے۔

جب ان کا قریب سے اور بہت گہرائی سے مشاہدہ کیا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ یہ لطیف جلد Ethric Skin توانائی کی لاتعداد لطیف لائنوں سے مل کر بنی ہے۔ بالکل اس طرح جیسے بال کی طرح باریک لائنوں کو کسی نے موڑ کر اور بُن کر پورے اوراء کے لئے ایک حفاظتی کور یا غلاف

ہلا دیا ہو۔

اس سے پہلے کہ ہم اوراء کے بارے میں مزید تفصیلی گفتگو کریں آیئے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ جدید ریسرچ اور سائنٹیفک اصولوں نے اس مد میں ہمارے لئے کیا آسانیاں پیدا کی ہیں یا کون سی ایسی ایجاد سامنے آئی ہے جس سے ہم اوراء کو مزید اور بھرپور طریقے سے سمجھ سکیں۔

کرلین فوٹو گرافی (Kirlian Photography)

1950ء کے عشرے تک اوراء Aura کی توانائی یا موجودگی کو ثابت کرنے کے لئے کوئی سائنسی طریقہ نہیں تھا تب ایک سوویت روسی میاں بیوی نے فوٹو گرافی کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا جس میں انہوں نے فلم، اسپارک جنریٹر اور نامیاتی مادّہ کو استعمال کیا تاکہ فوری عمل اور بے ساختگی کا تاثر پیدا ہو سکے۔ یہ طریقہ کار بعد میں کرلین فوٹو گرافی کے نام سے متعارف ہوا۔ جس سے وہ لوگ بھی جو کہ روشن ضمیر نہیں تھے اوراء کی روشنیوں کے اخراج یا اس کے وجود کا مشاہدہ کرنے اور اس کو کسی قدر سمجھنے کے قابل ہوئے۔

اس طرح پہلا سائنسی ثبوت روس میں سامنے آیا۔ اوراء کو انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں حیاتیاتی توانائی کے میدان کے طور پر سمجھا جاتا تھا۔ پھر وہاں ایک سائنسدان یے کن یوڈکو۔ نارکیوچ Yakun-yodko-narkevtch نے اپنے تجربات کے دوران اس چیز کو ناپنے کے لئے ہائی وولٹیج اور ہائی فریکوئنسی کے الیکٹرک چارج استعمال کئے۔ انہوں نے ایک صحت مند آدمی اور ایک بیمار آدمی کے سوتے وقت اور بیداری کی حالت میں الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کے فرق کو ریکارڈ کیا۔ انہوں نے اس وقت کے تمام دانشوروں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اس نئی تکنیک کے ذریعے کسی بھی شخص کے جسمانی اور نفسیاتی فرق کو مانیٹر کیا جا سکتا ہے۔

بعد میں روسی انقلاب کے دوران یوڈکو نارکیوچ کا کام پس پردہ چلا گیا۔ مگر خوش قسمتی سے 1939ء میں ان کی یہ تکنیک دوبارہ دریافت ہوئی اور اس کی دوبارہ دریافت کا سہرا سیمیون کرلین Semyon Kirlian کے سر ہے۔ کرلین نے روشنی کا کوئی ذریعہ استعمال نہیں کیا مگر جیسے ہی ایک الیکٹریکل چارج جاندار میں سے گذر کر باہر آیا اور فلم ریکارڈ ہوئی تو روشنی کا عکس اس کی شبیہہ کے ارد گرد ابھر کر سامنے آگئے اسے کرونا ڈسچارج فوٹو گرافی Corona discharge photography کا نام دیا گیا۔

کرونا ڈسچارج فوٹو گرافی، جسے آج کل کرلین فوٹو گرافی کے نام سے جانا جاتا ہے، کو سوویت روسی حکومت نے 1960ء کے عشرے تک ایک اہم قومی راز کے طور پر خفیہ رکھا۔ مگر 1960ء میں کرلین اور اس کی بیوی ویلنٹینا کی رپورٹ شائع ہوئی تب یہ ٹیکنیک سامنے آئی۔ کرلین نے یہ دعویٰ کیا کہ کرونا ڈسچارج ہی بائیو انرجی فیلڈ کا ایک زندہ اور سائنسی ثبوت ہے جسے اوراء بھی کہا جاتا ہے اور اس طرح بائیو پلازمہ Bio-Plasma کی اصطلاح اب اوراء کے لئے استعمال ہونے لگی۔ اس قسم کی شبیہہ سے جس روشنی کا مشاہدہ کیا گیا وہ موجودہ حیاتیاتی قوت کے بالکل متناسب تھی۔ ہیلرز Hearlers کے ہاتھوں کی لی گئی تصاویر میں یہ گہرے لائٹ پیٹرن Light Pattern دیکھے گئے جب وہ شفایابی کے پروسس میں تھے۔ ایک درخت کے ٹوٹے ہوئے پتے کے اوراء کی تصویر میں یہ کمزور اور انتہائی کم لائٹ پیٹرن نظر آئے کیونکہ وہ سوکھ چکا تھا۔

اس طرح کرلین فوٹو گرافی ہی سے یہ ممکن ہوا کہ جسم کے گرد بائیو پلازمک فیلڈ کا مشاہدہ کیا جا سکے جو کہ ہر جاندار کے گرد موجود ہے۔ ان لوگوں کے فوٹو گراف جن کے انگوٹھے یا انگلیاں کٹ چکی تھیں یا ضائع ہو گئی تھیں۔ ان میں بھی توانائی کا تناسب ایک مکمل ہاتھ کی طرح تھا جو روشن ضمیر اور روحانی علوم کے ماہرین کی اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ ہر مادّی جسم کے چاروں طرف ایک مکمل اور واضح روشن جسم ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

آم گرمیوں کا مشہور ترین پھل ہے۔ اس کی بہترین خوشبو اور ذائقے کی وجہ سے اس کو لوگ ثمر بہشت بھی کہتے ہیں۔ آج کل آم کا موسم ہے آم وہ واحد پھل ہے جو بڑے اہتمام سے اور اجتماعی طور پر کھایا جاتا ہے اور اسے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ مسلمان بادشاہوں کے دور میں برصغیر میں پھلوں کے بے شمار باغات لگائے گئے جن میں اکثریت آموں کی تھی اس زمانے میں بہار کے مقام دربھنگہ میں ایک بہت بڑا باغ لگایا گیا تھا۔ جس میں آم کے تقریباً ایک لاکھ پیڑ لگائے گئے تھے۔ آم برصغیر میں لگایا جاتا تھا۔ سکندر اعظم غالباً پہلا غیر ملکی شخص تھا جس نے آم کو دیکھا بعد میں ہیون سانگ نے آم کو بیرونی دنیا میں متعارف کرایا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد آم کی فصل پر کافی توجہ دی گئی لہٰذا اب آم پاکستان میں پیدا ہونے والے پھلوں میں دوسرے نمبر پر ہے اور پاکستان کے آم بہترین آموں میں شمار ہوتے ہیں۔ آم کی تقریباً ساڑھے چار سو اقسام ہیں، سید سلیمان ندویؒ کسی علاقے میں گئے تو وہاں کے لوگوں نے انہیں بہت سے پھل دکھائے کہ آپ کے ہاں ایسے پھل ہوتے ہیں انہوں نے ہر پھل کے جواب میں کہا کہ "ہاں ایسا آم ہوتا ہے ہمارے ہاں" وہ پریشان ہو کر کہنے لگے حضرت آپ کے ہاں آم کے علاوہ بھی کچھ ہوتا ہے تو انہوں نے کہا "ابھی تو آم کی قسمیں ہی نہیں ختم ہوئیں دوسرے پھلوں کا کیا پوچھتے ہو"۔

آم دو طرح کا ہوتا ہے قلمی اور تخمی، تخمی آم قلمی آم کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے کیونکہ یہ جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔ قلمی آم دیر ہضم اور ثقیل ہوتا ہے۔ تخمی آم کو چوس کر کھایا جاتا ہے اس میں ریشے کم ہوتے ہیں جبکہ قلمی آم کو کاٹ کر کھاتے ہیں۔ آم کھانے کے بعد دودھ پی لیا جائے تو یہ جسم کو بہت زیادہ قوت و توانائی دیتا ہے۔ آم کھانے کے بعد میٹھی لسی پینے سے اس کی گرمی ختم ہو جاتی ہے یا اگر چند جامنیں کھالی جائیں تو بھی گرمی ختم ہو جاتی ہے۔ کچا آم (کیری) سرد تر ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس پکا ہوا آم گرم تر ہوتا ہے۔ آم کے پھل کے ساتھ ساتھ اس کا پورا درخت بہت سی بیماریوں کا علاج ہے، اس کی چند خصوصیات دی جا رہی ہیں۔

آم کی چھال:۔ آم کی چھال کمزور معدے کو تقویت دیتی ہے جبکہ اس کی خاصیت خشک اور قابض ہے قابض ہونے کی وجہ سے آم کی چھال پیچش اور سنگرہنی میں بھی استعمال کی جاتی ہے۔ اس کا سفوف جریان الرحم کے

لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ یہ دستوں کو بھی روکتی ہے۔ پیشاب کے خون آنے میں بھی مفید ہے۔ چھال کو دانتوں میں رکھ کر چبانے سے دانتوں کی تکالیف میں آرام ملتا ہے اور یہ منہ کی بدبو دور کرتی ہے۔ چھال سے نکلا ہوا گوند پھٹے ہوئے تلوؤں پر لگایا جاتا ہے۔ اس کا مرہم بنا کر خارش اور دوسرے جلدی امراض میں استعمال کرتے ہیں۔ چھال کا رس، چونے کے پانی کے ساتھ سوزاک میں ایک تیر بہدف دوا سمجھی جاتی ہے۔ تازہ چھال کے رس کو آنکھ کے امراض میں بہت مفید پایا گیا ہے۔ اس سے آنکھوں کی روشنی و چمک بڑھتی ہے۔ چھال کو پانی میں گرم کرکے اس کے پانی سے غرارے کرنے سے حلق کے امراض میں فائدہ ہوتا ہے۔

پتے:۔ آم کی کچی کونپلیں بواسیر کے خون کو روکتی ہیں اور ان کا جوشاندہ بھی بواسیر میں بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔ آم کے خشک پتوں کو جلا کر اس کی راکھ کا منجن بنا کر استعمال کرنے سے دانت صاف چمکدار اور مضبوط ہوجاتے ہیں۔ اس کے پتوں کا جوشاندہ تیار کرکے سوزاک کے مریض کو چالیس دن پلایا جائے تو سوزاک کا مرض ختم ہوجائے گا۔ خشک پتوں کی چائے دماغ کی کمزوری دور کرتی ہے اور حافظہ بڑھاتی ہے یہ چائے متواتر تین ماہ استعمال کرنے سے بھولنے کا مرض ختم ہوجاتا ہے۔ جریان کے مرض کے لئے کونپلوں کو سائے میں خشک کرلیں اور اس کو کوٹ کر سفوف بنالیں۔ اس سفوف کو ایک ایک چمچہ صبح شام تازہ پانی کے ساتھ کھالیں دوران استعمال گرم اشیاء، چٹ پٹی چیزیں اور زیادہ چکنائی والی اشیاء سے پرہیز کریں یہی سفوف پیچش میں بھی استعمال کرسکتے ہیں۔ کونپلوں کا رس نکال کر تین تولہ لیں اس کو بکری کے دودھ میں ملائیں اور شکر کے بجائے شہد ڈالیں یہ دوا پلانے سے خونی پیچش بند ہوجاتی ہے۔ پتوں کی دھونی سے امراض حلق اور ہچکی میں فائدہ ہوتا ہے۔ پتوں کو جلا کر اس کی راکھ بنا کر رکھ لی جائے یہ جلے ہوئے حصہ پر لگانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ آم کے پتے اور جامن کی گٹھلیاں برابر مقدار میں لے کر پیس لیں اور سفوف بنالیں یہ سفوف شوگر کے مریض کو آدھا چمچہ تازہ پانی سے خالی پیٹ دیں اس سے شوگر کنٹرول ہوجاتی ہے، پیشے کی حالت میں چند پتے لے کر آدھا سیر پانی میں ابالیں جب پانی تقریباً آدھا پاؤ رہ جائے تو اس کو نیم گرم پلادیں۔

گٹھلیاں:۔ آم کی گٹھلی کی گری قبض پیدا کرتی ہے۔ اس میں بہ کثرت گیلک ایسڈ ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ بواسیر، اسہال، پیچش اور سیلان الرحم وغیرہ میں مفید ہوتی ہے۔ یہ آنتوں کے کیڑوں کو مار دیتی ہے۔ اس کو ہلکا بھون کر کھانا چاہئے۔ پیچش اور خونی دستوں کے لئے گٹھلی کا گودا بھون کر دانہ الائچی خورد ملا کر دینا چاہئے۔ یہ بہت مفید ثابت ہوتا ہے، بلغمی اسہال کے لئے بیل گِری ہم وزن ملا کر دیا جاتا ہے اس کی خوراک چھ ماشہ ہے۔ گٹھلی کا گودا (گری) رنگ کو پکانے کے کام آتا ہے۔ گودے کا سفوف بواسیر، دمہ اور سیلان الرحم (لیکوریا) کے لئے مفید ہے۔ تازہ گٹھلی کے گودے کا رس نکسیر کے لئے فائدہ مند ہے۔ اس کا رس ناک میں ٹپکانا چاہئے۔ بالغ افراد کے اسہال روکنے کے لئے اس کا سفوف بنا کر دینا چاہئے۔ اگر کسی شخص کو بچھو کاٹ لے تو فوراً گٹھلی کی گری پانی میں رگڑ کر لیپ کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر سانپ کاٹ لے تو دو گٹھلیوں کا گودا لے کر تین عدد سیاہ مرچ رگڑ کر پانی کے ساتھ پلادیں پلانے کے کچھ دیر بعد جلاب آئے گا اور زہر اتر جائے گا زہر اترنے پر منہ کا ذائقہ میٹھا سا محسوس ہوگا۔

پھول:۔ آم کے پھول کا سفوف گرمی مثانہ دور کرتا ہے۔ پھول کو سائے میں خشک کرکے سفوف بنالیں اور ایک ایک چمچہ صبح و شام دودھ سے استعمال کریں۔ یہی سفوف جریان کے مریض کے لئے اکسیر ہے لیکن اس میں چوتھائی وزن مصری ملالیں۔ یہ ٹھنڈے پانی سے استعمال کریں اور اگر یہی سفوف نیم گرم دودھ سے استعمال کیا جائے تو کمزوری کو دور کرکے طاقت بخشتا ہے۔ آم کا پھول جب پہلے پہل دیکھیں تو انہیں توڑ لیں اور نرم ہاتھوں سے انہیں آہستہ آہستہ رگڑیں

دو گھنٹے تک ٹھہر ٹھہر کے رگڑتے رہیں پھر تھوڑی دیر بعد ہاتھ دھولیں اگر کسی کو شہد کی مکھی، بھڑ یا بچھو وغیرہ کاٹ لے تو اپنا ہاتھ ڈنک والی جگہ پر دو تین بار رگڑیں درد و جلن ختم ہوجائے گی۔ اگر اس کا پھول لے کر ڈنک والی جگہ پر ملا جائے تو وہ بھی یہی کام کرتا ہے اس کے پھول کا لیپ چوٹوں اور زخموں پر کرنے سے ان کی تکلیف ختم ہوجاتی ہے۔

پھل:۔ کچے پھل کو کیری کہتے ہیں یہ ٹھنڈی ہوتی ہے اس سے اچار، مربہ اور چٹنی وغیرہ بنتی ہے۔ دوا کے طور پر زیادہ تر کچا آم استعمال کیا جاتا ہے۔ کھٹا آم اگرچہ جگر کے لئے مضر ہے لیکن اس سے بھوک خوب لگتی ہے، خون صاف ہوتا ہے۔ صفرا کی زیادتی کو ختم کرتا ہے اس سے گردے اور مثانے کی پتھری ٹوٹ جاتی ہے۔ کچے آم کو آگ میں بھون کر گڑ کے شربت میں اس کا رس ملادیں یہ قوت ہاضمہ تیز کرتا ہے اور وبائی امراض سے بچاتا ہے۔ یا کچے آم کو گڑ میں مربہ کی طرح بھی پکایا جاسکتا ہے۔ یہ پانچ دن تک خراب نہیں ہوتا یہ بھی ہاضمہ و وبائی امراض میں مفید ہوتا ہے۔ موسم گرما میں کچے آم سے شربت تیار کیا جاتا ہے یہ لو لگنے کی شکایت میں مفید ہوتا ہے۔ کچے آم کو آٹے میں دبادیں جب وہ تھوڑا پک کر نچوڑنے کے قابل ہوجائے تو اس کو نچوڑ کر گودا نکال لیں اس گودے میں چینی ملا کر پانی میں حل کرلیں اس میں تھوڑا سا کیوڑہ ملالیں یہ شربت گرمی کے اثرات کو ختم کردیتا ہے، دل کو فرحت بخشتا ہے اور تقویت دیتا ہے۔ کچے آم کے اچار کا تیل سر پر لگانے سے گنج پن ختم ہوجاتا ہے۔

پکا آم:۔ پکا آم گرم تاثیر رکھتا ہے۔ خون صالح پیدا کرتا ہے، ہاضمہ درست کرتا ہے قبض کشا ہوتا ہے۔ معدہ و جگر کو طاقت بخشتا ہے اور گردوں کی صفائی کرتا ہے۔ بے خوابی دور کرتا ہے آم ہمیشہ کھانے کے ساتھ یا دوپہر کے بعد کھانا چاہئے۔ اس میں پروٹین کم ہوتا ہے جبکہ وٹامن بہت زیادہ مقدار میں ہوتے ہیں اس میں نشاستہ دار روغنی اجزاء کے علاوہ فاسفورس، فولاد، کیلشیم، پوٹاشیم، گلوکوز 25% اور مصفّٰی پانی 75% ہوتا ہے۔ جو افراد خون کی کمی میں مبتلا ہوں انہیں آم استعمال کرانے سے چند دن میں خون کی کمی دور ہوجاتی ہے اور چہرے کی زردی ختم ہوکر سرخی آجاتی ہے آم کے بعد لسی پینے سے جلدی تکالیف دور ہوجاتی ہیں اور رنگ نکھر جاتا ہے۔ حاملہ خواتین کے لئے آم کا استعمال بہت مفید ہے۔ اس سے جسم کو توانائی ملتی ہے اور بچہ خوبصورت اور توانا پیدا ہوتا ہے۔ میٹھے آم کا رس ایک چھٹانک لے کر اس میں ایک تولہ شہد شامل کرکے روز پئیں کچھ عرصے کے استعمال سے تلی کا ورم دور ہوجائے گا۔ ہاضمہ کی کمزوری دور ہوجائے گی۔ سانس لینے میں مشکل ہوتی ہو، جسم میں فاسد مادے جمع ہوگئے ہوں تو آم کا رس بے حد مفید ہے۔ آم کا تازہ رس ایک پاؤ اور ایک چھٹانک دودھ شامل کرلیں اس میں ایک چمچہ ادرک کا رس ملا کر روز پینے سے دماغ کو بہت طاقت ملتی ہے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے کی شکایت دور ہوجاتی ہے۔ گردوں میں درد، دل کی کمزوری، دمہ، قبض اور جگر کی خرابی میں تمام غذائیں ترک کرکے صرف آم کے رس کو استعمال کرنا چاہئے۔ اس خوراک کو 40 روز استعمال کرنے پر ساری بیماریاں ختم ہوجاتی ہیں۔

قارئینِ کرام سے گذارش

ادارہ روحانی ڈائجسٹ کی خط لکھنے والے کرم فرما قارئین سے گزارش ہے کہ وہ دہستانِ خیال، محفل مراقبہ میں دعا، مشعلِ معرفت، روحانی ینگ رائٹر کلب، حاصلِ مطالعہ، قندِ سخن، میرا پیغام ہے، جہاں نما، معلوماتِ عالم، اس ماہ کے بہترین مضامین، روحانی سوال جواب، افق، روحانی ڈاک، شعبہ مضامین یا سرکولیشن میں سے کسی شعبے کو خط لکھنا چاہیں تو متعلقہ شعبے کا نام لفافے پر ضرور تحریر کردیں۔

اف یہ گرمی دانے

موسم گرما میں گرمی دانوں سے کس طرح بچا جائے......؟

......عابد بھٹی

ہماری جلد کا کام جسم کے درجہ حرارت کو برقرار رکھنا ہے۔ پسینے کے غدود اور باریک خون کی نالیاں جو جلد میں موجود ہوتی ہیں یہ کام سرانجام دیتی ہیں جسم کو گرمی محسوس ہوتی ہے تو پسینے کے غدود اپنا کام شروع کردیتے ہیں اور جسم کو ٹھنڈک پہنچانے کیلئے پسینہ کا اخراج شروع کر دیتے ہیں گرمی اگر زیادہ ہو تو پسینہ بھی زیادہ آتا ہے اگر پسینے کے اخراج میں رکاوٹ پیدا ہو جائے تو تمام جسم پر خصوصاً سینے پیٹ اور پیٹھ پر سرخ رنگ کے باریک باریک دانے نکل آتے ہیں جنہیں گرمی دانے کہا جاتا ہے۔ زیادہ تر گرمی دانوں میں وہ افراد مبتلا ہوتے ہیں، ☆جو افراد دھوپ میں محنت مزدوری کرتے ہیں یا گرم جگہوں پر مثلاً کارخانے فیکٹریوں کے ملازمین۔ ☆جو خواتین گرمیوں میں باورچی خانہ میں دیر تک چولہے کے سامنے بیٹھ کر کام کرتی ہیں۔

☆جو بچے تیز دھوپ میں کھیلتے ہیں۔ ☆جو لوگ گرمیوں میں روزانہ نہیں نہاتے ہیں۔ ☆جو لوگ گرم اور موٹے کپڑے پہنتے ہیں جسم کو کھلی ہوا فراہم نہیں کرتے ہیں۔ ☆گرمی دانوں میں جلن اور کھجلی ہوتی ہے اور کبھی ان میں سوئیاں سی چبھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اس تکلیف سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کیا جائے۔ ☆ہلکے پھلکے لباس کا استعمال رکھیں۔ ☆روزانہ ٹھنڈے پانی سے غسل کریں۔ ☆گرم غذاؤں مثلاً گوشت انڈہ مچھلی چائے سے پرہیز کریں۔ ☆جہاں تک ہو سکے دھوپ سے بچیں۔ ☆دوپہر کو پنکھے کی ہوا میں وقت گزاریں۔

چند گھریلو علاج پیش خدمت ہیں جو گرمی دانوں کی جلن کو دور کرتے ہیں اور ان کے مسلسل علاج سے گرمی دانے ختم ہو جاتے ہیں۔

گھریلو علاج

☆ملتانی مٹی کو پانی میں گھول کر گرمی دانوں پر لگائیں۔

☆مہندی کے سفید پتے پانی میں پیس کر لیپ کریں۔

☆صندل سفید کو پانی میں گھس کر لگائیں۔

☆خشخاش ایک تولہ بکری کے دودھ میں پیس کر لیپ کریں۔

☆نیم کی کونپلیں پانی میں پیس کر لگائیں۔

حکیمی علاج

۱۔ رتن جوت بوٹی 5 گرام، سیاہ مرچ 5 عدد، برہم ڈنڈی 5 گرام تینوں چیزوں کو پانی میں باریک پیس لیں پھر اس کو چھان کر چینی ملا کر پی لیں۔ روزانہ تین چار دن کے استعمال سے گرمی دانے دب جائیں گے۔

۲۔ نیم کے پتے آدھا کلو، تلوں کا تیل ایک پاؤ، لیموں کا رس 20 گرام لیں۔ نیم کے پتوں کو ایک سیر پانی میں پکائیں جب پانی آدھا سیر رہ جائے تو اس میں تلوں کا تیل ڈال کر دوبارہ پکائیں جب سارا پانی خشک ہو جائے تو چھان کر تیل الگ کر لیں اس تیل میں لیموں کا رس ملا لیں۔ صبح و شام اس تیل کی گرمی دانوں پر ہلکی ہلکی مالش کریں گرمی دانے ختم ہو جائیں گے۔

۳۔ مہندی کے پتے 10 گرام، سیاہ مرچ 5 دانے، پودینہ 5 گرام تینوں چیزیں پانی میں باریک پیس لیں اور چھان کر پئیں چند دن روزانہ استعمال کریں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

۴۔ لیموں کا رس 20 گرام، ہلدی 10 گرام سرسوں کے بیج 10 گرام لیں۔ ہلدی اور سرسوں کے بیجوں کو پانی میں باریک پیس کر لیموں کا رس ملائیں اور یہ دوا صبح و شام دانوں پر لگائیں۔

۵۔ امرول بوٹی 3 گرام، پودینہ 5 گرام، سیاہ مرچ 5 دانے، نیم کے پتے 5 گرام تمام اشیاء کو پانی میں باریک پیس کر چھان لیں پھر اس میں تھوڑی چینی ملا کر پئیں چند دن روزانہ یہ دوا پینے سے فائدہ ہوگا۔

کمر کا درد

کمر درد کی تکلیف میں مبتلا افراد بعض اوقات ہفتوں بے چین رہتے ہیں۔ اس تکلیف سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری احتیاط اور آسان گھریلو علاج......

رضیہ سلطانہ

آج کل کمر درد بہت عام ہے اس کی وجہ ہمارے خیال میں زندگی گزارنے کا نامناسب انداز ہے جو ہمارے جوڑوں پٹھوں اور اعصاب کو تناؤ اور ذہن کو دباؤ دے رہا ہے۔ کمر کا درد بغیر کسی سبب کے نہیں ہوتا کمر درد ان لوگوں میں عام طور پر ہوتا ہے جن کے پٹھے کمزور ہوتے ہیں۔ یہ درد جوڑ میں پھر عضلات میں پھر ریڑھ کی ہڈی میں اور آخر میں نچلی کمر میں اچانک ہونے والا یا مسلسل انتہائی شدید اور معذور کردینے والا ہوتا ہے اور دنوں ہفتوں یہاں تک کہ مہینوں تک یہ درد رہ سکتا ہے۔ اس کی زد میں صرف چند افراد ہی نہیں آتے بلکہ اکثر لوگ کبھی نہ کبھی اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔ معالجین حضرات کمر درد کے علاج کے لئے درست تشخیص کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ کمر درد کی سینکڑوں وجوہات ہو سکتی ہیں۔

کمر درد کی وجوہات: کمر درد کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں ان میں سے زیادہ عام یہ ہیں:

☆کمر جھکا کر زیادہ دیر تک کام کرتے رہنا۔

☆ڈھیلی چارپائی یا فوم کے بستر پر سونا جس سے کمر سیدھی نہ رہے۔

☆بغیر ٹیک لگائے گھٹنوں بیٹھنا۔

☆اونچی ایڑھی کے جوتے استعمال کرنا یا ایسا تنگ لباس پہننا جو چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے میں رکاوٹ ڈالے۔

☆ذہنی دباؤ پریشان میں مبتلا ہونا۔

☆مٹاپے سے ریڑھ کی ہڈی پر دباؤ پڑنا۔

☆غلط انداز سے بیٹھنا یا چلنا۔

☆لمبی ڈرائیونگ کرنا۔

کمر درد کے مریضوں کو سخت احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ریڑھ کی ہڈی پر دباؤ پڑنے سے بچے رہیں۔

کمر کی حفاظت کریں

ان تدابیر پر عمل کرنے سے کمر درد سے بچ سکتے ہیں

☆کوئی چیز اٹھانی ہو تو کمر کو نہ موڑیے کمر سیدھی رکھئے اور گھٹنوں کو جھکائیے تاکہ کمر پر دباؤ کم پڑے۔

☆طویل فاصلے تک ڈرائیونگ نہ کریں اگر کریں تو ہر گھنٹے کے بعد کار سے نکل کر چند منٹ چہل قدمی کریں۔

☆اپنے کھڑے ہونے کا انداز درست کریں آپ ایسے کھڑے ہوں جیسے آپ کے سر پر کتاب رکھی ہو اور اگر زیادہ دیر تک کھڑا رہنا پڑے تو اِدھر اُدھر حرکت کرتے رہیں ایک ہی جگہ کھڑے رہنے سے ریڑھ کی ہڈی پر دباؤ پڑتا ہے۔

☆اونچی ایڑھی والے جوتے استعمال نہ کریں جس سے جسم کا بوجھ آگے کو پڑتا ہے اور ریڑھ کی ہڈی میں خم آجاتا ہے۔

☆چلتے وقت آگے کو نہ جھکیں سر کو سیدھا رکھیں بدن کا وزن ایڑیوں پر نہیں پاؤں پر ڈالیں۔

☆بیٹھنے میں کندھے پیچھے کو رکھیں اپنی پشت پر اور نچلی کمر پر تکیہ یا تولیے کا رول کرکے رکھیں۔

☆زیادہ سخت بستر کی ضرورت نہیں ہے لیکن گدا زیادہ نرم بھی نہ ہو بس اتنی نرمی ہو کہ وہ سوتے وقت ریڑھ کی ہڈی کو اچھی طرح سہارا دے سکے۔

☆ایسا تنگ لباس جو چلنے پھرنے میں رکاوٹ ڈالے کمر درد کا باعث ہو سکتا ہے تنگ جینز پہننے سے بھی گریز کریں۔

☆جو لوگ کمر کی تکالیف میں مبتلا ہیں وہ وزن نہ اٹھائیں اگر مجبوراً اٹھانا پڑے تو احتیاط سے کام لیں کمر کو سیدھا رکھیں اور گھٹنوں کو خم دے کر نیچے زمین پر سے وزن اٹھائیں۔

☆زیادہ جھک کر کام کرنے سے گریز کریں۔ احتیاطی تدابیر کے ساتھ ساتھ اگر کمر کے درد کے مریض مندرجہ ذیل ورزشیں کریں تو اس سے بہت فائدہ ہوگا ان ورزشوں کے کرنے سے پیٹ کمر اور کولہوں کے پٹھے مضبوط ہوں گے اور کمر کے درد سے نجات حاصل ہوگی روزانہ باقاعدگی سے ورزش کریں تو مناسب ہوگا البتہ ورزش کرنے سے پہلے ماہرین سے مشورہ ضروری ہے۔ ورزش کتنی دیر تک کی جائے یہ مریض کی حالت کے پیش نظر کوئی ماہر ہی بتا سکتا ہے۔

ورزشیں

ورزش روزانہ تقریباً 20 منٹ تک کریں ورزشیں مکمل کرنے کے بعد گہرے سانس لیں۔ ہر ورزش کے بعد سانس لیں تو بہتر ہے۔

☆چت لیٹ جائیں پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے دائیں گھٹنے کو پکڑیں اور اس کو چھاتی کی طرف کھینچیں اب دوسری ٹانگ سے یہ عمل کریں۔

☆کرسی کے پیچھے کھڑے ہو کر سہارے کے لئے اس کو پکڑ لیں اب اپنے دائیں ہاتھ سے دائیں ٹخنے کو پکڑیں اور اوپر کھینچیں یہاں تک کہ ایڑی دائیں کولہے سے لگ جائے چند سیکنڈ تک، پھر یہ عمل بائیں ٹخنے سے کریں۔

☆فرش پر چت لیٹ جائیں ٹانگیں موڑ کر گھٹنے اوپر کریں پاؤں زمین پر لگے رہیں اب آہستہ آہستہ زور لگا کر کولہوں کو اوپر بلند کریں یعنی زمین سے اٹھائیں اور کمر کو بھی اٹھائیں کندھے اور سر زمین پر رہیں۔ چند بار یہ عمل دہرائیں اور روزانہ اس کی تعداد میں اضافہ کرتے ہوئے دس تک لے جائیں۔

ذہنی تناؤ

کمر درد کی علامتوں میں ذہنی دباؤ ایک اہم سبب ہوتا ہے اس کو ختم کیا جاسکتا ہے جب بھی دباؤ، منفی فکر اور درد ہو تو آہستہ آہستہ مسلسل گہرے سانس لیں۔ پانچوں وقت باجماعت نماز قائم کریں نیز نیلی روشنیوں کا مراقبہ کرنے سے بھی ذہنی دباؤ ختم ہو جاتا ہے۔

کمر کا مساج

کمر کے درد کو دور کرنے کے لئے مساج کرنا بھی مفید ہوتا ہے مساج کرنے سے پٹھوں کی اینٹھن کم ہو جاتی ہے اور شدید درد میں سکون ملتا ہے مساج کے لئے کسی بھی قسم کا تیل استعمال کر سکتے ہیں ایسے تیل کو آپ ترجیح دے سکتے ہیں جو جڑی بوٹیوں سے تیار کیا گیا ہو۔

☆مریض کی کمر پر تھوڑا سا تیل ڈال دیں اور دوسرا فرد کمر کے نچلے حصے پر ہلکے ہاتھ سے دائرے کی شکل میں مالش کرے۔

آکوپریشر سے علاج

آکو پریشر طریقہ علاج کے ذریعے کمر درد کو کم کیا جاسکتا ہے اور یہ علاج آپ آسانی سے گھر میں کر سکتے ہیں آپ کو صرف یہ کرنا ہے کہ جسم کے بعض حصوں پر وقفے وقفے سے دباؤ ڈالنا ہے۔

☆انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان کا گوشت۔

☆کان کی "لو"۔

☆ایڑھی کی سیدھ میں ٹخنے سے تھوڑا سا اوپر۔

☆اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں لے کر دبائیں۔

مذکورہ مقامات کو درد کی حالت میں بار بار دبائیں درد میں وقتی طور پر افاقہ ہوگا درد سے نجات حاصل کرنے کے لئے مستقل علاج کی ضرورت ہے۔

غذا

کمر درد کے مریضوں کے لئے مناسب مقدار کے ساتھ کیلشیم، وٹامن سی اور وٹامن ڈی ضروری ہے یہ غذائی اجزاء ہڈیوں کو مضبوط اور صحت مند بناتے ہیں۔

یہ اجزاء ہمیں پھلوں سبزیوں دودھ مکھن اور پنیر وغیرہ

بقیہ کمر درد صفحہ نمبر 154 پر

خواتین خانہ کا پسندیدہ کالم

دسترخوان

مرتبہ: فرحت صدیقی

آپ بھی آزمودہ اور لذیذ ڈشز کی تراکیب اور کچن کے لئے کار آمد ٹوٹکے ارسال کرسکتی ہیں

مدراسی چاول کباب

اشیاء: چاول۔ ایک پیالی، آلو۔ ایک پاؤ، قیمہ۔ آدھا پاؤ، نمک۔ حسب ذائقہ، سرخ مرچ۔ ایک کھانے کا چمچ، گرم مصالحہ۔ ایک چائے کا چمچ، سوکھی میتھی۔ ایک چائے کا چمچ، ہرا دھنیا۔ دو کھانے کے چمچ (کٹا ہوا)، دھنیا سوکھا۔ ایک چائے کا چمچ، بیسن۔ ایک پیالی۔

ترکیب: آلو ابال کر چھلکے اتار لیں۔ چاول کو اچھی طرح ابال لیں۔ قیمے میں نمک مرچ ملا کر خوب بھون لیں۔ ابلے ہوئے چاول اور آلو ایک گہرے برتن میں ڈال کر مندرجہ بالا تمام مصالحے شامل کر دیں اور خوب اچھی طرح کچلیں تاکہ یکجان ہو جائیں۔ پھر اس کی چپٹی چپٹی ٹکیاں بنا کر رکھتی جائیں اور پھر بھنے ہوئے قیمے کی ٹکیاں بنائیں۔ اب ایک چاول کی ٹکیہ ہاتھ پر رکھ کر قیمہ کی ٹکیہ اس پر رکھیں اور اس پر دوبارہ چاول کی ٹکیہ رکھ کر دبا دیں اب اسی طرح بنا بنا کر رکھتی جائیں۔ سب کے کنارے برابر کر کے، ایک پیالی میں بیسن اور حسب ذائقہ نمک مرچ ملا کر گھول دیں اب ٹکیوں کو اس آمیزے میں ڈالیں اور چولہے پر رکھے ہوئے آئل میں تلتی جائیں یہ ڈش املی، پودینہ اور ٹماٹر کی چٹنی کے ساتھ بہت لطف دے گی۔

(مرسلہ: شاہدہ سلطان بخش حیدر آباد)

کھٹی دال

اشیاء: مسور کی دال۔ آدھا کلو، املی۔ ایک چھٹانک، گھی۔ آدھی پیالی، ادرک اور لہسن پسا ہوا۔ دو چائے کے چمچ، سرخ مرچ پسی ہوئی۔ آدھا بڑا چمچ، ہلدی پسی ہوئی۔ آدھا چائے کا چمچ، نمک۔ آدھا بڑا چمچ، تھوڑی سی ہری مرچیں، زیرہ، ہرا دھنیا حسب خواہش۔

ترکیب: پہلے ایک دیگچی میں پانی ڈالیں اس میں ہلدی، لہسن ادرک، ہری مرچیں، پیس کر ڈال دیں۔ جب ابال آجائے تو دال دھو کر ڈال دیں جب دال گل جائے تو اس میں املی، سرخ مرچ، نمک زیرہ پسا ہوا ڈال کر اچھی طرح مکس کریں تھوڑا پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دیں تاکہ یہ پک جائے اور دال گاڑھی ہو جائے۔ ایک فرائی پان میں تیل گرم کر کے پانچ یا چھ عدد تیز پات کے پتے، اور ایک چمچ چائے کا سفید زیرہ اور سات عدد سوکھی لال مرچ، ڈال دیں یہ سب تیل میں بادامی رنگ پر تل کر دال بگھار دیں اور دیگچی کو فوراً ہی بند کر دیں۔ تاکہ بگھار کی خوشبو باہر نہ نکلے۔

پھر کچھ دیر کے بعد ہرا دھنیا باریک کاٹ کر ڈال دیں اس سے دال دیکھنے میں اچھی لگے گی۔

(مرسلہ: ارم ناز۔ سانگھڑ)

املی کی چٹنی

اشیاء: املی۔ آدھی سیر، چینی۔ ایک پاؤ، نمک۔ ایک چھٹانک، سرخ مرچ پسی ہوئی۔ آدھی چھٹانک،

ترکیب: املی کو سب سے پہلے بھگو کر رکھ دیں۔ آدھے گھنٹے بعد اس کے بیج نکالیں پھر اس کو چولہے پر چڑھا دیں اور اس میں چینی، نمک سرخ مرچ پسی ہوئی ڈالیں اور ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ گاڑھی ہونے پر ٹھنڈا ہونے کے لئے رکھ

دیں مزیدار املی کی چٹنی تیار ہے۔

(مرسلہ : ثانیہ خان۔ کراچی)

آم اور مونگ کی دال کا حلوہ

اشیاء : آم۔ آدھا کلو، مونگ کی دال۔ 200 گرام، دودھ۔ ڈیڑھ کلو، چینی۔ ایک پاؤ سے ذرا کم، چھوٹی الائچی۔ 4 تا 5 عدد، پستے۔ کاجو۔ حسب ذائقہ کٹے ہوئے، ناریل۔ آدھا کپ (پسا ہوا)، گھی۔ 2 کپ، ورق چاندی کے۔ 5 عدد، کھویا۔ ایک پاؤ،

ترکیب : رات کو مونگ کی دال دھو کر بھگو دیں، صبح پانی نکال کر پیس لیں آم کے گودے کو دودھ کے ساتھ یکجان کرلیں۔ اب ایک برتن میں گھی ڈالیں، اس میں پسی ہوئی الائچی ڈالیں اس کے بعد دال ملا دیں۔ ان کو آپس میں اچھی طرح ملائیں اب اس میں آم اور دودھ کا آمیزہ آہستہ آہستہ ڈالیں اور چمچہ مستقل چلاتی رہیں۔ جب گھی آمیزے سے الگ ہو جائے تو چینی ڈالیں، آنچ ہلکی کر کے 5 منٹ پکائیں اب کھویا ڈالیں اور چمچہ چلائیں 10 منٹ بعد حلوہ تیار ہے چاندی کے ورق لگا کر پیش کریں۔

چینی تکے

اشیاء : گوشت۔ ایک کلو، گھی۔ ڈیڑھ پاؤ، لونگیں۔ 8 عدد، کالی مرچ۔ 10 عدد، الائچی (چھوٹی) 6 تا 8 عدد، پیاز۔ آدھی، ادرک۔ ایک چھوٹا ٹکڑا، خشک دھنیا۔ 3 چٹکی، لال مرچ (پسی ہوئی)۔ آدھا چمچہ، نمک۔ حسب ذائقہ، دہی۔ حسب ضرورت،

ترکیب : گوشت کے پتلے پارچے بنالیں، تھوڑا سا گھی پتیلی میں ڈال کر کڑکڑائیے اور پارچے ڈال کر لال کرلیں۔ پھر انہیں نکال کر ان پر ادرک کا عرق اور نمک ملئے۔

اب پیاز کو باریک کتریئے، پھر اسے گرم گھی میں سرخ کرنے کے بعد دہی میں ملا دیں اور اسے گوشت کے ساتھ پتیلی میں ڈال کر خوب بھونیں۔ پانی ڈالتی جائیے جب پانی اور دہی خشک ہو جائے تو پارچے نکال کر گھی میں تل لیں اور سیخ پر سینک لیں باقی مصالحہ پیس کر اس پر ڈالتی جائیے۔

کچن ٹپس

دھنیا اور پودینہ تازہ رکھنے : دھنیا اور پودینہ جس برتن میں رکھیں ایک انڈا بھی ساتھ رکھ دیں۔ انڈے کی گرمی انہیں زیادہ عرصہ تک تازہ رکھے گی۔

لیموں محفوظ رکھنے : ایک کلو لیموں کا رس نکال کر، اس کو برف کی ٹرے میں ڈال کر جما دیں پھر اس کو نکال کر کسی برتن یا لفافہ میں بند کر کے فریز کر دیں۔ جب ضرورت ہو استعمال کریں۔

(مرسلہ : شبنم مراد۔ فیصل آباد)

نمک کو سیلن سے بچانے کے لئے : نمک میں چار یا پانچ عدد لونگ اور چاول کے دانے ڈال دیں، نمک سیلن زدہ ہونے سے محفوظ رہے گا۔

نرم ٹماٹروں کے لئے : اگر ٹماٹر نرم اور پلپلے ہونے لگیں تو انہیں نمک ملے پانی میں گھنٹہ بھر بھگو دیں تو وہ کچھ بہتر ہو جائیں گے۔

(مرسلہ : شاہدہ سلطان بخش۔ حیدر آباد)

لال مرچ پیسنے کا آسان طریقہ: لال مرچ کو پیستے وقت دو تین قطرے تیل کے ڈال دیں تو وہ جلدی اور آسانی سے پس جاتی ہے۔

(مرسلہ : مسرت جمشید۔ ملتی)

باسی چاول کار آمد بنائیں : اکثر گھر میں پکے ہوئے چاول کھانے کے بعد بچ جاتے ہیں تو ان کو ضائع نہ کریں بلکہ کسی کھلے برتن میں پھیلا کر دھوپ میں رکھ کر سکھا لیں اور پھر کسی برتن میں بند کر کے رکھ دیں اور جب مہمان وغیرہ آئیں تو ان کو چائے کے ساتھ پیش کرنے سے پہلے تھوڑے سے سوکھے ہوئے چاول نکالیں اور تھوڑے سے تیل میں تل لیں اور اس پر چاٹ کا مصالحہ ڈال کر پیش کریں۔ بہت مزیدار ہوں گے نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کے مہمان کو بھی پسند آئیں گے۔

(مسز شہناز فراست۔ کراچی)

«صدف قمر»

بالوں کی خوبصورتی و صحت

بالوں کو لمبا کرنے اور جاذب نظر بنانے کے ساتھ ساتھ بہتر نگہداشت کے لئے آسان نسخے اور بالوں کے مسائل کا حل

صحت مند اور خوبصورت بال مردوں کی وجاہت میں اور خواتین کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔ بالوں کی حفاظت بہت ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور نعمت کی ناقدری کرنے سے یہ ضائع ہو جاتی ہے۔ بالوں کی طرف توجہ دیتے وقت یہ بات نوٹ کرلیں کہ بالوں کی کمزوری کی کیا وجوہات ہیں اگر جلدی بیماری ہو تو اسکا علاج کرانا پہلے ضروری ہے یاد رکھیں جو چیز صحت کے لئے مفید ہے وہ بالوں کے لئے بھی مفید ہے اسکے علاوہ دوسری بیرونی اشیاء سے بالوں کو اور زیادہ صحت مند اور خوبصورت بنایا جاسکتا ہے۔

بالوں کی مختلف نوعیتوں کے لحاظ سے مختلف مشورے دیے جارہے ہیں جن پر عمل کر کے خاطر خواہ نتیجہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

1-بالوں کو لمبا کرنے کی ترکیبیں:-

خواتین کے شانوں پر خوبصورتی سے لہراتے ہوئے بال اور چمکدار بھی ہوں تو پشت اور کمر کے حُسن کو دوبالا کر سکتے ہیں۔ سیاہ چمکدار اور ملائم بال شخصیت کو سحر انگیز بنادیتے ہیں اور یہ سحر انگیز شخصیت آپکی بھی ہو سکتی ہے۔ ان کے لئے بعض اوقات آپ کو نئے ڈیزائن کے بال بنانے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی اگر آپکے بال ملائم اور چمکدار ہیں تو یہ بات ہرگز نہ بھولیں کہ خوبصورت بال وہی ہیں جو صحت مند ہیں اگر بالوں کی جڑوں میں خون کافی مقدار میں نہیں پہنچتا تو بال اپنی خوراک حاصل نہیں کر پاتے اور کمزور ہو جاتے ہیں بالوں کی اپنی چمک اور خوبصورتی انکی صحت کی ضمانت ہے بیماری کی صورت میں ہمارے بدن میں خون کی کمی واقع ہو جاتی ہے یہ کمی بالوں کی نشوونما پر اثر انداز ہوتی ہے اکثر خواتین کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ انکے بال جھڑ رہے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ بالوں کو انکی غذا یعنی کہ مطلوبہ مقدار میں خون نہیں ملتا ہے بیماری کے بعد ڈاکٹر کے مشورے سے آپ ایسی غذاؤں کا استعمال خاص طور پر رکھیں جو آپ کے جسم میں خون پیدا کریں کلیجی کے ساتھ سبزیوں میں توریاں، ککڑی، ٹنڈے اور موسمی پھل اور سبزیاں اس کے لئے مفید ہوں گی اس سے خون بنتا ہے اور لامحالہ بالوں کی نشوونما پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے بالوں کا محض لمبا ہونا انکی خوبصورتی کی علامت نہیں ہے بلکہ انکے لیئے صفائی بھی لازمی ہے بالوں کو صاف رکھنے کے لئے کم از کم ہفتہ میں دو بار دھونا چاہیئے۔ بالوں کو اچھے شیمپو سے دھونا چاہیئے۔ شیمپو بازار میں بھی ملتا ہے اور گھر میں بھی تیار کیا جاسکتا ہے گھر میں اسکو تیار کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ دو انڈے لیکر انکی سفیدی اور زردی کو الگ الگ پیالوں میں پھینٹ لیں اس کے بعد زردی اور سفیدی کو آپس میں ملالیں اور بالوں کو نیم گرم پانی سے بھگو لیں پھر انڈے کا نصف آمیزہ لے کر اس سے بالوں کی مالش کریں اس کے بعد ان کو ٹھنڈے پانی سے دھولیں اس عمل کو پھر دہرائیں اب بالوں کو ٹھنڈے پانی سے اچھی طرح دھو ڈالیں بالوں کے صاف ہونے کی نشانی یہ ہے کہ جب آپ ان میں سے انگلیاں گزاریں تو رگڑ کی سی آواز آئے گی آخری بار بالوں کو پانی سے دھوتے وقت اس میں ایک لیموں نچوڑ لیں جن خواتین کے

بال کالے ہوں وہ ان کی چمک بڑھانے کے لئے آدھی پیالی سرکہ اس پانی میں ملائیں جب یہ سوکھ جائیں تو انہیں برش پھیر کر ان میں جان پیدا کریں بالوں کو جو چیز جاندار بناتی ہے وہ ان میں برش کرنے کی عادت ہے اور سر کی جلد میں مساج کا معمول ہے۔ بالوں میں کنگھی استعمال نہ کریں برش کا استعمال بہت سی باتوں کے لئے مفید ہے برش بالوں سے دھواں اور گرد و غبار دور کرتا ہے سر کی جلد کے نیچے جو تیل ہوتا ہے وہ برش کرنے سے پورے بالوں میں پھیل جاتا ہے۔ اس سے بال ملائم ہو جاتے ہیں برش کرنے سے سر کی جلد میں دوران خون تیز ہو جاتا ہے اور بال مساوی مقدار اور چمکدار ہو جاتے ہیں کم از کم دن میں پانچ منٹ تک برش کرنے سے بال مضبوط اور چمکدار رہتے ہیں۔

بالوں کی صحت کے لئے درج ذیل اجزاء اہم گردانے جاتے ہیں۔

☆ سلیکا: یہ آلوؤں کے چھلکوں، کھیرا اور ککڑی میں پایا جاتا ہے۔

☆ آیوڈین اور زنک: بعض مچھلیوں، گری دار پھلیوں اور بیجوں میں پائے جاتے ہیں۔

☆ فولک ایسڈ: پتوں والی سبزیاں، اناج، دلیہ، مٹر، نارنگی، کاسنی میں موجود ہوتا ہے۔

☆ وٹامن بی: کلیجی، گوشت، مرغی، مچھلی، پھلیاں، مٹر، اناج وغیرہ میں شامل ہوتا ہے۔

☆ میگنیشیم: اناج میں پایا جاتا ہے۔

☆ سلفر: پروٹین والی غذاؤں مثلاً گوشت میں پایا جاتا ہے۔

☆ کوچر: پھلیوں اور مٹر میں پایا جاتا ہے۔

دودھ اور اس سے بنی ہوئی چیزیں، سویابین، مچھلی، انڈے شہد، اناج، سبزیاں اور دالیں وغیرہ آپ کے بالوں کی بہترین نشوونما کی ضامن ہوتی ہیں وہ بھی بالوں کے لئے سود مند ہیں۔

وٹامنز کی اضافی مقدار (ادویات کی شکل میں) لینے سے بھی بے رونق اور کمزور بالوں میں نمایاں فرق نمودار ہوتا ہے۔ تاہم ایک متوازن خوراک سب سے اہم اور اثر انگیز نسخہ ہے۔ مثلاً جہاں وٹامن اے کی کمی سے بال بے رونق اور خشک ہو جاتے ہیں وہاں اسکی زیادتی بھی یکساں حد تک مسائل پیدا کر سکتی ہے۔ اسی طرح غذائیں جیسے چھوٹی پالک، کالے انگور، خوبانی، اناناس کاسنی بھورے چاول، چھلکے والا پستہ اور دلیہ وغیرہ بالوں کے خلیات کی افزائش کیلئے سود مند ہوتی ہیں۔

خشک بالوں کے لئے:

خشک بالوں والے افراد مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کریں۔

☆ ہفتے میں دوبار سر پر کیسٹر آئل ملئے۔

☆ نیم گرم زیتون کے تیل سے مساج کریں۔

☆ کسی بھی تیل میں ملتانی مٹی کا پیسٹ بنا کر سر پر مالش کیجئے۔

چکنے بالوں کیلئے:

چکنے بالوں کے لئے درج ذیل ہدایات پر عمل کریں۔

☆ بالوں کو آخری بار دھوتے ہوئے پانی میں لیمن جوس یا تھوڑا سا سرکہ ملا دیں۔

☆ شیمپو استعمال کرنے کے بعد دو ڈونگے نیم گرم پانی میں چند قطرے سہاگہ اور ایک عام چمچ امونیا ملا کر بالوں کو دھوئیے۔

☆ بالوں میں مکئی کا باریک آٹا لگائیے اس سے بالوں کا چکنا پن اور گرد و غبار ختم ہو جاتا ہے اور بال گھنے اور ملائم ہو جاتے ہیں۔

☆ دو انڈوں کی سفیدی اچھی طرح پھینٹئے یہاں تک کہ سیال خوب گاڑھا ہو جائے پھر ٹوتھ برش کی مدد سے بالوں کی جڑوں پر لگائیے۔ پندرہ منٹ بعد کنگھی کریں۔

بالوں سے خشکی و سکری کا خاتمہ:-

☆ شیمپو کے بجائے ہفتے میں ایک بار اچھی طرح پھینٹا ہوا انڈا سر پر لگائیے اور پھر نیم گرم پانی سے دھو لیجئے۔ شیمپو کرنے سے پہلے پانی اور سرکہ ایک جیسی مقدار میں ملا کر سر پر لگائیے۔

☆ ایک انڈے کی زردی میں ایک اونس روز میری اسپرٹ اور چند قطرے سہاگہ ملا کر آدھے کپ نیم گرم پانی میں محلول بنائیے اور شیمپو کرنے سے پہلے سر پر لگائیے۔

بالوں کا گرنا:

بالوں کو مضبوط کرنے کیلئے لیمن جوس سے سر کی مالش کریں۔ ذیل میں ہیئر کنڈیشنر، سیکاکائی ہیئر آئل اور سیکاکائی شیمپو بنانے کے نسخے دیئے جا رہے ہیں۔

نسخے

ہیئر کنڈیشنر:-

اجزاء	مقدار
انڈے	دو عدد
زیتون کا تیل	چار چائے کے چمچ
گلیسرین	چار چائے کے چمچ
سیب کا سرکہ	ایک چائے کا چمچ

طریقہ: تمام اشیاء خوب اچھی طرح پھینٹ کر ملا لیجئے اور شیمپو لگانے کے بعد سر پر لگائیے۔ پندرہ منٹ تک سر یونہی رہنے دیں پھر دھو لیں۔

سیکاکائی ہیئر آئل:-

اجزاء	مقدار
تل کا تیل	200 ملی لیٹر
سیکاکائی پاؤڈر	آدھا کپ

طریقہ: دونوں چیزیں ملا کر ابال لیجئے ٹھنڈا کر کے چھان لیجئے اور استعمال کریں۔

سیکاکائی شیمپو:-

اجزاء	مقدار
ریٹھا پاؤڈر	200 گرام
سیکاکائی کے پتے	200 گرام
زیتون کا پاؤڈر	200 گرام
نارنگی کے چھلکے	حسب منشاء

طریقہ: رات بھر تمام اجزاء کو بھگوئیے پھر ابال لیجئے اور ٹھنڈا کر کے چھان لیجئے پھر تھوڑا تھوڑا استعمال کریں۔

بالوں کی صحت کے لئے چند تدابیر

☆...... لیموں کے رس میں برابر وزن لہسن کا پانی ملا کر لگانے سے جوئیں مر جاتی ہیں۔

☆...... لیموں کے رس میں خشک آملوں کا سفوف لیپ کرنے سے بال سیاہ اور چمکیلے ہو جاتے ہیں۔

☆...... سیکاکائی اور آملہ کے پانی کے ساتھ سر دھونے سے بال چمکیلے ملائم اور لمبے ہو جاتے ہیں۔

☆...... سیکاکائی اور آملہ کے پانی سے سر دھونے کے بعد صاف تیل لگانے سے سفید بال کالے ہونے لگتے ہیں۔

☆...... لیموں کا نکلوا سر میں ملنے سے بالوں کا جھڑنا رک جاتا ہے۔

☆...... سیکاکائی کی کھلیاں رات کو پانی میں بھگو دیجئے، صبح کھلیاں الگ کر کے گودہ پیس لیجئے اور اندازے سے پانی ڈال کر بالوں کو دھوئیے۔ اس سے بال صاف ہو جائینگے اور بڑھنے بھی لگیں گے۔

☆...... ایک کچا ناریل لیجئے اس میں جتنا پانی ہو، اتنی ہی چنے کی دال رات کے وقت بھگو دیجئے۔ صبح پھول جانے پر دال کو سکھا کر بیسن بنا لیں اور اس بیسن سے سر دھوئیں بال لمبے ہو جائیں گے۔

☆...... خشک آملہ ایک پاؤ، سیکاکائی نصف پاؤ، مغز میتھی ایک پاؤ، چھلکا ریٹھا نصف پاؤ ان چاروں چیزوں کو کوٹ کر ایک ڈبے میں بھر لیں، جس دن سر دھونا ہو، اس سے ایک دن قبل رات کے وقت دو چمچے یہ پاؤڈر بھگو دیں اور صبح دس منٹ تک چولہے پر رکھیں۔ باریک کپڑے سے چھان کر اس سے سر دھوئیں اور پھر سکھا لیں بال لمبے ہو جائیں گے۔

☆...... لیموں کا رس اور چینی باہم ملا کر سر پر لگائیں اور پانچ چھ گھنٹے بعد دھو لیں۔ اس سے بال روکھے نہیں رہیں گے بلکہ نرم ملائم اور صاف ہو جائیں گے۔

☆...... کلونجی تین ماشہ، تازہ پانی کے ہمراہ روزانہ صبح ایک ماہ تک کھائیں بال گرنا بند ہو جائیں گے۔

☆......ایک انڈہ لے کر اسے اچھی طرح پھینٹ لیں پھر نیم گرم تیل میں انڈے کو ملا دیں اس آمیزے کو سر میں دس سے پندرہ منٹ جذب کریں آدھے گھنٹے بعد سر دھولیں لیکن صابن ہرگز نہ لگائیں۔ یہ عمل تقریباً دو ماہ تک جاری رکھیں۔

☆......روغن زیتون، تلوں کا تیل، روغن آملہ اور ناریل کا تیل ہم وزن لے کر ملائیں اور بالوں کی جڑوں میں لگائیں۔ اس سے بالوں کی جڑیں بہت مضبوط ہو جائیں گی۔

یہ عمل روزانہ کرنے سے آپ کے بال لمبے، گھنے اور نرم و ملائم ہو جائیں گے۔

بالوں کو ملائم کرنا:-

☆...... آملہ ایک پاؤ، سیکاکائی ایک پاؤ، ریٹھے ایک پاؤ ان سب کو الگ الگ پیس لیں جب بال دھونے بیٹھیں تو ان سفوفوں کا ایک ایک بڑا چمچ پانی میں ڈال کر آدھا گھنٹہ ابالیں اور بچے ہوئے پانی سے سر دھوئیں۔ کچھ دیر بعد صاف پانی لے کر بالوں کو دھوئیں۔ اس طریقے سے آپ کے بال لمبے ہو جائیں گے۔

☆...... بیری کے پتوں کی جھاگ ہفتے میں دوبار استعمال کرنے سے بال لمبے ہو جاتے ہیں۔

☆......ناریل کے تیل میں لیموں کا عرق ملا کر دن میں تین مرتبہ مساج کریں یا نیم کے پتوں کو اچھی طرح سے ابال کر اس کے پانی سے سر دھوئیں۔

☆......چائے کی پتی چائے بنانے کے بعد نہ پھینکیں بلکہ اس میں اور پانی ڈال کر جوش دے لیں اور پھر اسی پانی سے سر کو دھوئیں بال لمبے اور چمکدار ہو جائیں گے۔

☆......بعض خواتین کے بال بڑے سخت ہوتے ہیں۔ انہیں نرم کرنے کے لئے غسل کرنے سے قبل ان پر روغن بادام یا روغن ناریل لگائیں۔ اس طرح بال نرم اور ملائم ہو جائیں گے اور انکی جڑیں بھی مضبوط ہو نگی۔ یہ ترکیب ان خواتین کے لئے زیادہ مفید ہے جو تراشیدہ بال رکھنے کی وجہ سے بالوں میں آسانی سے تیل لگا سکتی ہیں۔ اگر آپ بالوں میں چمک پیدا کرنا چاہتے ہیں تو لیموں اور سرکہ پانی میں ملا کر سر دھوئیں۔ بالوں میں چمک آجائے گی۔

☆...... مہندی کے پتے، خشک آملہ، چقندر، روغن گل اور پانی ہم وزن لے کر درمیانی آنچ پر اس حد تک پکائیں کہ صرف تیل رہ جائے اس تیل کو ہر روز بالوں میں لگائیں اسکا باقاعدگی سے استعمال بالوں کو لمبا اور گھنا کر دے گا اور چھوٹے بالوں کی شکایت رفع ہو جائے گی۔

☆......چھوٹے بالوں کو لمبا کرنے کے لئے آپ اپنے بالوں کو بیسن اور دودھ سے ہر روز تقریباً ایک ہفتے تک دھوئیں اور پھر بالوں کو قدرتی ہوا میں خشک کر کے زیتون کا تیل لگائیں اس کے بعد جب ایک ہفتہ گزر جائے تو سر کو ہر روز ریٹھے کے جھاگ سے دھوئیں۔ بالوں کو سکھا کر زیتون کے تیل کی مالش کریں یہ عمل بھی ایک ہفتہ تک کریں اسکے بعد دونوں پہلے والے عمل ترک کر کے ایک ہفتے تک سر کو آملے کے پانی سے اچھی طرح دھوئیں پھر بال خشک کر کے شہد میں انڈے کی زردی ملا کر بالوں کی جڑوں تک لگائیں جب یہ آمیزہ خشک ہو جائے تو بالوں کو صاف و تازہ پانی سے دھولیں تاکہ ان میں سے ہر قسم کے ذرات پانی کے ذریعے بہہ جائیں پھر بالوں کو سکھا کر زیتون کا تیل لگائیں۔ یہ تین ہفتوں کا کورس ہے اور نہایت کار آمد اور آزمودہ ہے اس پر عمل کرنے سے ایک تو آپ کے بال سیاہ چمکدار ہو جائیں گے دوسرے بال حیرت انگیز طور پر لمبے بھی ہو جائیں گے۔

☆......اس کے علاوہ بیر کے درخت کے پتے لیں ان کو دھو کر صاف کریں اور خشک کر کے باریک پیس لیں ان پسے ہوئے پتوں کو سر میں ڈال کر خوب اچھی طرح ملیں کم از کم پندرہ منٹ کا وقفہ کر کے سر تازہ اور صاف پانی سے دھو کر صاف کر لیں یہ عمل تقریباً ایک مہینہ تک کریں اس سے آپ کے بالوں کی لمبائی میں اضافہ ہو گا۔

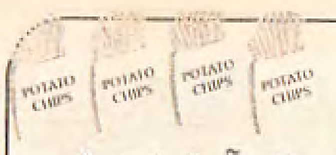

آلو

اس مضمون میں بتائے گئے طریقے کے مطابق آلو کے استعمال سے گردے کی پتھری ریزہ ریزہ ہو کر خارج ہو سکتی ہے۔

آلو ساری دنیا میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے اس کی بڑی لذیذ ڈشیں تیار کی جاتی ہیں جن میں سالن کے علاوہ آلو کا بھرتا، چپس، کباب اور آلو بھرے پراٹھے بڑے شوق سے کھائے جاتے ہیں۔ یہ ایک سستی سبزی ہے۔ آلو دراصل جڑ ہے جو زمین کے اندر پیدا ہونے والی سبزیوں میں سے ایک ہے۔ آلو کا اصل وطن امریکا ہے وہاں سے یہ برصغیر پاک و ہند میں لایا گیا۔ آلو میں نشاستہ کافی مقدار میں ہوتا ہے اور اس کے اجزاء میں وٹامن اے بی اور ڈی کے علاوہ فولاد، پوٹاشیم، کیلشیم، فاسفورس، میگنیشیم، سوڈیم، گندھک، کلورین، آیوڈین اور تانبا بھی پایا جاتا ہے آلو میں نشاستہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے یہ جسم کو طاقت فراہم کرتا ہے اور کمزوری دور کرتا ہے۔ آلو ہمیشہ تازہ اور اچھے استعمال کرنے چاہئیں۔ اسٹور شدہ آلو نہ کھائیں کیونکہ یہ کم فائدہ مند ہوتے ہیں اور مزیدار بھی نہیں ہوتے۔ بچوں کی بہترین نشوونما کے لئے آلو بہترین چیز ہے۔ آلو کھانے سے وزن میں اضافہ ہوتا ہے دبلے پتلے افراد اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ آلو سے گیس پیدا ہوتی ہے اور بدن میں سستی بھی ہو جاتی ہے آلو دیر ہضم اور ثقیل غذا ہے اس لئے اس کو مختلف گرم مسالوں کے ہمراہ استعمال کریں تاکہ اس میں سے مضر اثرات ختم ہو جائیں اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ گردے کی پتھری خارج کرنے کیلئے آلو موثر غذائی دوا ہے۔ آلو کھانے کے ساتھ ساتھ پانی زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے پتھری ریزہ ریزہ ہو کر خارج ہو جاتی ہے۔ چھلے ہوئے آلو استعمال کرنے سے قبض دور ہو سکتا ہے اس لئے آلو چھلکے سمیت پکائے جائیں۔ ذیابیطس اور گٹھیا کے مرض میں آلو سے پرہیز کرایا جاتا ہے کیوں کہ یہ بادی غذا ہے لیکن تنور میں بھنے ہوئے آلو چھلکا اتار کر نمک لگا کر کھائے جائیں تو یہی بادی غذا گٹھیا کے مرض میں اکسیر ثابت ہوتی ہے خواتین آلو پکاتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ آلو تیز آنچ پر نہ پکائے جائیں ورنہ ان کے وٹامن ضائع ہو جاتے ہیں اس سلسلے میں تجربے سے یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ آلوؤں کو چھلکے سمیت پکانے سے بھی وٹامن ضائع نہیں ہوتے کیونکہ آلو کے چھلکے کے عین نیچے وٹامنز پائے جاتے ہیں اگر آپ نے آلو کے صحت بخش اجزاء اپنی خوراک میں حاصل کرنے ہیں تو پکانے سے پہلے چھلکے ہرگز نہ چھیلیں۔ زیادہ گھی میں پکانے سے آلو دیر ہضم اور ثقیل ہو جاتے ہیں اسلئے گھی کم استعمال کریں اگر جسم کا کوئی حصہ جل جائے تو اس جلے ہوئے مقام پر آلو کا رس یا آلو کچل کر لگانے سے فوراً تسکین ہو جاتی ہے۔ اور جلن کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے اس کے استعمال سے جلد پر آبلہ بھی نہیں پڑتا اور آرام آجاتا ہے۔ آلو کا حلوہ اور مربہ نہایت فرحت بخش ہوتا ہے اور کمزور جسم کے افراد کے لئے یہ مزیدار غذا ہے اس کے استعمال سے جسم کی کمزوری ختم ہو جاتی ہے آلو کا حلوہ تیار کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ حسب منشاء مقدار میں آلوؤں کو ابال لیا جائے اس کے بعد انہیں چینی کے شیرے میں ڈال کر پکایا جائے جب یہ شیرہ گاڑھا ہو جائے تو اس میں حسب ضرورت گھی ڈال کر حلوے کی طرح بھونیں جب حلوے کا رنگ ہلکا بادامی ہو جائے تو اس میں کشمش پستہ بادام اور الائچی ڈال کر اتار لیں مزیدار حلوہ تیار ہے۔

☆☆☆

گیہوں کی کونپلوں سے علاج

......محمود صدیق

گیہوں کی کونپلیں بھی اللہ کی عجیب نعمت ہیں۔ ان میں صحت کے فروغ اور مرض میں افاقے کی صفات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

کونپلیں کیسے اُگائی جائیں:

چھ سے آٹھ انچ چوڑا گملا لیں اس میں کھیت کی مٹی مناسب مقدار میں ڈالیں اور کوئی بھی کھاد وغیرہ ملائے بغیر ایک یا دو گملوں میں گیہوں بوئیں۔ بوتے وقت دانوں کی مقدار اتنی ہونی چاہیے کہ مٹی کی سطح سے وہ ڈھک جائیں اس سے کم جگہ میں زیادہ کونپلیں پیدا ہوں گی۔ عام طور پر چھ سے دس دن میں گیہوں کی کونپلیں پانچ سے سات انچ نکل آتی ہیں۔ ان ہی پانچ سات انچ کونپلوں میں بیماری سے نجات دینے والی قوت موجود ہوتی ہے ان کونپلوں کو قینچی سے زمین کی سطح تک کاٹ کر یا جڑ سے اکھاڑ کر استعمال میں لایا جاسکتا ہے پھر اسی گملے میں دوسرے گیہوں بو دیئے جائیں۔

کونپلیں نکالنے کے بعد انہیں فوراً کپڑے میں دبا کر سانچے یا مشین میں ڈال کر نچوڑ لیں اور پانی جمع کر لیں یہ عمل تین بار دہرانے سے انکا پورا رس نکل آتا ہے۔ یہ رس فوراً آہستہ آہستہ پی جائیں کیونکہ گزرنے والے ہر لمحے کے ساتھ اس کے فوائد میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔

یہ رس کبھی بھی اپنی سہولت کے پیش نظر لیا جاسکتا ہے اس کے پینے کے نصف گھنٹے بعد تک کچھ بھی نہ کھائیں نہ پئیں۔ ابتداء میں کچھ لوگوں کو ابکائیاں یا قے ہونے لگتی ہے۔ دست یا سردی کا اثر بھی ہوتا ہے۔ لیکن اس سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ قے دست یا سردی کے ذریعے جسم میں اکٹھا ہونے والا فاسد مادہ خارج ہوتا ہے۔ اس رس میں ادرک اور پان ملانے سے اسکے ذائقے اور فوائد میں اضافہ ہوتا ہے اور قے نہیں آتی لیکن اس میں لیموں کا رس یا نمک ہر گز نہ ملائیں۔

اگر ان کونپلوں کو چبا کر کھایا جائے تو اس سے دانت اور مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں علاوہ ازیں منہ سے بدبو وغیرہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ دس دن میں دو سے تین مرتبہ بھی لیا جاسکتا ہے۔

تمام بیماریوں کا تیر بہدف یہ علاج دودھ، دہی اور گوشت کے مقابلے میں کہیں زیادہ فائدہ مند ہونے کے باوجود کتنا ارزاں ہے؟

ہر عمر کے مرد عورت اس رس کو جتنا بھی چاہے پی سکتے ہیں اور صحت حاصل کر سکتے ہیں۔ حاملہ خواتین دوران حمل اور زچگی کے وقت بھی اس رس کو پئیں اور نومولود کو بھی روزانہ دو چار قطرے پلائیں اس سے زچہ وبچہ دونوں کی صحت بہتر ہوتی ہے۔

گیہوں کی کونپلوں کا یہ رس بالکل بے ضرر ہونے کے ساتھ معجزانہ اثرات کا حامل ہے اور ہمارے ملک کے لوگوں لئے تو یہ نعمتِ خداوندی ہے۔ ہر شخص اپنی طبیعت اور جسمانی قوت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسکا استعمال کر سکتا ہے صحت کی بحالی کے لئے آجکل جو ٹانک بازار سے دستیاب ہیں انکی نسبت یہ رس دور رس نتائج کا حامل ہے تجربہ شرط ہے۔

☆......☆......☆

نصر عباسی

آنکھوں کا خیال رکھیں

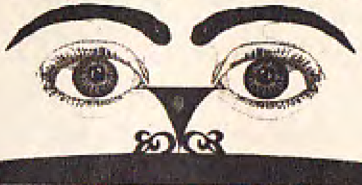

آنکھیں جسم کا نازک حصہ ہیں۔ ان کی حفاظت اور صحت کے لئے ہمیں خصوصی توجہ دینی چاہیے مگر کیسے...... آیئے اس مضمون میں مطالعہ کرتے ہیں۔

آنکھیں اللہ تعالیٰ کی بے مثل نعمت ہیں جب انسان اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا صحیح طریقے سے استعمال نہیں کرتا تو یہ کمزور ہو جاتی ہیں اور مختلف امراض میں بھی مبتلا ہو جاتی ہیں آنکھوں کا شمار حساس ترین اعضاء میں ہوتا ہے اندرونی اور بیرونی عوامل کے باعث آنکھیں جلد متاثر ہو جاتی ہیں والدین اپنے بچوں کے دانتوں کا شروع ہی سے خیال رکھتے ہیں لیکن آنکھوں کو کمزور کر دینے والے عوامل پر زیادہ توجہ نہیں دیتے ایک بار بینائی کمزور ہو جائے تو اس کا درست ہونا آسان نہیں ہوتا اس کے لئے بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اگر ماہر چشم کمزور نظر کے لئے عینک تجویز کریں تو اسے ضرور استعمال کرنا چاہیے ورنہ آنکھیں مزید کمزور ہو جاتی ہیں عینک لگانے کے ساتھ ساتھ کمزور نظر کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

نظر کمزور ہونے کی وجوہات:

ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ کن وجوہات سے نظر کمزور ہوتی ہے مثلاً متوازن غذا کی کمی جس میں خاص طور سے وٹامن اے نہ ہو یا کم ہو، گرد وغبار، دھواں، خراب غذا، کم روشنی میں مطالعہ کرنا، ٹیلی ویژن زیادہ اور نزدیک سے دیکھنا، کمپیوٹر کا زیادہ استعمال، مسلسل مطالعہ اور دیدہ ریزی کے دیگر کام جس کے دوران آنکھوں کو آرام نہ دینا، تیز روشنی اور سورج کو دیکھنا، تیز دھوپ میں ڈارک رنگ کی عینک کے بغیر رہنا وغیرہ نظر کی کمزوری کا باعث بنتے ہیں۔

نظر کی کمزوری سے بچیں:

☆ مطالعہ لیٹ کر، صبح کچھ کھائے پیئے بغیر، کم روشنی میں، چلتی ہوئی گاڑی میں کرنا بینائی کے لئے مضر ہے۔

☆ کمرے میں اندھیرا کر کے ٹیلی ویژن نہ دیکھیں اور ٹیلی ویژن دس فٹ کے فاصلے سے دیکھیں۔

☆ جب زیادہ مطالعہ کرنے یا سینے پرونے سے آنکھیں تھک گئی ہوں تو ان کو تازہ پانی سے چھینٹیں ماریں۔

☆ کتاب پڑھتے وقت یہ خیال رکھیں کہ وہ آنکھوں سے ایک فٹ دور ہو اور روشنی کی طرف منہ کر کے نہ پڑھیں بلکہ اس طرح پڑھیں کہ روشنی کتاب پر پڑے۔

☆ مطالعہ کرنا یا کمپیوٹر پر کام کرنا اور مصنوعی روشنی میں کام کرنے کے درمیان آنکھوں کے آرام کا مناسب وقفہ رکھیں۔

☆ صبح سویرے اٹھیں سر سبز درخت گھاس وسبزہ دیکھیں نظر کو اس سے تقویت ملتی ہے۔

غذا:

آنکھوں کو صحت مند رکھنے کیلئے متوازن غذا استعمال کی جائے متوازن غذا میں وٹامن A لازمی ہے غذا میں

پالک، ہرے پتوں والی سبزیاں، گاجر، ٹماٹر، پپیتہ، آم، دودھ، مکھن، انڈے، مچھلی، گوبھی، نارنگیاں، کھجوریں، گھی، کلیجی وغیرہ استعمال کریں۔

ورزشیں:

☆اپنے سامنے پورے بازو کے فاصلے پر ایک پنسل سیدھی پکڑیئے پنسل کے سرے پر اپنی نظریں جمایئے اور پھر آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف لایئے جب آپ پنسل کو اپنے قریب لائیں گے تو اس پنسل کی شکل دھندلانے لگے گی جونہی یہ دھندلاہٹ شروع ہو اپنی نظریں فوراً کسی دور کی چیز پر لگادیں یہ ورزش بارہ دفعہ دہرائیں۔

☆سر اور گردن کو سیدھا رکھیں اور اپنی آنکھوں کو اس طرح گردش دیں کہ گویا آپ اپنی آنکھوں سے دائرہ بنارہے ہیں پہلے دائیں جانب سے آنکھوں کو گھما کر پچیس بار دائرہ بنائیں پھر بائیں جانب پچیس بار بنائیں پھر آنکھیں بند کرلیں کچھ دیر بعد پھر یہ مشق دہرائیں۔ کل پانچ مرتبہ یہ مشق کریں۔

☆دس مرتبہ دونوں آنکھوں سے دائیں جانب دیکھیں پھر سامنے دیکھیں۔ پھر دس مرتبہ دونوں آنکھوں سے نیچے دیکھیں پھر سامنے دیکھیں۔ پھر دس مرتبہ دونوں آنکھوں سے اوپر دیکھیں پھر سامنے دیکھیں۔ دس مرتبہ دونوں آنکھوں کو گھما کر چاروں طرف دیکھیں۔ یہ مشق کرتے ہوئے خیال رکھیں کہ سر اور گردن نہ ہلے۔

ان مشقوں کو کرنے سے بینائی تیز ہوتی ہے اور کمزور بینائی کو فائدہ ہوتا ہے۔

علاج:

☆......بارہ دانے بادام کے رات کو پانی میں بھگودیں صبح نہار منہ چھلکا اتار کر خوب اچھی طرح چبا کر کھائیں۔

☆......گاجروں کے موسم میں تازہ گاجریں کھائیں یا کم از کم گاجروں کا رس ایک گلاس روزانہ پئیں۔

☆......بادام 8 دانے، کشمش 12 دانے، تخم گزر 6 گرام ان تینوں کو رات پانی میں بھگودیں۔ صبح نہار منہ پانی پھینک دیں اور تینوں چیزوں کو چبا کر کھالیں اوپر سے دودھ پی لیں۔

☆......سونف 6 گرام، گل منڈی 6 گرام دونوں کو پانی میں چھان کر جوش دیں اور چھان کر صبح پی لیں۔

☆......رات بارہ دانے بادام بھگودیں صبح نہار منہ چھلکا اتار کر ان باداموں کو صاف سل پر خوب باریک پیس کر دودھ میں ملا کر چینی بھی ڈال لیں اور ناشتے کے طور پر پی لیں۔

☆......مصری بادام، سونف ہم وزن لے کر پیس لیں اور یہ سفوف شیشے کے مرتبان میں رکھ لیں صبح دوپہر شام ایک ایک چمچہ کھائیں۔

کئی ماہ تک لگاتار یہ علاج کیے جائیں تو نظر کی کمزوری دور ہوجاتی ہے لیکن کچھ وقت لگتا ہے۔

بقیہ: کمر کا درد

سے حاصل ہوتے ہیں۔ ہر عمر کے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی غذا میں ان چیزوں کو شامل کریں۔

علاج

☆......پیپل کے تنے سے نکلنے والی گوند لیں اور دس گرام کی مقدار کو باریک کرکے کپڑے کی پوٹلی میں باندھ کر آدھا کلو دودھ میں ڈال دیں دودھ خوب اچھی طرح پکائیں پھر پوٹلی کو نکال کر پھینک دیں اب اسی دودھ میں چینی شامل کرکے پی جائیں صبح و شام تین دن پینے سے درد کو آرام آجائے گا۔

☆......صبح نہار منہ اور رات سوتے وقت دودو چمچے گھیکوار کا گودا یا گھیکوار کا حلوہ کھائیں۔

☆......موصلی سفید، فلفل دراز (پپلی)، اجوائن دیسی، پیپلا مول دس دس گرام کی مقدار میں لے لیں اور میدہ لکڑی زنجبیل آسگند ناگوری بیس بیس گرام کی مقدار میں لے لیں اس کے ساتھ دیسی شکر حسب ذائقہ ملالیں اب ان سب اشیاء کو باریک پیس لیں اور گولیاں بنالیں دو دو گولیاں صبح و شام آدھے کپ سونف کے عرق کے ساتھ استعمال کریں یہ کمر کے درد کے لئے بہترین دوا ہے۔

﴿ مرتبہ: حسن احمد شیخ ﴾

دن بڑا برس چھوٹے

دن طویل ہوتا ہے یا سال؟

سوال بہت سادہ اور آسان ہے، جواب بھی آسان ہے۔ یعنی آئن اسٹائن کے نظریہ اضافیت کی رو سے آپ کسی گل اندام کے ساتھ ایک گھنٹہ گزاریں تو وہ ایک منٹ کے برابر معلوم ہوگا اور اگر یہی ایک گھنٹہ اس خوش جمال کے انتظار میں گزاریں تو......!

خیال تو فرمایئے......کوئی آپ سے کہے کہ دن، سال سے زیادہ طویل ہوتا ہے تو آپ اسے یقیناً پاگل نہیں تو کم سے کم مسخرہ ضرور سمجھیں گے، ورنہ طنز فرمائیں گے: ''تو پھر آپ کی اگلی سالگرہ یقیناً 365 برس کی ہوگی۔ ؟!''

شکر کیجئے کہ ایسا اس کرۂ ارض پر نہیں ہوتا۔ صرف پڑوسی بلکہ پڑوسن بہن وینس یعنی نامی گرامی زہرہ سیارے پر قیام کرنے کی ضرورت ہے۔ سائنسداں صاحبان نے یہ سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ یہ سیارہ اپنے محور پر گھومنے میں جتنا عرصہ لیتا ہے یعنی ''ایک دن'' ! وہ ہماری دنیا کے 243 دنوں کے برابر ہے جبکہ سورج کے گرد اس کا ایک چکر زمین کے 224 دنوں میں مکمل ہوجاتا ہے یعنی وینس پر قائم اپنے دفتر تشریف لے جائیں تو آپ کو تقریباً 10 ماہ تک کام کرنا پڑے گا اور تنخواہ ملے گی ''ڈیلی ویجز'' والوں کی طرح فقط ایک دن کی۔ ؟!

پس خدا کا شکر کیجئے کہ آپ اپنے کرۂ ارض پر ہیں اور آنکھ حسب معمول اپنے بستر پر ہی کھلے گی۔!

(مرسلہ: کریم جان۔ پشاور)

برطانوی بچوں میں اذیت پسندی

برطانیہ میں کی گئی تحقیق کے مطابق نو عمر بچوں میں خود اذیتی کی عادت بڑھتی جارہی ہے۔ گزشتہ 10 برسوں کے دوران اس عادت میں 100 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس عادت کا شکار نوجوان اپنے جسم کے کسی حصے کو تیز دھار آلے سے چرکے لگاتے ہیں ہاتھ یا کوئی اور عضو آگ سے جلاتے ہیں یا پھر ادویات کی زیادہ خوراک استعمال کرکے خود کو اذیت دیتے ہیں۔ تحقیقات میں شامل ''سماریتان'' ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے عادات پر قابو پانے کے لئے مختلف اسکولوں اور اسپتالوں کو سوالنامہ ارسال کیا ہے اور ان سے ایسے طالب علموں کے متعلق معلومات طلب کی ہیں۔

(مرسلہ: عشرت جبیں)

قدرتی گیس کینسر کا باعث؟

گھروں میں استعمال ہونے والی قدرتی گیس پھیپھڑوں کا کینسر پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہے امپیریل کینسر ریسرچ فنڈ کے حوالے سے بی بی سی نے بتایا ہے کہ قدرتی گیس سے ماحولیاتی توازن بے حد بگڑ رہا ہے اور اس سے گھریلو کام کاج کرنے والی خواتین اور بڑے ہوٹلوں میں مرد حضرات براہ راست متاثر ہورہے ہیں۔ برطانیہ میں پھیپھڑوں کے کینسر سے ہلاک ہونے والے 37 ہزار افراد میں سے 18 سو کو یہ مرض قدرتی گیس کے باعث لگا تھا پروفیسر چارلس لانچ کا کہنا ہے کہ گھروں میں گیس کا اضافی استعمال عورتوں میں پھیپھڑوں کے کینسر کا بنیادی سبب ہے۔

(مرسلہ: ابراہیم بروہی۔ لاڑکانہ)

انسانی فضلہ گاڑیوں کا ایندھن

تھائی لینڈ میں انسانی فضلے سے گاڑیاں چلانے کے کام

کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تھائی سائنس دانوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ انسانی فضلے سے ایک ایسا تیل بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں جس کی مدد سے گاڑیاں تک چلانا ممکن ہے۔ یہ دعویٰ ماہانا کورن یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والے سائنس دان ویشانو میو نے اخبار بنکاک پوسٹ کو بھیجے گئے اپنے ایک بیان میں کیا۔ سائنس دان ویشا جو ایک کیمیکل انجینئر ہے، نے اپنے بیان میں کہا کہ انہوں نے ایک ایسا ری ایکٹر تیار کر لیا ہے جس میں انسانی فضلے کو داخل کرتے ہی ری ایکٹر میں ایک ایسا سیال مادہ اکٹھا ہو جاتا ہے جو بالکل خام تیل جیسا ہوتا ہے۔ اس مادے کو "بائیو آئل" کا نام دیا گیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ آئندہ 30 برسوں کے اندر اندر تھائی لینڈ کیونکہ خام تیل کے بحران میں مبتلا ہو سکتا ہے لہٰذا انسانی فضلہ توانائی کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوگا اور یہ ایک ایسی توانائی ہوگی جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ سائنس دان ویشانو میو کا کہنا ہے کہ فی الوقت اس کی یہ ایجاد کوئی افسانہ یا من گھڑت قصہ معلوم ہوتی ہے مگر مستقبل قریب میں دنیا کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔

(مرسلہ: اظہر احمد۔ کراچی)

بے چارہ ماؤنٹ ایورسٹ......!

کیا آپ بتا سکیں گے کہ دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ کون سا ہے؟

آپ یقیناً سوال کرنے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھ کر کہیں گے: "میاں اس قسم کے آسان سوالوں کے جوابات تو بچہ بھی دے سکتا ہے۔ کیا مجھے نہیں معلوم کہ دنیا کی بلند ترین چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ ہے۔ کوئی اور سوال نہیں ملا تھا پوچھنے کو......؟!"

لیکن صاحب ہمارا دعویٰ ہے، ہمارا کیا، دنیا کے بلند ترین پہاڑ کا دعویٰ ہے کہ ماؤنٹ ایورسٹ کو دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ ہونے کا اعزاز غلطی سے دے دیا گیا ہے۔ اصل میں تو اس اعزاز کا مستحق "کلاای"...... نامی پہاڑ ہے۔ آپ کی حیرت بجا ہے۔ ہم آپ کی حیرت دور کرنے کے لیے آپ کو ذرا دور یعنی امریکی ریاست ہوائی کے جزائر لے چلتے ہیں۔ ایشیا اور براعظم شمالی امریکا کے درمیان، یہ جزائر بحر الکاہل کے سینے پر چند ننھے منے نقطوں کی صورت نظر آتے ہیں۔ دنیا کے بلند ترین پہاڑ کا وجود یہیں پایا جاتا ہے۔!

جی ہاں! دنیا کا سب سے "اونچا" پہاڑ "کلاای" اسی جگہ سمندر کی تہہ میں واقع ہے۔ اتفاق سے موصوف آتش فشاں طبیعت کے مالک ہیں۔ 1980ء کے اوائل میں، آپ کی لاوافشانی میں کچھ زیادہ ہی تیزی آگئی' چنانچہ آپ نے بہت سالاوا اگل کر اپنی گرمیٔ جذبات کا کچھ مداوا فرمایا۔ یہ لاوا سمندری پانی کی کرامت سے جلد ہی جم گیا۔ یوں، کلاای کے بطن سے ایک جزیرہ سطح آب پر نمودار ہو گیا۔

اس جزیرے نے جلد ہی اپنا "قد کاٹھ" نکالنا شروع کر دیا کیونکہ ہر تھوڑے عرصے بعد کلاای صاحب آتش فشانی سے شغل فرماتے ہیں اور اس طرح ہر بار وہ لاوے کی ایک کھیپ بھیج کر جزیرے کے تن و توش میں اضافہ فرما دیتے ہیں۔ یوں، یہ جزیرہ جاندار مخلوقات کی طرح بڑا ہوتا جا رہا ہے، شاید اسی لیے اسے "بگ آئی لینڈ" کا نام دیا گیا ہے۔

سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ جزیرے کا جتنا حصہ سطح آب سے اوپر دکھائی دیتا ہے، وہ تو آتش فشاں پہاڑ کلاای کی "منہ دکھائی" ہے......! اس عظیم الجثہ پہاڑ کا باقی دھڑ تو زیر آب ہے۔ اگر سمندر کی تہ سے اس پہاڑ کی چوٹی یعنی بگ آئی لینڈ کی سطح تک اس کا قد ناپا جائے تو یہ 10 ہزار میٹر (32,800) فٹ بنتا ہے، جب کہ دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ کہلانے والے ماؤنٹ ایورسٹ کی بلندی فقط 8,847 میٹر (29,028) فٹ ہے۔ اب تو آپ مان گئے ہوں گے کہ دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ "کلاای" ہی ہے۔ ماؤنٹ ایورسٹ کو اپنا اعزاز فوراً واپس کر دینا چاہیے۔

(مرسلہ: شمع خان۔ کراچی)

☆ ...... ☆ ...... ☆

انعامی معلوماتِ عالم کوئز

درج ذیل سوالات کے تین جوابات میں سے درست جواب پر سرخ بال پوائنٹ سے نشان TICK MARK ✓ لگا کر کوپن مکمل کریں اور پورا صفحہ ڈائجسٹ سے نکال کر اس ماہ کی 30 تاریخ تک ارسال کر دیں۔ جوابات علیحدہ کاغذ پر تحریر نہ کریں اگر آپ کے جوابات درست ثابت ہوئے تو آپ کو معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب ان کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام دی جائے گی۔ ایک سے زائد درست حل موصول ہونے پر فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعہ کیا جائے گا۔ "معلوماتِ عالم" اور "اس ماہ کے بہترین مضامین" کے حل ایک ہی لفافے میں ارسال فرمائیں۔

معلوماتِ عالم روحانی ڈائجسٹ ۱۔ ڈی، ۷ / ۱، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

۱۔ حضور نبی کریم ﷺ کی کنیت کیا تھی؟

(ابو القاسم...... عبداللہ...... ابو الحسن)

۲۔ اذان کی تجویز پیش کرنے والے صحابیؓ کا نام بتایئے؟

(حضرت زیدؓ...... حضرت عمرؓ...... حضرت بلال حبشیؓ)

۳۔ قرآن پاک کی پہلی وحی میں کتنی آیات نازل ہوئیں؟

(چھ آیات...... گیارہ آیات...... پانچ آیات)

۴۔ قرار دادِ پاکستان کی تائید سب سے پہلے کس مشہور شخصیت نے کی؟

(لیاقت علی خان...... چودھری خلیق الزمان...... سردار عبدالرب نشتر)

۵۔ ہوا میں کونسی گیس سب سے زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہے؟

(نائٹروجن...... آکسیجن...... ہائیڈروجن)

۶۔ بیسویں صدی کی سب سے مفید ایجاد کا نام بتایئے؟

(موبائل فون...... کمپیوٹر...... ایکسرے ٹیوب)

۷۔ عراق کا سکہ کون سا ہے؟

(ریال...... روپیہ...... دینار)

۸۔ علم الاسماء سے کیا مراد ہے؟

(کائناتی فارمولوں کا علم...... مادی اشیاء کا علم...... مخلوقات کے ناموں کا علم)

اس ماہ کے بہترین مضامین

اس ماہ کے روحانی ڈائجسٹ میں اپنے پسندیدہ مضامین کی نشاندہی کیجئے اور معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب اُن کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام حاصل کیجئے۔ ذیل میں دیئے گئے ٹوکن کی خانہ پُری سرخ بال پوائنٹ سے کریں اور اس ماہ کی 30 تاریخ تک ہمیں ارسال کردیں۔ ٹوکن کی فوٹو اسٹیٹ قابلِ قبول نہیں ہوگی۔ فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔ اپنی نگارشات اس پتے پر ارسال کریں۔

"اِس ماہ کے بہترین مضامین" روحانی ڈائجسٹ، ۱۔ڈی ۷ / ۱ ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

1 - ------------------------------

2 - ------------------------------

3 - ------------------------------

4 - ------------------------------

5 - ------------------------------

ٹوکن برائے معلوماتِ عالم (انعامی کوئز) اِس ماہ کے بہترین مضامین

(لفافے پر انعامی مقابلے ضرور تحریر فرمائیں)

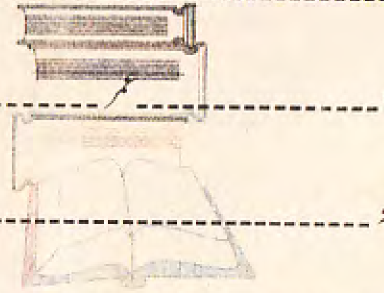

نام ------------------------------

ولدیت ---------- عمر ---------- تعلیم ----------

مکمل پتہ ------------------------------

بچوں کا روحانی ڈائجسٹ

مرتبہ: ذیشان خان

ملاقات

ننھے منے دوستو!

السلام علیکم

امید ہے آپ سب خوش و خرم ہوں گے اور اسکول کی چھٹیاں گزر رہی ہوں گی۔ خوب گھومئے پھریے اور کھیلئے کودیے لیکن کھیل کود کے ساتھ ساتھ اسکول کا ہوم ورک بھی ضروری ہے دل لگا کر پڑھیں اور اسکول کی چھٹیوں کو خوب انجوائے کریں۔ اب ایک پیغام جو اللہ کے دوست حضرت عظیمی صاحب کی جانب سے آپ کیلئے ہے: "علم حاصل کرنے کا مقصد یہ نہیں ہونا چاہئے کہ میں صرف دولت کماؤں، لوگ میری عزت کریں، میں لوگوں میں ممتاز ہو جاؤں۔ علم حاصل کرنے سے یہ سب تو خود بہ خود ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ اصل مقصد یہ ہونا چاہئے کہ آپ اس لئے علم حاصل کر رہے ہیں تاکہ آپ اللہ کے کاموں کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ آپ کو یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں اور ہم مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور اس پوری دنیا کے مالک ہیں۔ وہ کیسے تخلیق کرتے ہیں۔ کیسے اپنی مخلوق کی پرورش کرتے ہیں، اپنی مخلوق کو وسائل فراہم کرنے کا کیسا انتظام کیا ہوا ہے اور جو نظام بنائے گئے ہیں ان کی دیکھ بھال کیسے کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں قرآن میں درج ہیں۔ اس لئے قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کو پڑھ کر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ عربی زبان کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی یاد کریں۔"

فقط آپ کا دوست

بچوں پر رحمت

رسول اکرم ﷺ بچوں سے نہایت شفقت فرماتے تھے، انہیں چومتے اور پیار کرتے تھے اور کبھی کبھی ان سے مذاق ہنسی اور دل لگی بھی کرلیا کرتے تھے۔

جب حضور ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو راستے میں جو بچے ملتے، انہیں نہایت شفقت سے سواری پر اپنے آگے یا پیچھے بٹھالیا کرتے تھے۔

ایک روز ام قیس بنت محصن اپنے شیر خوار بچے کو رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لائیں۔ حضور ﷺ نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھالیا بچے نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کردیا آپ ﷺ نے اس پر پانی بہادیا اور کچھ نہ کہا۔

ایک روز رسول اکرم ﷺ اپنے نواسے حضرت حسن بن علیؓ کو گود میں لئے چوم رہے تھے۔ ایک صاحب آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔

وہ کہنے لگے: "یارسول اللہ ﷺ! میرے دس بیٹے ہیں۔ میں تو ان میں سے کسی کو نہیں چومتا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا:

"اگر اللہ تمہارے دل سے رحمت اور محبت سلب کرلے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔"

رسول اکرم ﷺ کے بچوں سے شفقت و محبت بھرے سلوک کی وجہ سے بچے بھی حضور ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے اور جہاں آپ ﷺ کو دیکھتے لپک کر آپ ﷺ کے پاس پہنچ جاتے تھے۔

کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔ بغداد شہر میں ایک امیر رہتا تھا۔ جو بہت ضدی اور مغرور تھا۔ لوگ اس کے ظلم و ستم سے تنگ آچکے تھے مگر کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دن اس امیر کی سواری بغداد کے بڑے راستے سے گزری جس کے آگے پیچھے بہت سے خادم تھے۔ وہ لوگوں کو راستے سے دور ہٹا رہے تھے کہ اچانک جانے کہاں سے ایک فقیر امیر کی سواری تک پہنچ گیا۔ اس فقیر نے امیر سے خیرات مانگی۔ فقیر کے سوال سے ناراض ہو کر امیر نے ایک پتھر اٹھا کر فقیر کے مار دیا جس کی وجہ سے فقیر کا سر پھٹ گیا اور وہ وہاں گر گیا جب امیر کی سواری آگے بڑھ گئی تو لوگوں نے فقیر کو اٹھا کر اس کی مرہم پٹی کی۔ فقیر نے وہ پتھر اٹھا لیا اور دل میں کہا کہ میں اس پتھر کو سنبھال کر رکھوں گا اور یہی پتھر اس امیر کو مار کر میں اپنا بدلہ لوں گا۔ فقیر ہر وقت اپنے ساتھ وہ پتھر رکھتا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے وہ پتھر اس کے ساتھ ہوتا۔ اس طرح بارہ مہینے گزر گئے۔

ایک دن وہ فقیر کہیں جا رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ چوراہے پر بہت سے لوگ جمع ہیں۔ اس نے کسی سے پوچھا کہ بھائی یہاں کیا ہو رہا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ خلیفہ نے اپنے ایک امیر سے ناراض ہو کر اسے سزا دی ہے۔ فقیر نے آگے بڑھ کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہی امیر جس نے اسے پتھر مارا تھا گدھے پر سوار ہے۔ لوگ اسے پتھر مار رہے ہیں اور گالیاں دے رہے ہیں۔ فقیر نے سوچا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں بھی اپنے ظلم کا بدلہ لوں۔ اس نے اپنی گدڑی سے وہی پتھر نکال لیا اور مارنے ہی والا تھا کہ اسے خیال آیا کہ بے شک اس نے میرے ساتھ برائی کی ہے۔ مگر یہ ضروری تو نہیں ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ برائی کروں۔ اگر میں نے ایسا کیا تو اس میں اور مجھ میں کیا فرق رہ جائے گا۔ یہ سوچ کر اس فقیر نے پتھر وہیں پھینک دیا اور آگے چل دیا۔ بچو! دیکھا آپ نے اگر کوئی ہمارے ساتھ برائی کرے تو ہمیں چاہئے کہ ہم اس کے ساتھ بھلائی کریں۔ اگر بھلائی نہ کر سکیں تو برائی بھی نہ کریں۔ کیونکہ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم بھی بُرے بن جائیں گے اور ویسے بھی سزا دینا اللہ کا کام ہے، بندوں کا نہیں۔

بہار کا خوبصورت موسم تھا ہر طرف ہریالی چھائی ہوئی تھی۔ پھول کھلے ہوئے تھے اس خوبصورت گاؤں میں انسان، جانور اور پرندے سب ہی خوش تھے پرندے بہار کے موسم کو دیکھ کر چہچہا رہے تھے۔ ایک ہرے بھرے درخت پر بیٹھی چڑیا نے برابر میں بیٹھے چڑے سے کہا "چڑے بھائی! موسم بہت سہانا ہے۔ مجھے کہیں گھما لاؤ"۔ چڑے کو چڑیا بہن پر بہت ترس آیا اور وہ بولا بہن! آج میں تم کو بہار کا موسم دور دور تک دکھا لاؤں۔ پھر دونوں ایک طرف آسمان کی بلندیوں میں اڑنے لگے دیر تک اڑتے اڑتے چڑیا نے چڑے سے کہا چڑے بھائی میں تھک گئی ہوں آؤ نیچے اتر کر کچھ کھا پی لیں۔ دونوں زمین پر اُترنے کے لئے اپنے پَروں کو پھڑ پھڑانے لگے۔ اچانک چڑیا کو کھانسی سی اُٹھنے لگی اس نے کہا "چڑے بھائی میرے منہ اور ناک میں دھواں گھس رہا ہے نیچے کی طرف دھواں ہی دھواں نظر آیا ہے۔ یہ ہم کس جگہ آگئے ہیں؟"

چڑے نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ کراچی ہے پاکستان کا سب سے بڑا شہر....."

چڑیا نے پوچھا "تم نے کیسے پہچانا؟"

چڑے نے کہا "ایک مرتبہ میں بھولے سے ادھر آنکلا تھا۔ میں نے سوچا کہ یہاں کھانے کو بہت ملے گا اس میں یہیں رہنے لگا کچھ ہی دن میں مجھے اس دھوئیں سے اور یہاں کی گندگی سے ٹی بی ہو گئی لہٰذا میں واپس اپنے پیارے گاؤں چلا گیا"۔ چڑیا نے کہا "یہاں کے لوگ اپنی گاڑیوں سے اتنا دھواں کیوں چھوڑتے ہیں؟ کیا انہیں معلوم نہیں کہ دھواں پھیپھڑوں کو نقصان پہنچاتا ہے"۔ چڑے نے ایک سات منزلہ عمارت پر بیٹھتے ہوئے کہا "چڑیا بہن! یہ سب اسی بات سے واقف ہیں لیکن کسی کو بھی گاڑی سے نکلتا دھواں نظر نہیں آتا یہ انسان ایک دوسرے کو بُرا تو کہتے ہیں لیکن اپنے آپ کو نہیں دیکھتے۔ ارے یہ کیا؟ کالے کالے مَرے ہوئے پرندے زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور کہیں اُڑتے ہوئے بھی نظر آرہے ہیں"۔ چڑیا نے نیچے دیکھتے ہوئے کہا چڑے کو ہنسی آگئی وہ بولا "چڑیا بہن تم کتنی بھولی ہو یہ پرندے نہیں بلکہ پولی تھین کے شاپنگ بیگ ہیں جن میں یہ اونچی عمارتوں میں رہنے والے اپنا بچا ہوا کھانا اور اپنے گھر کی گندگی بھر کر کھڑکی اور روشن دانوں سے باہر اچھال دیتے ہیں"۔ چڑیا بولی "یہ تو بہت بری بات ہے ایک تو رزق کی ناقدری دوسرے اپنے گھر کے باہر گندگی کے ڈھیر میں تو ایک پل بھی ایسے ماحول میں نہیں رہ سکتی یہاں سے جلدی چلو! گاؤں کی بہار کتنی خوبصورت ہے اور شہر میں تو بہار کے موسم میں دم گھٹ رہا ہے کاش یہ سب انسان اپنے گھروں کے ساتھ ساتھ باہر کا ماحول بھی صاف رکھیں تو ان کے شہر میں بھی بہار آجائے"۔ یہ کہتے ہی دونوں اپنی جگہ سے اڑے اور اپنے گاؤں کی ہری بھری بہار کی طرف اڑ گئے۔

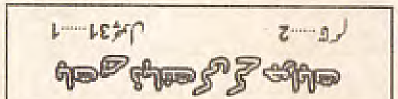

﴿ درخواست ﴾

جنابِ عالی گذارش ہے نہ دھوپ ہے نہ بارش ہے
آپ کا شاگرد بیمار ہے اسے چھٹی درکار ہے
باپ دکان دار ہے بخار ایک سو چار ہے
یہی میری عرضی ہے آگے آپ کی مرضی ہے
عین نوازش ہوگی
ورنہ ہمیں خارش ہوگی

(مرسلہ: محمد شیراز خان۔ کراچی)

انمول موتی

☆......دوسروں کی خامیاں تلاش کرنے سے پہلے اپنی خامیاں تلاش کرو۔

☆......خوش رہنے کے لئے یہ سوچیں کہ دوسرے کو خوش کیسے کیا جائے۔

☆......اگر کسی کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں دے سکتے تو ان لبوں کی مسکراہٹ نہ چھینو۔

(مرسلہ: اسماء راحیلہ۔ کراچی)

رحم دل شہزادہ اور ظالم جن

یاسمین ثمر عرفان

تیسری قسط

پھر چلتے چلتے جنگل ختم ہو گیا اور گاؤں والوں کے کہنے کے مطابق چٹیل اور سنسان پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ان پہاڑوں میں نہ درخت تھے نہ کوئی اور پودے بلکہ کہیں گھاس کی پتی تک نظر نہیں آتی تھی شہزادے کی چھاگل میں جو پانی بھرا ہوا تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور اب تو شہزادہ اور اس کا گھوڑا دونوں ہی پیاس سے بے دم ہو گئے تھے کہ کبوتر نے بتایا کہ میں ابھی اڑ کر دیکھ آیا ہوں تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک ندی ہے جس کا پانی بڑا ٹھنڈا اور میٹھا ہے میں آگے آگے اڑتا ہوں شہزادے تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ کبوتر آگے آگے اڑتا گیا اور شہزادہ اپنے گھوڑے پر سوار اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا کچھ دور چلنے کے بعد جب اس کو ندی نظر آئی تو شہزادے اور اس کے گھوڑے کی جان میں جان آئی اور وہ لپک کر ندی کے پاس پہنچ گئے مگر وہ ابھی پانی پینے بھی نہ پائے تھے کہ ایک بہت باریک سی آواز شہزادے کے کان میں آئی کوئی کہہ رہا تھا شہزادے میری مدد کرو۔ میری مدد کرو ورنہ میں مر جاؤں گی۔ شہزادے نے جب تلاش کیا تو اسے ایک خوبصورت سنہرے رنگ کی چھوٹی سی مچھلی جس کی آنکھیں نیلی نیلی تھی نظر آئی شہزادے نے مچھلی کو اٹھایا اور اس سے پوچھا پیاری مچھلی کیا بات ہے تم پانی سے کیوں نکل آئیں۔ مچھلی نے کہا شہزادے میں مچھلیوں کی ملکہ ہوں اور ایک مچھلی نے مجھے دھوکہ سے پانی سے نکال کر باہر خشکی پر پھینک دیا تاکہ وہ خود ملکہ بن سکے اب تم مجھے واپس پانی میں ڈال دو تاکہ میری زندگی بچ سکے اور میں دھوکہ باز مچھلی کو سزا دے سکوں شہزادے نے مچھلی کو واپس پانی میں ڈالا مچھلی نے جلدی سے پانی میں غوطہ لگایا اور شہزادے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پانی میں تیرتی چلی گئی۔ شہزادے نے خوب جی بھر کر پانی پیا اور آئندہ سفر کے لئے اپنی چھاگل کو بھی بھر لیا تاکہ پانی کی قلت نہ ہو بہت دن ہو گئے چلتے چلتے مگر یہ پہاڑی سلسلہ کسی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا ایک دن جب رات ہونے لگی تو شہزادے نے رات گذارنے کے لئے ایک غار ڈھونڈا یہ غار اتنا بڑا تھا کہ اس کا دوسرا حصہ نظر ہی نہیں آتا تھا اور شہزادہ اور اس کا گھوڑا دونوں آرام سے اس کے اندر آ سکتے تھے۔

شہزادے نے غار کے اندر کچھ لکڑیاں جمع کر کے جلائیں تاکہ اپنا کھانا پکا سکے ادھر لکڑیاں جلنے سے غار میں روشنی بھی ہو گئی اور سردی سے بھی بچت ہو گئی شہزادہ بہت تھکا ہوا تھا کھانا کھا کر بہت گہری نیند سو گیا کافی دیر کے بعد شہزادے کو کسی کے کراہنے کی آواز محسوس ہوئی شہزادے نے اس آواز کو اپنا وہم سمجھ کر کروٹ بدلی اور پھر سو گیا مگر اب تو یہ آواز اور زیادہ زور سے آنے لگی۔ اب شہزادہ اٹھ بیٹھا اور الاؤ سے ایک جلتی ہوئی لکڑی اٹھائی اور اس کی روشنی میں دیکھتا ہوا غار کے اندر آگے بڑھا غار میں کافی اندر جا کر شہزادے نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا خونخوار بھیڑیا پڑا ہوا ہے جس کی ٹانگ زخمی تھی اور اس میں سے خون بھی بہہ رہا تھا بھیڑیے نے شہزادے کو دیکھ کر اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر اس کے ٹانگ کے زخم نے اس کو کھڑا نہ ہونے دیا شہزادہ بھیڑیے کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ جن کا چوکیدار بھیڑیا ہے مگر رحم دل شہزادہ ذرا بھی نہ گھبرایا اور اس نے بھیڑیے کو بڑے پیار سے کہا کہ تم مجھ سے ڈرو نہیں میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا تمہیں اس وقت میری مدد کی ضرورت ہے ورنہ تمہاری ٹانگ کا زخم خراب ہو جائے گا اور اگر اس طرح خون بھی بہتا رہا تو تم مر جاؤ گے۔ شہزادے کی بات بھیڑیے کی سمجھ میں آ گئی۔ شہزادے نے بھیڑیے کے زخم کا علاج کیا اور جب تک بھیڑیا چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو گیا اس وقت تک اس کے کھانے پینے کا خیال بھی رکھا

اب تو ظالم جن کا یہ چوکیدار بھیڑیا شہزادے کا گہرا دوست بن گیا اور ایک دن بھیڑیے نے شہزادے سے پوچھا کہ شہزادے تم اس پہاڑ پر کیا کر رہے ہو یہ پہاڑ ایک جن کی ملکیت ہے اگر اسے تمہارا پتہ چل گیا تو وہ تمہیں پکڑ کر قید کر دے گا۔ شہزادے نے کہا دوست میں اسی جن کی تلاش میں تو مارا مارا پھر رہا ہوں اس نے میرے بھائیوں کو قید کر رکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کی قید سے اپنے بھائیوں کو رہائی دلاؤں تاکہ میرے ماں باپ پھر سے ہنسی خوشی زندگی گذار سکیں۔ بھیڑیے نے شہزادے کو بتایا کہ جن نے تمہارے چاروں بھائیوں کو پتھر کا بنا دیا ہے کیونکہ وہ اس کو مارنے کی کوشش کر رہے تھے اور اگر اب تم جا کر اس سے ان کی رہائی کے لئے کہو گے تو وہ تمہیں بھی پتھر کا بنا دے گا۔ شہزادہ یہ سن کر بڑا پریشان ہوا اور فکر میں پڑ گیا کہ اب کیا کیا جائے۔ بھیڑیے نے کہا دوست ایک ترکیب سمجھ میں آتی ہے اس طرح شاید تمہارا مسئلہ حل ہو جائے اس جن کی جان ایک انڈے میں بند ہے۔ تمہیں بتاؤں یہاں سے ہزاروں میل دور ایک مسجد واقع ہے جس کے چاروں طرف ایک گھنا جنگل ہے اور اس مسجد میں ایک تالاب بنا ہوا ہے اور اس تالاب میں ایک کچھوا رہتی ہے یہ انڈہ اس کے پاس ہے۔ جن بڑی فکر میں رہتا ہے کہ کسی طرح سے یہ انڈہ اس کو مل جائے تاکہ وہ اپنی جان والے انڈے کو اپنے پاس رکھے مگر کیونکہ وہ بہت ظالم ہے اس لئے وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا اور انڈے کو اپنے قبضہ میں نہیں لا سکتا۔ اگر تم کسی طرح سے یہ انڈہ اس کو لا دو تو وہ خوش ہو کر تمہارے بھائیوں کو ٹھیک بھی کر دے گا اور رہا بھی کر دے گا لہٰذا وہ یہ سن کر بڑی فکر میں پڑ گیا کہ اب یہاں سے ہزاروں میل دور کا سفر کس طرح سے کرے بھیڑیے نے شہزادے کی پریشانی دیکھ کر کہا کہ " شہزادے تم بالکل فکر نہ کرو میں تمہیں اس مسجد تک چند منٹوں میں پہنچا دوں گا "۔

(جاری ہے)

بات ہے ذہانت کی...!

1.....ایک تالاب کے پانچ کونوں پر پانچ مزار تھے پہلے مزار میں ایک عورت کچھ پھول لے کر داخل ہوئی اور اس نے صاحب مزار سے التجا کی کہ اگر میرے پھول دوگنے ہو جائیں تو میں 32 پھول آپ کی نذر کروں گی۔ اس نے دیکھا کہ پھول دوگنے ہو گئے۔ اس عورت نے 32 پھول مزار پر چڑھائے اور باقی پھول لے کر دوسرے مزار گئی وہاں بھی اس نے وہی عمل دوہرایا اسی طرح ہر مزار میں بچے ہوئے پھول دوگنے ہوتے گئے اور وہ 32 پھول چڑھاتی گئی پانچویں مزار میں جب وہ پھول چڑھا چکی تو اس کے پاس ایک بھی پھول نہ تھا۔ بتائیے وہ گھر سے کتنے پھول لے کر نکلی تھی؟

2.....بتائیے محمد بن قاسم کے والد کا نام کیا تھا؟

راستہ تلاش کیجئے

پیارے بچو! اس خاکے میں اس طرح راستہ تلاش کیجئے کہ راہ میں مگرمچھ نہ آئے۔

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

سرمد خٹک، اسامہ خٹک اور امیمہ خٹک۔ ضلع ہری پور ہزارہ

محمد عثمان۔ اٹک سٹی

مسکرائیے

☆......ایک خاتون نے اپنی پڑوسن سے کہا یہ گلی اتنی گندی ہے کہ بچے جب کھیل کر آتے ہیں تو کیچڑ اور مٹی سے لت پت ہوتے ہے۔
پڑوسن نے کہا "ہاں بہن ابھی کل کی بات ہے کہ مجھے پورے دس بچوں کے منہ دھلانے پڑے تب کہیں جا کر پتا چلا کہ ان میں سے میرا بچہ کون سا ہے"
(مرسلہ: فرزانہ انجم۔ بفر زون کراچی)

☆......بیٹا: ابو آپ کتنا پڑھے ہوئے ہیں
باپ: بی اے
بیٹا: صرف دو لفظ پڑھے ہیں اور وہ بھی الٹے۔
(مرسلہ: منیر احمد۔ بہاولپور)

☆......ایک شخص اپنے ملازم کو ڈانٹ رہا تھا کہ آخر تم کتنی چھٹیاں لو گے ساس کی وفات پر چھٹی۔ بیوی کی بیماری پر چھٹی۔ بچے کی آمین پر چھٹی...... اب کس لئے؟
ملازم: وہ جناب میری شادی ہونے والی ہے
(مرسلہ: الماس حمید۔ کراچی)

☆......ننھا بچہ: (قصائی سے) تمہاری بکری کیوں چیخ چلا رہی ہے؟
قصائی: کیونکہ میں اسے ذبح کرنے لے جا رہا ہوں۔
ننھا بچہ: "ہو ہو! میں سمجھا کہ تم اسے اسکول لے جا رہے ہو"
(مرسلہ: شاہدہ سلطان بخش۔ حیدر آباد)

☆......علی: (رضا سے) تمہارا بھیجا ہوا خط اگر نہیں پہنچا تو تمہیں کیسے معلوم ہو گا؟
رضا: "میں نے خط میں لکھ دیا ہے۔ اگر خط نہ ملے تو اطلاع ضرور کر دینا۔"
(مرسلہ: امبر فرید۔ کراچی)

☆......ایک مصور نے کسی شخص کی تصویر دکھا کر اپنے ایک دوست سے پوچھا "کو کیسی ہے"۔
دوست ڈاکٹر تھا اس نے تصویر کو غور سے دیکھنے کے بعد افسوس کرتے ہوئے کہا: "یہ بچے گا نہیں، اسے تو سخت ٹائی فائیڈ ہے۔"
(مرسلہ: ارم آصف۔ بفر زون کراچی)

☆......بیٹا: ابو جان کوہ ہمالیہ کہاں ہے؟
باپ: (جو کتاب پڑھ رہے تھے) بیٹا اپنی اماں سے پوچھ لو وہ ہی چیزیں ادھر ادھر رکھ دیتی ہیں۔
(مرسلہ: عابدہ سلطان بخش۔ حیدر آباد)

☆......ایک چیونٹی بھاگی بھاگی جا رہی تھی راستے میں اس کا سامنا لومڑی سے ہو گیا۔ لومڑی نے پوچھا "بی چیونٹی! یہ بھاگی بھاگی کہاں جا رہی ہو؟"
چیونٹی بولی "جنگل کے ہاتھی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اسے خون کی اشد ضرورت ہے اسے خون دینے جا رہی ہوں"۔
(مرسلہ: شاہدہ سلطان بخش۔ حیدر آباد)

انعامی مقابلوں کے نتائج

اس ماہ کے بہترین مضامین مئی ۲۰۰۰ء کے بہترین مضامین منتخب کرنے والوں میں سے قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹو گراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والی خوش قسمت **شاہانہ خان، اورنگی ٹاؤن، کراچی** قرار پائی ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ شاہانہ خان کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کتاب جلد ہی ارسال کر دی جائے گی۔ موصول ہونے پر خط کے ذریعے ادارے کو مطلع فرمائیں۔

1- کمر شلزم ...... (جمیل احمد خان)
2- موت ایک روحانی سفر ...... (محمد اقبال جیلانی)
3- مراقبہ قرآن و سنت کی روشنی میں ...... (اویس الحسن)
4- ایک پیر سے مت چلئے ...... (ایم ایچ خان)
5- امتحان سے پہلے ...... (اشرف سلطانہ)

"بچوں کا روحانی ڈائجسٹ" کے تحت 12 سال سے کم عمر بچوں کی تصاویر کے لئے ایک صفحہ مخصوص ہے۔ آپ بھی اپنے بچوں کی تصاویر ارسال کر سکتے ہیں۔ تصاویر صاف اور واضح ہوں اور چہرے کے نقوش نمایاں ہوں۔ تصاویر کے ہمراہ نیچے دیئے گئے ٹوکن کو پُر کر کے ارسال فرمائیں۔ تصاویر کی پشت پر نام اور شہر کا نام بھی تحریر کر دیں۔

------------------------------ ✂

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

نام ______ ولدیت ______

عمر ______ کلاس ______

مکمل پتہ ______

______

______

اسکول کا نام ______

معلوماتِ عالم مئی ۲۰۰۰ء

مئی ۲۰۰۰ء کے شمارے میں شائع ہونے والے سوالات کے بے شمار خواتین و حضرات نے جوابات ارسال کئے۔ قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹوگراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والی خوش قسمت **مسز سمیع اللہ خان۔ ضلع و تحصیل لیہ** قرار پائی ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ مسز سمیع اللہ خان کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کتاب جلد ہی ارسال کردی جائے گی۔ موصول ہونے پر خط کے ذریعے ادارہ کو مطلع کریں۔

مئی ۲۰۰۰ء کے صحیح جوابات

۱۔ الہامی کتاب توریت "حضرت موسیٰ" پر نازل ہوئی۔
۲۔ حضرت امام رضاؑ کا مزار "ایران" میں ہے۔
۳۔ صوبہ پنجاب کے شہر ساہیوال کا پرانا نام "منٹگمری" تھا۔
۴۔ زمین پر خشکی کی بہ نسبت "پانی" زیادہ ہے۔
۵۔ "ٹماٹر" پھل ہے۔
۶۔ "نر" مینڈک ٹراتے ہیں۔
۷۔ ٹیبل ٹینس میں ایک ٹیم کے زیادہ سے زیادہ دو کھلاڑی کھیل سکتے ہیں۔
۸۔ مادی دنیا سے موت کے بعد انسان عالم اعراف میں منتقل ہو جاتا ہے۔

آٹھ درست جوابات بھیجنے والوں کے نام:- کراچی :- محمد عقیل احمد ۔ الماس امبر۔ فضل الرحمٰن قادری۔ مسعود اکبر۔ مدیحہ لیاقت۔ حرا ساجد۔ سیدہ شازیہ کمال۔ ہما معین۔ ندا ارم۔ عاصم حبیب۔ فاطمہ۔ یوسف جمال بروڈا۔ حیدر آباد:- شاہدہ سلطان بخش۔ شمیم سحر راجپوت ۔ لاہور:- طاہرہ پروین۔ محمد مظفر احمد۔ منیزہ عظیم چوہدری۔ ڈاکٹر سید عابد رضا۔ نسرین۔ شاہین۔ چوہدری عمر انور۔ میر پور خاص:- رضوانہ پاکستانی۔ عادل یونس ڈگری۔ جاوید یونس ڈگری۔ چارسدہ:- خان محمد۔ ہری پور (ہزارہ) :- مہتاب حبیب خان۔ اسلام آباد :- یعقوب علی۔ محمد ندیم شہزاد ۔ ضلع خوشاب:- شاہد پرویز اطہر۔ پاک پتن:- صہیب ریاض لاول ۔ شیخوپورہ :- فضل الرحمٰن قادری رضوی۔ وہاڑی:- افتخار حسین ڈولہ۔ آزاد کشمیر :- نسیم اختر۔ راولپنڈی :- عظمیٰ یاسمین۔ رحیم آباد:- کامران بھٹی۔

سات درست جوابات بھیجنے والوں کے نام:- کراچی :- تحریم عمر۔ نگہت۔ نحو لال۔ لیاقت۔ مہر النساء۔ مرتضیٰ علی۔ خسنہ۔ افضل عزیز۔ سید نور شاہ۔ نعیمہ ممتاز قریشی۔ ندا ریاض۔ اختر زمان۔ محمد نجیب۔ سید عقیل۔ اصغر عابدی۔ اعظم ہاشمی۔ فوزیہ رحمٰن۔ خورشیدہ خالد۔ رفعت سلطانہ۔ ہری پور ہزارہ :- نعمان حبیب۔ ساہیوال :- محمد تنویر احمد۔ میانوالی:- فرحت نذیر خان۔ ظفر اقبال ڈوگر۔ جاوید اقبال ڈوگر۔ بہاولپور:- نجم سائن او جشریف۔ ملتان:- محمد مظہر اقبال۔ محمد افضل۔ شہباز رشید۔ لاڑکانہ:- شاہد محمد شیخ۔ مسرت شاہین ۔ راولپنڈی:- محمد ولید حق نقیبی۔ خرم شہزاد۔ خانیوال:- فرزانہ تبسم۔ پشاور:- سرفراز کوثر۔ شیر نواز گل۔ امجد اسلام ۔ میر پور خاص:- محمد جاوید خان ۔ لاہور:- مہ جبین۔ محمد نواز۔ محمد اشرف مغل۔ محمد سلیم شہزاد۔ وہاڑی:- محمد عرفان مٹ۔ شکیل احمد۔ عمر ساجد حسین۔ شکارپور:- ریاض احمد یمین۔ سانگھڑ:- فرحت روحی رزاق۔ نوشی کنول چوہان۔ آزاد کشمیر:- فرخ صبا کوکب۔ حیدر آباد:- عائشہ نظامانی۔ گوجرانوالہ :- مسز مسرت خان۔ شیخوپورہ :- شہزاد اکرم والہ ۔ کوئٹہ:- جاوید احمد شیخ۔ علی محمد۔ ربیعہ دُرانی۔ رحیم یار خان:- نوید شہزاد ۔ ٹھٹھہ:- اصغر علی شاہ خٹک۔ چار سدہ:- محمد ادریس خان۔ سرگودھا:- ثمینہ کوثر۔ سبی :- عبدالرب بھٹو۔ متفرق:- محمد عارف۔ محمد امین۔ محمد ایوب۔ صائمہ کرن۔ مریم اشفاق۔

روحانی ینگ رائٹرز کلب

"روحانی ینگ رائٹرز کلب" کے زیر اہتمام ہم نئے لکھنے والوں کو فروغ دینے کے لئے طالب علموں اور دیگر حضرات سے معلوماتی، سائنسی
اور روحانی مضامین یا کہانیاں لکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ قلم اٹھائیے اور اپنے ذہن میں وارد ہونے والے
خیالات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیجئے۔ اپنی نگارشات کے ہمراہ اپنا مکمل تعارف جس میں تعلیم، مشاغل،
رہائش وغیرہ شامل ہو ضرور بھیجیں، شناختی کارڈ یا تعلیمی ادارے کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لازمی ارسال کریں۔
آپ کی نگارشات ہمارے معیار پر پوری اتریں تو ہم روحانی ڈائجسٹ کے اوراق کی زینت بنائیں گے۔
مضامین قابل اشاعت ہوں یا ناقابل اشاعت دونوں صورتوں میں مسودہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

اپنی تردید آپ

(راحیلہ تبسم سمیع)

مجھے اس ٹیوشن اکیڈمی کو جوائن کیے ابھی دو دن ہی گذرے تھے۔ گھر میں فارغ بیٹھنے سے جیسے دماغ بھٹکا بھٹکا رہنے لگا تھا سو دماغ نے مصروفیت کا بہانہ ڈھونڈا اور میں نے وہ اکیڈمی جوائن کرلی۔ بچوں کی کافی تعداد ہونے کی وجہ سے پڑھانے میں بہت مزا آتا تھا۔

وہاں انگلش پڑھانے سر حفیظ نامی ایک وکیل صاحب آیا کرتے تھے۔ بڑی بارعب شخصیت تھی ان کی۔ اپنے آگے کسی کو بولنے دینا ان کی شان کے خلاف تھا ویسے بھی وہ اپنے مقابل کو سنبھلنے کا موقع کم ہی دیتے۔

ایک دن سر حفیظ اپنی کلاس لینے آئے تو اتفاقاً میں بھی وہیں براجمان تھی۔ رسمی گفتگو کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا "مس راحیلہ آپ کی تعلیم؟" میں نے انہیں بتایا کہ "جی! میں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے فلاسفی کا امتحان دیا ہے"۔

پہلے تو انہوں نے مجھے قابلِ فخر نظروں سے دیکھا دوسرے ہی لمحے ایک تمسخرانہ مسکراہٹ ان کے لبوں پر آئی اور بولے "بھلا فلسفہ آپ نے کیوں پڑھا؟ یہاں تو ہر شخص فلسفی ہے میں بھی فلسفی ہوں" انہوں نے اپنی جانب اشارہ کیا اور پھر دوسرے طالب علموں کی طرف اشارہ کیا اور کہا "یہ بھی فلسفی ہیں"۔

میں نے متانت سے جواب دیا "سر میں نے فلسفہ اس لئے پڑھا ہے کہ حقیقت کا علم حاصل ہو۔ اس دنیا اور اس خطے میں پائی جانے والی اشیاء کے پیچھے کارفرما حقیقت کا سراغ لگایا جائے۔ نظر میں وسعت پیدا ہو اور تفکر کی عادت پڑے۔ اُن پہلوؤں پر بھی غور کیا جائے جہاں عقل محوِ تماشا ہو جاتی ہے۔

بقول شاعر ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "اُن سائنسدانوں اور فلسفیوں نے بھی اس کائنات میں ایک عالمگیر طاقت کا اعتراف کیا ہے جو مسلمان نہیں"۔

لیکن سر حفیظ ذرا بھی متاثر نظر نہ آئے۔ جیسے میری ذہانت کا امتحان لینے پر تل گئے ہوں۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ تو آپ کتابی باتیں کر رہی ہیں بھلا آپ "GOD" کو کیسے DEFINE کریں گی؟ کیا آپ نے خدا

کو دیکھا ہے ؟"

وہ جیسے میری ذہانت کا دیوالیہ کرنے پر تُل گئے ہوں طالب علموں سے کمرہ بھرا ہوا تھا سب طالب علم اس گفتگو کو دلچسپی سے سن رہے تھے۔

سر حفیظ نے خدا کے متعلق مجھ سے سوال کر کے جیسے میرے دماغ کو ضرب لگائی۔ ذہن نے سوچا بھلا میں اس قابل کہاں کہ خدا جیسی عالمگیر قوت پر کوئی دلیل دوں۔ دل نے کہا" تو نے خدا کو دیکھا نہیں کیونکہ تو معرفت کے اس مقام پر نہیں جب دیدۂ دل وا ہو جاتا ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

عقل نے کہا میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتی ہوں۔ سر حفیظ اور دیگر طالب علم میری طرف متوجہ تھے۔ عقل نے قوت گویائی دی تو میں نے کہا" سر میں نے خدا کو دیکھا تو نہیں لیکن محسوس ضرور کیا ہے...... ہر چیز میں اور خود میرے اپنے اندر"

"لیکن آپ نے خدا کو کیسے محسوس کیا کہ وہ اس کائنات میں موجود ہے ؟بغیر ثبوت کے بات نہ کریں" سر نے جرح کی۔ میں نے کہا" سر میں نے کائنات میں پائے جانے والے نظم وضبط سے اندازہ لگایا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی بہت بڑا ذہن اور عالمگیر قوت کار فرما ہے۔ اگر یہ کائنات کسی حادثاتی واقعے کا پیش خیمہ ہوتی تو ضرور اس میں کوئی نہ کوئی سقم پایا جاتا۔ فرض کریں یہ ایک میز ہے اگر میں کہوں کے یہ میز کسی بڑھئی نے نہیں بنائی بلکہ یہ ایک حادثہ کا نتیجہ ہے یا یوں کہہ لیں مسلسل ضربیں لگنے سے یہ میز معرض وجود میں آگئی۔ اگر یہ میز حادثاتی واقعے کا نتیجہ ہے تو ضرور اس میں سقم ہو گا۔ ہو سکتا ہے اس کی چاروں ٹانگیں برابر نہ ہوں ایک چھوٹی ایک بڑی ہو۔ یا میز کے کنارے ہموار نہ ہوں کیونکہ اس میز کے بننے میں کوئی ذہن کار فرما نہ تھا۔ یہی حال کائنات کا ہے۔ اگر یہ کائنات ایک حادثاتی واقعے کا نتیجہ ہوتی تو دن رات کے آنے جانے اور موسموں کے تغیر و تبدّل میں ضرور سقم ہوتا کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سورج مشرق سے نکلنا بھول جاتا بلکہ کہیں اور سے نمودار ہو جاتا یا دو دو تین تین روز رات رہتی صبح نہ ہوتی۔ ایسی PER-FECT کائنات بغیر کسی ذہن کے وجود میں نہیں آسکتی یہ بات عقل سے بعید ہے کہ اس کائنات کا سسٹم خود بخود چل رہا ہے"۔

سر حفیظ نے گہری نظروں سے میری جانب دیکھا اور کہا کیا آپ اس سوال کا جواب دے سکتی ہیں یہ کہہ کر انہوں نے ایک جملہ تختہ سیاہ پر لکھ دیا" کیا خدا کوئی ایسا پتھر بنا سکتا ہے جسے وہ خود نہیں اٹھا سکتا ؟" اس سوال پر تمام طالب علم ششدر رہ گئے۔ ناپختہ ذہنوں پر یہ سوال ضرب بن کر لگا۔ ایک ایف اے کے طالب علم نے سکوت توڑا اور کہا کہ "سر خدا ہر کام کر سکتا ہے یقیناً وہ ایسا پتھر بھی بنا سکتا ہے جسے وہ خود نہیں اٹھا سکتا"۔ طالب علم نے اپنی فہم کے مطابق جواب دیا۔ جواب دیتے ہی اُسے خود اپنی غلطی کا احساس ہو گیا بھلا اس جواب سے خدا کی ہستی پر حرف نہیں آتا۔

دل نے سر کے اس سوال پر قہقہہ لگایا پتھر اُٹھانا جیسے کام تو مخلوق کے ذمہ ہیں خالق سے ایسی بات منسوب کرنا کس قدر احمقانہ فعل ہے۔ بھلا عام فہم میں یہ بات کیسے آتی یہ تو صرف لفظی شعبدہ بازی تھی اور زبان کا ابہام تھا۔ زبان کے رموز سے ناواقفیت کی بنا پر اکثر ایسے مسائل پیدا ہو جایا کرتے ہیں خدا جو ہر جہل سے پاک ہے اس کے متعلق ایسی بات کرنا صحیح نہیں یہ جملہ یہ عبارت ہی غلط ہے۔ جس خدا نے اتنی وسیع وعریض کائنات کو تخلیق کیا جس میں ہماری یہ زمین سوئی کی نوک کے برابر ہے۔ اس کے بارے میں ایسی بات گھڑنا عقل سے بعید ہے میں اس جملے کو منطقی (LOG-ICALLY) اعتبار سے غلط ثابت کر دوں گی میں نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور تختہ سیاہ پر کچھ لکھنے سے پہلے یہ وضاحت کر دی "منطق کی رو سے اگر کسی مقدمے کا کل مثبت اور جزو بھی مثبت ہو تو نتیجہ بھی لازمی مثبت نکلنا چاہئے۔ ورنہ نتیجہ غلط ثابت ہو گا کیونکہ نتیجہ پہلے مقدموں

سے بر آمد ہوتا ہے۔

مثلاً : تمام مسلمان کلمہ گو ہیں
اسلم اور عارف کلمہ گو ہیں
اسلم اور عارف مسلمان نہیں ہیں

اگر ایک بات کُل کے بارے میں صحیح ہے تو وہ بات جزو کے لئے بھی صحیح ہو گی اور نتیجہ بھی لازماً مثبت نکلے گا اگر تمام مسلمان کلمہ گو ہیں اور اسلم اور عارف کلمہ گو ہیں تو نتیجہ لازماً یہ بر آمد ہو گا کہ اسلم اور عارف مسلمان ہیں۔ لیکن مندرجہ بالا مقدمے میں ایسا نہیں ہوا اس کا مطلب ہے کہ نتیجہ تناقض اور اپنی تردید آپ ہونے کی وجہ سے غلط ہے"۔

اب میں نے سر حفیظ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اب آپ اپنی STATEMENT کا حال دیکھیں۔

1- خدا وہ ہستی ہے جو ہر کام کر سکتی ہے۔
2- وہ ہر قسم کا پتھر بنا سکتا ہے۔
3- وہ ایک ایسا پتھر بھی بنا سکتا ہے جسے وہ خود نہیں اٹھا سکتا۔

پہلا جملہ UNIVERSAL TRUTH ہے۔ کلیہ مثبت ہے ظاہر ہے جزو بھی مثبت ہو گا وہ ہستی جو سب کام کر سکتی ہے یقیناً وہ ہر قسم کا پتھر بھی بنا سکتی ہے۔ نتیجہ لازمی مثبت نکلنا چاہئے۔ لیکن اس STATEMENT میں اعتراف کر چکے ہیں کہ وہ ہستی ہر کام کر سکتی ہے لیکن نتیجہ میں ایک چیز کا ذکر کہ وہ یہ کام نہیں کر سکتی نتیجے میں تناقض اور (SELF CONTRADICTION) یعنی اپنی تردید آپ کا اظہار ہے جس کی وجہ سے یہ نتیجہ غلط ہے۔

وہ جملہ جو اپنی تردید آپ ہو اپنے اندر تناقض رکھتا ہو بامعنی نہیں کہلا سکتا مثلاً اس نے چوکور دائرہ بنایا ایک ایسا فقرہ ہے جو خود اپنی تردید کرتا ہے چوکور دائرہ کا تصور ہمارے ذہن میں آہی نہیں سکتا اگر کوئی یہ کہے کہ میں یہ تصور کر سکتا ہوں تو وہ غلط بیانی سے کام لے گا۔ ایسے جملے صرف بے معنی اس لئے نہیں ہوتے کہ ہم ان کا تخیل نہیں کر سکتے کیونکہ بعض لوگوں کی قوت متخیلہ کمزور ہوتی ہے اور وہ عام چیزوں کا بھی تصور نہیں کر سکتے بلکہ یہ جملے ایک ایسی صورتِ حال کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس میں خود تردید پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر کیا آپ الفاظ اور چیزوں میں فرق کر سکتے ہیں اگر یہ صحیح ہے کہ تمام الفاظ معنی رکھتے ہیں تو یہ درست نہیں کہ تمام چیزیں جو معنی رکھتی ہیں الفاظ ہیں۔ ریاضی کی علامتیں معنی رکھتی ہیں مگر وہ الفاظ نہیں ہیں۔ غلطی دراصل عقیدہ یا خدا کی ہستی میں نہیں بلکہ غلطی لفظوں کے ہیر پھیر میں ہے۔

ذرا سوچئے

(فریحہ حیدر۔ پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین)

ہم دیکھتے ہیں کہ اب تک گداگری کی لعنت کی مذمت تو اخباروں رسالوں میں ہوتی رہی مگر اسکا کچھ سدّباب نہ ہو سکا مگر جو طریقہ گداگری اور بھیک مانگنے کا اب اختیار کیا گیا ہے وہ نہایت شرمناک ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ آپ کے دروازے پر دستک دی جاتی ہے جب آپ باہر جائیں تو کوئی پگڑی اور داڑھی وغیرہ جیسے مخصوص لوازمات پورے کیے ہوئے ہٹا کٹا آدمی کھڑا ہوتا ہے ہاتھ میں قرآن پاک اور مختلف سورتوں کی مقدس کتابیں پکڑ رکھی ہوتی ہیں۔ پہلے وہ انہیں فروخت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب نہ لی جائیں تو کہتے ہیں چلیں ویسے ہی کچھ امداد کر دیں۔ یہ لوگ اس مقدس کتاب کو ہاتھوں میں تافیوں بتاشوں کی طرح لیے پھرتے ہیں اور لوگوں کو خریدنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس المیے پر میرا دل خون کے آنسو روتا ہے بتائیے کیا اس عظیم ترین اور مقدس ترین کتاب کی یہ قدر ہے میں امید کرتی ہوں کہ صاحبان غور وفکر کر کے اس مسئلے کا حل نکالیں گے۔

یہ لوگ نہ صرف گھروں میں جاتے ہیں بلکہ بسوں ویگنوں کے اڈوں پر بھی قرآن کریم کی بے حرمتی کرتے ہیں۔

افلا تعقلون

(آصف احمد خان - لیاقت آباد کراچی)

اپنے دن کا احتساب کیجئے اور بتایئے آپ نے سورج طلوع اور غروب کا منظر دیکھا...... اور دیکھ کر کچھ غور و فکر کیا اس کے گرد پھیلے حسین و جمیل منظر کے خالق کو سراہا، کیا یہ منظر آپ کو ساری تفکرات کے بوجھ سے آزاد کر کے ہلکا پھلکا کر سکا۔ کیا رات کو ٹمٹماتے و جھلملاتے ستارے اور جگمگاتے چاند کو دیکھ کر "زمان و مکان" (Time & Space) ٹوٹنے کا احساس ہوا۔ ہزاروں سال قبل کی چلی ستاروں کی روشنی آپ کے تفکر کو کتنا جگمگا سکی۔ کیا آپ کو اس لا انتہائی کائنات کے خالق کی دستِ قدرت کا اندازہ ہو سکا۔ کیا آپ کا دل خدا کی عظمت کے آگے سرنگوں ہوا۔

آدھی رات کا تاریک و پر سکون منظر ہے ساری دنیا محو خواب ہے یا یوں کہئے کہ لوگ "زمان و مکان" کی زنجیروں کو توڑ کر لاشعور کی حسین وادیوں کی سیر کو نکل پڑے ہیں۔ لطیف ہوا کے جھونکے جنت کی ہوا کی یاد دلا دیتے ہیں۔ ایک نامعلوم پر اسرار پُر مانوس سی فضاء خالق کی نزدیکی کا احساس دلاتی ہے کہ دل خود بخود ایک سرشاری کی کیفیت سے معمور ہو جاتا ہے۔ صبح صادق کا منظر جنت کا سدا بہار موسم گویا کہ ہر چیز نئے سرے سے زندہ ہو رہی ہے جس فضا کو آلودہ چھوڑ کر سوئے تھے دوبارہ تازگی سے بھر پور ہو چکی ہے۔ چرند و پرند خدا کی حمد و ثناء میں مشغول ہیں۔ اپنے پالنہار کی عظمت بڑائی کا بیان اور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ اوپر بیان کردہ سوالوں کا جواب شاید آپ اپنی عدیم الفرصتی کو ٹھہراتے ہوئے دینے سے قاصر رہیں مگر میری آپ تمام بھائی بہنوں سے التجا ہے اسے محسوس کریں۔ یقین کریں صبح و مساء ظہور پزیر ہونے والے یہ عوامل دل کی نگاہ کھولتے ہیں اور خدا سے راہ کرنے کو تیر بہدف ہیں۔ اچھا ان سب سے قطع نظر ایک اور سوال ہے آپ کے پاس "روحانی ڈائجسٹ" کا جو پرچہ ہے اس کے سرورق پر ایک تحریر ہے،

یہ پرچہ بندے کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندے کو خدا سے ملا دیتا ہے

آپ نے "نور الٰہی نور نبوت" کا مطالعہ کیا" صدائے جرس" سنی۔ اس رسالے میں شعور لاشعور کے مکالے پڑھے۔ ضرور پڑھے ہونگے سوال یہ ہے کبھی فارغ وقت میں ان پر غور کیا۔ کچھ درس حاصل کیا کبھی خود کی تخلیق پر غور کیا کبھی حصول معاش، حصول علم اور معاشی و معاشرتی زنجیروں سے خود کو آزاد کر کے فطرت کی حسین ڈرائنگ کا مطالعہ کرتے ہوئے ان سوالوں کا خود کو جواب دیں۔ اپنے لئے وقت نکالیں۔ صرف آدھا ایک گھنٹہ تنہا کھلے آسمان تلے فجر مغرب یا عشاء کے بعد نکالیں چھت یا باغ یا پارک وغیرہ میں بیٹھ کر سوچئے وہ سوچ جس کی قرآن بار بار دعوت دے رہا ہے۔

"پھر تم غور و فکر نہیں کرتے"
"کیا تم علم نہیں رکھتے"
کیا تم عقل نہیں رکھتے"
"کیا تم شعور نہیں رکھتے"

جس دن ان سوالات کا جواب آپ بڑ اعتماد طریقے سے دینے پر قادر ہو گئے یقین رکھئے آپ اپنے آپ کو پہچان جائیں گے اور "جس نے خود کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا"۔

مشکل

(ظفرانہ عباس - لانڈھی کراچی)

اے دوست
جدا ہونے سے پہلے
میں نے یہ سوچا بھی نہ تھا
کہ تجھ کو بھلانا کتنا مشکل ہوگا

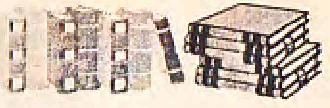

دارالمطالعہ

کسی قوم کی ابتری یا برتری کا دارومدار علم پر ہوتا ہے۔ علم سے محروم افراد اور قومیں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے پستی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ علم کے فروغ کے لئے سلسلہ عظیمیہ کے کارکنان نے "عظیمیہ روحانی لائبریری" کے نام سے کراچی اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں دارالمطالعے قائم کئے ہیں۔ جہاں پر ہر خاص و عام کے لئے مفت مطالعہ اور ممبر شپ فری کی سہولت موجود ہے۔

برائے حضرات (کراچی)

1- R-127/9 دستگیر سوسائٹی فیڈرل بی ایریا نزد رضیہ اسپتال۔ کراچی۔
2- A/9 ، C-1 ایریا ، لیاقت آباد۔ کراچی۔
3- مکان نمبر L-319 سیکٹر 5C-4 نارتھ کراچی۔
4- مکان نمبر R-748 سیکٹر 15-A-1 عقب ہارون شاپنگ ایمپوریم ، بفر زون ، نارتھ کراچی۔
5- مکان نمبر 8 مسجد حنفیہ نزد بلاک نمبر 116 سیکٹر 11-F نیو کراچی۔
6- L-384 سیکٹر 5-D معمار آباد ، سرجانی ٹاؤن۔ کراچی۔
7- پلاٹ نمبر 542 سیکٹر 8، ایل۔ مین چالیس کا روڈ، نزد فاطمہ کلینک، اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
8- مکان نمبر 286 سیکٹر 4-E نزد جامع مسجد محمدی، اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
9- گلشن بہار سیکٹر 16 نزد عظیم ڈیکوریشن اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
10- 1-106 نزد شہنائی پیلس۔ شاہ فیصل کالونی نمبر 3۔ کراچی۔
11- F-2/854 نزد طیبہ مسجد ، مسعود آباد ، ملیر کالونی۔ کراچی۔
12- ایریا 73 - B کہکشاں سوسائٹی۔ ملیر ہالٹ۔ کراچی۔
13- D 36 مکان نمبر 36 نزد بلدیہ گرلز اسکول، فٹبال گراؤنڈ (زمان آباد) لانڈھی۔ کراچی۔
14- مکان نمبر 1 سیکٹر R کورنگی ڈیڑھ نمبر، مین روڈ نزد فرحان کولڈ ڈرنک۔ کراچی۔
15- SC-8 باغ ابراہیم بالمقابل دانش گاہ ہائی اسکول، ملیر سٹی۔ کراچی۔
16- 31/4 شیٹ نمبر 23 نزد 9C بس اسٹاپ، ماڈل کالونی۔ کراچی۔
17- 10/7 کاشانہ کلثوم ، ڈرگ روڈ کینٹ بازار، نزد روملی ڈیکوریشن۔ کراچی۔
18- A-349 فیز 1، گلشن حدید۔ کراچی۔
19- سیکٹر نمبر B-5/3 ملاوی روڈ ، منظور کالونی۔ کراچی۔
20- گلی نمبر 26 محمود آباد نمبر ساڑھے پانچ۔ کراچی۔
21- مکان نمبر 32 سیکٹر A / 3 شاہراہ وقاص، سعید آباد بلدیہ ٹاؤن۔ کراچی۔
22- گلی نمبر 26، بلاک B ، محمدی روڈ ، شیر شاہ کراچی۔
23- نوالین گلی نمبر 3 ، محراب خان ، عیسیٰ خان روڈ، لیاری۔ کراچی۔
24- 104/4 بالمقابل عیدگاہ پارک "D" روڈ، بہار کالونی، لیاری۔ کراچی۔

برائے خواتین (کراچی)

25- R-130/9 دستگیر سوسائٹی، فیڈرل بی ایریا رضیہ اسپتال۔ کراچی۔
26- مکان نمبر L-319 سیکٹر 5C-4 نارتھ کراچی۔
27- مکان نمبر R-748 سیکٹر 15-A-1 عقب ہارون شاپنگ ایمپوریم بفر زون۔ نارتھ کراچی۔
28- مکان نمبر 261 سیکٹر 13-F اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
29- مکان نمبر R-1-3/13 قصبہ کالونی، منگھو پیر روڈ۔ کراچی۔
30- BN-48 بلاک "M" بینظیر کالونی سیکٹر نمبر ساڑھے گیارہ اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
31- D4/99 ملیر کالونی، نشتر اسکوائر۔

کراچی۔

32- مکان نمبر 10-9 گلی نمبر 1 سیکٹر C ، پنجاب روڈ منظور کالونی۔ کراچی۔

33- D-37 گلی نمبر 19۔ محمود آباد 5۔ کراچی۔

34- MC-150 سروے نمبر 97 گرین ٹاؤن۔ کراچی۔

برائے حضرات (سندھ)

35- بالمقابل پیراڈائز نرسری کینٹ روڈ، بدین۔

36- خانزادہ محلہ یونٹ نمبر 5 شاہی بازار نوشہرو فیروز۔

37- نزد سندھ الیکٹرک اسٹور بھریا سٹی۔ ضلع نوشہرو فیروز۔

38- حق باہو آٹو ورکس ، اسٹیشن روڈ بھریا روڈ۔ ضلع نوشہرو فیروز۔

39- B-11,12 قلعہ ایریا عقب پولیس اسٹیشن ٹنڈوالہ یار، ضلع حیدر آباد۔

40- مکان نمبر 68 بلاک نمبر D یونٹ 9 لطیف آباد، حیدر آباد۔

41- دکان نمبر 485 بلاک C بلدیہ شاپنگ کمپلیکس، میرپور خاص۔

42- نزد مہاجر مسجد، ٹنڈو غلام علی روڈ ڈگری، ضلع میرپور خاص۔

43- نزد تاج امروٹی مسجد، محلہ رحمت پور، لاڑکانہ۔

44- محلہ کڑی عطا محمد خان، شکارپور۔

45- نزد HBL ڈگری، ٹنڈو غلام علی روڈ، ڈگری ضلع میرپور خاص۔

برائے خواتین (سندھ)

46- معرفت لیاقت علی ، صدیق کمہار گوٹھ، مکان نمبر 542 وارڈ نمبر 6۔ بدین۔

47- کلیم پیلس c/48 بلاک E یونٹ نمبر 8 لطیف آباد، حیدر آباد۔

48- قاضی عبدالقیوم روڈ، گاڑی کھاتہ، حیدر آباد۔

49- ہاؤس ڈاکٹر ذوالفقار علی سیف نور اسلام محلہ سانگھڑ۔

50- مکان نمبر 250 بلاک 2 ، نزد مجید سائیکل ورکس، ایم اے جناح روڈ سانگھڑ۔

51- معرفت منور احمد خان۔ فوڈ انسپکٹر شاہی بازار شاہ پور چاکر سانگھڑ۔

52- کریم ٹاؤن نزد قائم سینما، میرپور خاص

برائے حضرات (پنجاب)

53- بہار کالونی نمبر 2 نزد اتفاق ہسپتال، کوٹ لکھپت روڈ، لاہور۔

54- اقبال پورہ گلی نمبر 4، سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ۔

55- سپر مارکیٹ نزد امجد ہسپتال، منڈی بہاؤالدین۔

56- مقام ڈاکخانہ پھوکی براہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ۔

57- گلی نمبر 6/17 نزد آفس کونسلر محمد پورہ، فیصل آباد۔

58- گلی نمبر 2 محلہ رحمت آباد سرگودھا روڈ گجرات۔

59- گلی نمبر 1 کمرہ نمبر 109 فرسٹ فلور قادر منزل محلہ عثمان پورہ۔ راولپنڈی۔

60- نزد فیلکن پبلک اسکول فیصل کالونی نمبر 2 فیصل آباد روڈ۔ اوکاڑہ۔

61- نزد ذاکر دواخانہ، ڈب نمبر 1، مانسہرہ

62- MCB 3/508 محلہ عثمان آباد راولپنڈی روڈ، چکوال۔

63- نزد حوالدار ہوٹل ، بڑکی روڈ، گوجر خان۔

64- D-273 لین نمبر 12 لالہ رخ، واہ کینٹ۔

برائے خواتین (پنجاب)

65- 88-A-2 پنجاب گورنمنٹ ہاؤسنگ سوسائٹی۔ نزد جوہر ٹاؤن لاہور۔

66- 9 ہیڈن روڈ، لاہور۔

67- E-23 اولڈ تھرمل پلانٹ، عبداللہ پور، فیصل آباد۔

برائے حضرات (سرحد)

68- سٹی پلازہ۔ گھنٹہ گھر، پشاور۔

برائے حضرات (آزاد کشمیر)

69- کیال بلڈنگ چوک شہیداں۔ میرپور آزاد کشمیر۔

70- بالمقابل فرنیچر 2000، دوسری منزل ریڈیو اسٹیشن چوک، مظفر آباد، آزاد کشمیر۔

برائے خواتین (بلوچستان)

71- 10-9/2856 قلات اسٹریٹ عبداللہ جان کالونی۔ جیل روڈ ہدہ۔ کوئٹہ۔

72- مکان نمبر 23 شیگان اسٹریٹ ، ارباب کرم خان روڈ، کوئٹہ۔

میزبانِ رسول ﷺ کے دیس میں

عظیمی صاحب کا سفرنامہ ترکی

(تیسرا حصہ)

راوی: طاہرہ نثار (مانچسٹر)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مکان دو منزلہ تھا۔ آپ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی "یا رسول اللہ آپ غریب خانہ کی بالائی منزل میں تشریف لے جائیں"۔ حضور نے فرمایا "میرے پاس لوگوں کی آمد ورفت رہے گی۔ اس لئے نچلی منزل میرے قیام کے لئے بہتر رہے گی"۔ حضور ﷺ کی خواہش کے پیش نظر آپ اوپر کی منزل میں منتقل تو ہو گئے لیکن ہر وقت دونوں میاں بیوی مضطرب رہتے تھے۔ ادب عشق کا تقاضہ ہی یہ تھا کہ آپؐ اوپر تشریف رکھتے۔ دونوں کی ذہنی وروحانی کشمکش اس قدر بڑھ گئی کہ راتوں کی نیند اڑ گئی۔ حتیٰ کہ ایک شب دونوں گھر کے ایک کونے میں سکڑ کر تمام رات جاگتے رہے۔ صبح ہوئی تو آپؐ سے اپنی اس ذہنی اذیت کا ذکر کیا اور عرض کیا "ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہر لحہ ہمیں آپ کی بے ادبی کا خدشہ دامن گیر رہتا ہے۔ پچھلی رات کو اس خدشہ نے شدت اختیار کر لی یا رسول اللہ! ہم غلاموں پر کرم فرمادیجئے اور بالا خانے پر تشریف لے چلئے حضور کے غلاموں کے لئے قدموں کے نیچے رہنا ہی باعثِ سعادت ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی درخواست قبول فرمائی اور اوپر کی منزل میں اقامت اختیار کر لی۔ حضور ﷺ نے چھ یا سات ماہ حضرت ابو ایوبؓ کے گھر قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں جس والہانہ عقیدت اور محبت سے آپ کی خدمت کی وہ بے مثال ہے۔ آپ دونوں وقت رسول اکرم ﷺ اور دیگر حاضرین کے طعام کا بندوبست فرماتے۔

بعض اوقات دوسرے انصار کے ہاں سے بھی کھانا آجاتا تو حضور ﷺ اسے حضرت ابو ایوبؓ کے پاس بھیج دیتے۔ آپ ﷺ جتنا عرصہ مدینہ میں قیام پذیر رہے روزانہ کھانا دونوں وقت حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں سے جاتا تھا۔ جس جگہ پر آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی اس جگہ پر آپ نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ جب تک مسجد اور حجرے زیر تعمیر رہے۔ حضور ﷺ حضرت ابو ایوب کے ہاں مقیم رہے۔

ہجرت کے بعد مدینہ کے منافقین اور یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنی شروع کر دیں تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمادی کہ رات کو ہتھیار باندھ کر سویا کریں اور کچھ آدمی رات کو جاگ کر پہرہ دیا کریں۔

ایک موقع پر حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے رات بھر جاگ کر پہرہ دیا تو آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ "اے ابو ایوب خدا تمہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے کہ تم نے اس کی نبی کی نگہبانی کی"۔ یہ آپ ﷺ کی دعا کا ہی اثر تھا کہ حضرت ابو ایوبؓ زندگی بھر مصائب و آلام سے محفوظ رہے اور وفات کے بعد بھی صدیوں تک نصاریٰ ان کی قبر کی حفاظت اور نگرانی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) جہاں آپ کی قبر مبارک ہے مسلمانوں کے زیر نگیں آگیا۔ آج بھی ترکی کی حکومت ان کی قبر کی نگراں ہے۔

ہجرت کے بعد ابتدائی پانچ مہینوں میں مہاجر مسلمان اپنے انصاری میزبانوں کے پاس ایک مہمان کی حیثیت سے رہتے تھے۔ حضور ﷺ نے رشتہ مواخاۃ کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ مہاجرین کے دلوں سے غریب الوطنی کا احساس جاتا رہے دوسرے مہاجرین جو کافی عرصہ سے آپ ﷺ کی صحبت میں رہ کر کافی حد تک آپ کے مزاج شناس ہو چکے تھے اور ان کی تعلیم وتربیت اور اصلاح خود رسول اللہ نے فرمائی تھی اپنے نو مسلم انصار بھائیوں کی تربیت کر سکیں تاکہ وہ بھی حضور ﷺ کے مزاج شناس بن سکیں۔ اس ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں انصار و مہاجرین کو جمع کیا ایک روایت کے مطابق حاضرین کی تعداد 100 اور دوسری روایت کے مطابق نوے تھی۔ ان میں نصف مہاجرین اور نصف انصار تھے آپ ﷺ نے مہاجرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انصار سے فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں" اس کے بعد آپؐ ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصار کا نام پکارتے اور فرماتے "آج سے تم دونوں بھائی بھائی ہو"۔

اس مبارک مجلس میں حضرت ابوایوب انصاری بھی موجود تھے ان کا رشتہ مواخاۃ مصعبؓ بن عمیر سے قائم کیا گیا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اپنے خاندان میں نہایت آسودہ حال رئیس تھے ایک روایت کے مطابق آپ کا ٹیکسٹائل کا کاروبار تھا انصار کے سابقون اولون میں تھے۔ قبول اسلام کے بعد اپنے خاندان کے معلم بن گئے تھے۔ اسی طرح مصعبؓ بن عمیر بھی قریش کے آسودہ حال رئیس تھے بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی تھی مہاجرین کے سابقون اولون میں سے تھے حضور ﷺ نے آپ کو مدینہ میں اسلام کا معلم اول مقرر فرمایا تھا۔ یہ بھی اپنے انصاری بھائی کی طرح رسول اللہ کے سچے عاشق زار تھے۔ بہت پاکباز نوجوان ہونے کے علاوہ سارے مکہ میں ان جیسا خوبرو اور خوش پوش نوجوان کوئی نہ تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں مدینہ میں معلم اول مقرر فرمایا تھا۔

جنگ بدر اور جنگ احد میں بہت جوش سے شریک ہوئے بالآخر جنگ میں ہی شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے تھے۔

استنبول (قسطنطنیه)

ترکی کا یہ مشہور قدیمی شہر ایک اہم بندرگاہ ہے۔ اس شہر کو جو ابدی شہرت نصیب ہوئی ہے، وہ اس لئے ہے کہ اس میں عاشق رسول حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی جائے مدفن ہے۔ یہ ایک ایمان افروز داستان ہے۔ جس کو جاننے کے لئے تاریخ اسلام کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

ترکی کے اس مشہور شہر کا نام قسطنطنیہ بھی تھا جو کہ قسطنطین اعظم کے نام پر 11 مئی 330ء میں رکھا گیا۔ یہ شہر ہمیشہ سے قیصران روم کا پایہ تخت رہا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں قیصر روم نے مسلمانوں کے خلاف خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور اس نے پانچ سو جہازوں کا جنگی بیڑا شام کے ساحلوں پر حملے کے لئے بھیج دیا۔

حضرت عثمانؓ نے ایک اسلامی لشکر قسطنطنیہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا جس میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے علاوہ بڑے جلیل القدر صحابہ بھی جذبہ جہاد کے شوق سے شامل تھے۔ اس وقت حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی عمر 80 سال تھی۔ حضرت ابو ایوب انصاری کی حیثیت لشکر اسلام میں صاحب بدر، صاحب شجرہ اور میزبان رسول کریم ﷺ ہونے کی وجہ سے باعث برکت تھی۔ آپ کی وجہ سے لشکر اسلام کے حوصلے بلند تھے۔ جب رومیوں کو اسلامی لشکر کی تیاری کا علم ہوا تو انہوں نے بھی بڑے زور و شور سے تیاری شروع کر دی۔ جب اسلامی لشکر جنگی بیڑوں پر سوار ہو کر بحیرۂ روم سے گزر کر آبنائے باسفورس میں داخل ہوا اور مناسب جگہ دیکھ کر لنگر انداز ہو گیا اور مجاہدین خشکی پر اتر آئے تو دیکھا رومی پہلے سے ہی وہاں پر پوری طرح دفاع کے لئے تیار کھڑے ہیں بلکہ انہوں نے ان کو ستانے کا بھی

موقع نہ دیا اور حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے نہایت استقلال اور جواں مردی سے مقابلہ کیا بڑے ہی گھمسان کا رن پڑا۔ غرض مجاہدین نے اس جوش ایمانی سے جنگ لڑی کہ رومی مجبوراً شہر میں جا گھسے اور فصیل شہر کے دروازے بند کر لئے۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس کی تسخیر کے مناسب موقع کی تلاش میں رہنے لگے۔

محاصرے کے دوران اسلامی لشکر میں ایک وبا پھیل گئی جس سے کثیر تعداد میں مجاہدین بیمار پڑ گئے اور بہت سے فوت ہو گئے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی اس بیماری میں مبتلا ہو گئے جب ان کی جانبری کی کوئی امید نہ رہی تو امیر لشکر آپ کی خدمت میں عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ کی کوئی وصیت ہو تو فرمائیں۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے فرمایا "جب میں مر جاؤں تو مسلمانوں کو میرا سلام پہنچا دینا اور ان کو بتا دینا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اسی حالت میں انتقال کر جائے کہ رب واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت نصیب کرے گا اور میرا جنازہ سرزمین عدو میں جہاں تک لے جا سکو لے جا کر دفن کرنا"۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وفات کی خبر سے مسلمانوں پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ رات کے اندھیرے میں تمام فوج ہتھیار سجا کر آپ کی میت کو قسطنطنیہ کی دیوار کے عین نیچے لے گئی اور وہاں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ رومیوں نے جب فصیل کے نیچے غیر معمولی سرگرمی دیکھی تو آکر پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ مسلمانوں نے جواب میں کہا کہ ہمارے پیشوائے اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک بزرگ صحابی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہم لوگ ان کی تدفین میں مصروف تھے۔ قیصر نے سارا معاملہ جان کر پیغام بھیجا کہ جب تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ گے تو ہم قبر کھود کر ان کی ہڈیاں باہر پھینک دیں گے۔ اس کے اس گستاخانہ پیغام کے بدلے میں مسلمانوں نے یہ جوابی پیغام دیا "اگر تم نے ایسی حرکت کی تو یاد رکھو مسلمانوں کی وسیع مملکت میں جتنے بھی گرجے ہیں سب کو منہدم کر دیا جائے گا اور عیسائیوں کی قبروں کو اکھاڑ پھینکا جائے گا"۔

قیصر نے کہلا بھیجا "میں تو تمہاری دینی غیرت و حمیت کا امتحان لے رہا تھا۔ کنواری مریم کی قسم ہم تمہارے نبیؐ کے صحابیؓ کی قبر کا اکرام اور اس کی حفاظت کریں گے"۔ اس نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ قیصر روم نے خود حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار مبارک پر قبہ تعمیر کرا لیا تھا۔ آپؓ کی وفات کے بعد مسلمان بہت بددل ہو گئے تھے اور انہوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور واپس چلے گئے۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربت کے بے شمار مقدس لمحات میسر آئے، حضور ﷺ نے آپؓ کو وسائل میں برکت کے حصول کا بے مثل عمل بتایا تھا وہ یہ کہ اناج کو تولا نہ کرو۔ تمہارے لئے اس میں برکت ہوگی۔

فتح قسطنطنیه

حضرت ابو ایوبؓ کی وفات کے بعد جب مسلمان بددل ہو کر واپس چلے گئے تو اس کے بعد مسلمان تاجداروں نے کئی بار کوششیں کیں کہ یہ مضبوط عیسائی حکومت ختم ہو

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پائے مبارک کا نقش

لیکن قسطنطنیہ کی جغرافیائی حیثیت کی بناء پر ایسا ممکن نہ تھا ہر دفعہ ان کی کوشش ناکام ہی ہوتی گئی۔ بالآخر جب تیمور لنگ نے انگورہ کے میدان میں بایزید یلدرم کو شکست دے دی تو ایسا لگا کہ ترک ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے۔ لیکن کسی کو کیا خبر تھی کہ اسی بایزید کی اولاد میں سے ایک ایسے جلیل القدر اور جری بادشاہ ہوں گے جن کے عزم و حوصلے سے یورپ کے سلاطین کے چھکّے چھوٹ جائیں گے۔ اسی بایزید یلدرم کے پڑپوتے سلطان محمد ثانی نے جس کی عمر ابھی صرف 21 سال کی تھی، مسلمانوں کی پہلی پیش قدمی کے 800 سال بعد قسطنطنیہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا۔ یہ سلطان بہت ہی عقلمند اور زیرک تھا۔ اس سے پیشتر کہ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرتا اس نے پہلے آبنائے فاسفورس کے یورپی ساحل پر ایک بہت مضبوط قلعہ تعمیر کرایا۔ جس کا نام رومیلی حصار ہے اس سے قبل ایک قلعہ اس کے والد نے ایشیائی ساحل پر تعمیر کرایا تھا۔ جس کا نام اناطولیہ حصار تھا۔ پھر اس نے ہنگری کے ایک کاریگر کی خدمات حاصل کیں جس نے سلطان کے لئے بہت عظیم الجثہ اور پاور فل توپیں بنوائیں۔ یہ توپیں اتنی بڑی تھیں کہ ایک ہی کو کھینچنے کے لئے 60 بیل جوتے جاتے تھے۔ ایک توپ ایک وقت میں ایک من کا سنگی گولا ایک میل کے فاصلے پر پھینک سکتی تھی۔ سلطان نے یہ توپیں قلعہ کے برج پر لگوائیں اور بہت سا آتشیں سامان حرب جمع کیا۔ اس طرح شہر کی جانب جو بھی جہاز سامان رسد لے کر جاتا مسلمانوں کو خراج ادا کرنا پڑتا یوں قسطنطنیہ کے محاصرے کا آغاز ہو گیا۔

آبنائے باسفورس بحیرہ اسود کو جو شمالی جانب ہے، بحر مارمرا سے ملاتی ہے۔ اس طرح ایک جانب تو یورپی ترکی اور استنبول کو، اور دوسری جانب ایشیائی ترکی اسکودار کو اس سے الگ کرتی ہے۔ اس آبنائے کو عبور کرنے کے لئے 1973ء میں 1078 میٹر لمبا معلق پل بنایا گیا تھا۔ آبنائے باسفورس جو تقریباً 27 کلو میٹر لمبی ہے بہت ہی پُر آشوب ہے۔ اس میں 5 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بحیرہ اسود کا پانی شامل ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے مخالف سمت میں ایک تلاطم کا منظر پیش کرتا ہے۔ قسطنطنیہ پر بے شمار حملوں کی ناکامی اسی آبنائے باسفورس کی وجہ سے ہوئی کیونکہ جب بھی کوئی حملہ ہوتا اسی آبنائے کے راستے سے عیسائیوں کی مدد آجاتی تھی جو اپنی گولہ باری سے حملہ آوروں کو پسپا کر دیتی تھی۔ سلطان محمد کو اس قدرتی دفاعی پوزیشن کا اندازہ تھا اس لئے اس نے ایک انوکھی تدبیر کی۔ صورت حال یہ تھی کہ باسفورس (گولڈن ہارن) اور بندرگاہ قسطنطنیہ کے درمیان 6.5 میل کا فاصلہ تھا۔ سلطان محمد فاتح جو اورنہ سے خود 90 ہزار کا جرار لشکر لے کر اس شہر کی طرف روانہ ہوا تھا، اس کے حکم سے ترکوں نے درمیانی پہاڑی زمین پر صنوبر کی لکڑی کے تختوں کی ایک ایسی سڑک بنائی جس پر روغن اور چربی ملا کر خوب چکنا کر لیا گیا تھا جس کی وجہ سے جو چیز بھی اس پر رکھی جاتی پھسلتی جاتی تھی اس طرح مجاہدین اسلام نے 80 سریع الحرکت کشتیاں اور متعدد بڑے بڑے جنگی جہاز راتوں رات اس عجیب الغریب راستے سے چلا کر گولڈن ہارن میں قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے سمندر میں اتار دیئے۔ جہاں کہیں ان کو بلندی پر چڑھانا مقصود ہوتا وہاں بڑے بڑے رولروں اور گراریوں کو کام میں لایا جاتا۔ اس طریقے سے باہر سے کمک پہنچنے کا راستہ بند ہو گیا اتنے عظیم الشان بیڑے کو خشکی پر چلتا دیکھ کر رومیوں پر دہشت طاری ہو گئی۔ اس تدبیر کے ساتھ ہی شہر کا محاصرہ شروع ہو گیا جو 29 مئی 1453ء کو ختم ہوا اور یہ ناقابل تسخیر اور مضبوط بندرگاہ مسلمانوں کے قبضے میں آگئی۔ اس جنگ میں سلطان کے پیرو مرشد شیخ العصر حضرت شمس الدینؒ اس کے ہمراہ تھے۔ اُن کی دعاؤں کی برکت اور مجاہدین کے جذبہ شہادت کے شوق کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بالآخر فتح سے ہمکنار کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ شہر فتح ہونے کے تین روز بعد تک قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔ اس کے بعد سلطان اس حالت میں شہر میں داخل ہوا کہ وہ گھوڑے پر سوار تھا اور اس کا سر سجدہ شکر کی

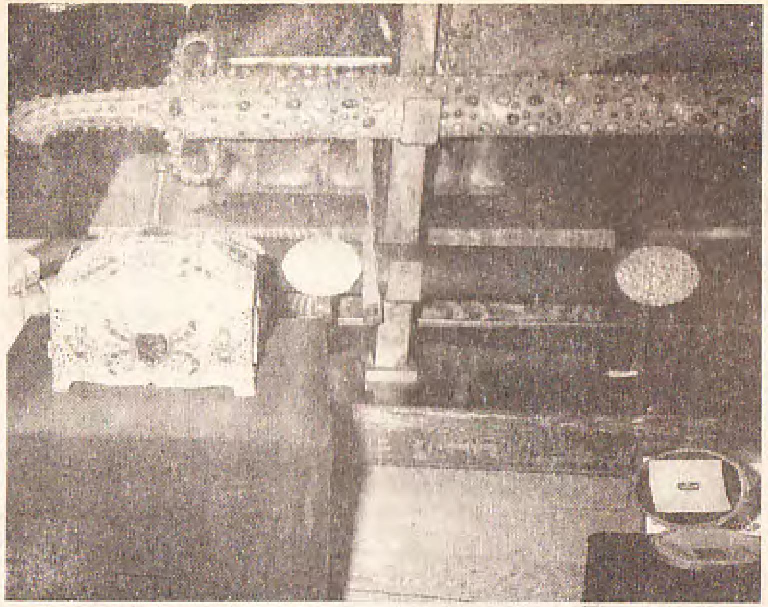

ترکی کے توپ کاپی میوزیم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارک اور موئے مبارک کی تصویر جس میں صحابہ کرام کی تلواریں بھی نظر آرہی ہیں۔

حالت میں گھوڑے کی زین سے لگا ہوا تھا۔ سلطان نے رومیوں کے ساتھ بہت ہی نرمی کا برتاؤ کیا ان کو مذہبی آزادی کا حق دے دیا گیا۔ سارے عیسائی گرجے انہی کے پاس رہنے دیئے ماسوائے ایک کے جس میں سلطان نے نماز جمعہ ادا کی۔ یہ مشہور و معروف گرجا جس کو ایا صوفیہ یعنی دانش مقدسہ کہتے تھے، کو جامع مسجد کی حیثیت دے دی گئی۔ یہ گرجا قسطنطین اعظم کے بیٹے قسطنطنیوس نے 360ء میں تعمیر کرایا تھا۔ یہ گرجا دو دفعہ تو آگ کا شکار ہوا اور تیسری دفعہ زلزلے کی لپیٹ میں آگیا۔ اس کے بعد بادشاہ جسٹینین نے موجودہ شکل میں گنبد اور قبے کے ساتھ بنوایا۔ یہ عمارت بہت ہی خوبصورت اور فن تعمیر کا بہترین نمونہ تھی اب ایا صوفیہ کی حفاظت کے لئے جسٹینین نے سو دربانوں کو مامور کر دیا۔ اس کا فرش صلیب نما ہے یہ عمارت 107 ستونوں کے اوپر کھڑی ہے۔ 40 ستون نیچے کی منزل میں ہیں اور 67 اوپر کی منزل میں۔ پرانے وقتوں میں اس میں حضرت عیسیٰ، ان کے حوارین اور حضرت بی بی مریم کے بت آویزاں تھے۔ جن کو سلطان محمد نے ہٹا دیا۔ تب سے گرجا مسجد کے طور پر استعمال ہو تا رہا حتیٰ کہ 1934ء میں جب بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا اور مصطفیٰ کمال پاشا کو صدر جمہوریہ کے طور پر چنا گیا تو انہوں نے اس مشہور کلیسا کو عجائب گھر میں تبدیل کر دیا۔

سلطان محمد سے قبل مسلمان قسطنطنیہ پر آٹھ بار حملہ آور ہو چکے تھے پہلا حملہ 52ھ میں ہوا جس میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی شریک ہوئے تھے اور جن میں ان کی وفات ہوئی تھی اس کے بعد سے لے کر سلطان محمد فاتح تک نواں حملہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے ہمکنار کیا اور اسی وقت سے یہ عظیم الشان شہر ترک بادشاہوں کا پایہ تخت قرار پایا۔ اس فتح سے تمام عالم اسلام

میں خوشی و شادمانی کی لہر دوڑ گئی ہر طرف سے ملوک و سلاطین نے محمد فاتح کو مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی لحد مبارک کی تلاش

اس وقت تک حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی قبر مبارک مدتوں سے زمین میں مستور تھی۔ لیکن دنیا کے ہر مسلمان کو پتہ تھا کہ میزبان رسول اور اسلام کے اس مایہ ناز فرزند کی قبر قسطنطنیہ کی فصیل کے سائے میں کہیں موجود ہے۔ چنانچہ سلطان محمد نے شہر پر قبضہ کرنے کے فوراً بعد قبر مبارک کی تلاش شروع کروادی۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا کیونکہ فصیل تو کئی میل لمبی تھی۔ چنانچہ فتح کے تیسرے دن سلطان نے اپنے پیر و مرشد سے التجا کی کہ تربت کی تلاش میں ان کی رہنمائی کریں۔ شیخ نے فرمایا کہ انہوں نے فصیل کے باہر ایک نور دیکھا جو زمین سے آسمان کی طرف جارہا تھا اور کیا ہو سکتا ہے وہی جائے لحد ہو۔ چنانچہ وہ اس خاص مقام پر تشریف لے گئے اور وہاں بیٹھ کر مراقبہ کیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے روح حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ملنے کی سعادت نصیب کی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اس فتح عظیم پر مبارکباد دی ہے اور فرمایا ہے کہ "حق تعالیٰ نے تمہاری سعی مشکور کی کہ تم نے میری قبر کے قریب سے کفر و شرک کی تمام نجاستیں دور کیں"۔

سلطان نے عرض کی "یا حضرت اس بندہ پُر تقصیر کو بھی کوئی ایسی علامت دکھایئے جس سے دل مطمئن ہو جائے۔ حضرت شیخ نے پھر مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا "اس مقام کو کھودو یقین ہے کہ اسی جگہ پر آپؓ کی قبر مبارک موجود ہے"۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو سطح زمین سے چند فٹ نیچے سنگ مرمر کا ایک کتبہ نکلا جس پر عبرانی زبان میں کچھ لکھا تھا۔ جب اس کو پڑھوایا گیا تو معلوم ہوا یہ ہی حضرت ایوب انصاریؓ کی قبر مبارک ہے یہ پتھر اب بھی قبر مبارک کے باہر لگا ہوا ہے۔

جواں سالہ سلطان نے جب قبر مبارک کو دیکھا تو فرطِ مسرت سے بے خود ہو گیا اور بے اختیار سجدہ شکر بجا لایا۔ سلطان نے اس مقام پر ایک عظیم الشان گنبد تعمیر کروایا اور اس کے قریب ایک جامع مسجد تیار کرنے کا حکم دیا اور جب یہ مسجد مکمل ہو گئی تو سلطان پورے شاہانہ لباس میں بڑے کروفر کے ساتھ اس مسجد میں گیا اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد اس کے پیر و مرشد حضرت شیخ شمس الدینؒ نے سلطان کے ہاتھ میں تلوار دی اور اسے دعائے خیر و برکت دی۔ اس کے بعد صدیوں تک یہ رسم رہی کہ ترکی کا جو سلطان بھی تخت نشین ہوتا وہ پہلے جامع ابو ایوبؓ میں حاضر ہوتا اور شیخ العصر حضرت شمس الدینؒ کی عطا کردہ تلوار اپنی کمر پر باندھتا۔ اس کے بعد باضابطہ اس کے تخت نشین ہونے کا اعلان کیا جاتا گو کہ اس وقت بادشاہت ختم ہو چکی ہے لیکن ترکی کے لوگ اس رسم کو ابھی تک زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنے قیام کے دوران اکثر والدین کو دیکھا کہ اپنے نو عمر لڑکوں کو شاہانہ لباس میں ملبوس کر کے لاتے ہیں اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار پر سلام پیش کرتے ہیں۔ یہ لباس بہت خوبصورت لگتا ہے ایک تو ترکی کے لوگوں کے بچے بہت پیارے ہوتے ہیں دوسرے یہ کریم کلر اور نیوی بلو کلر کاری سے منقش کام کا شاہی انداز میں بنایا گیا لباس، بچوں پر اتنا جچتا ہے کہ ان پر بے اختیار پیار آتا ہے۔ کوئی بھی شاہی لباس کندھوں پر کیپ، تاج اور شاہی عصا کے بغیر تو مکمل ہو ہی نہیں سکتا اس لئے یہ دونوں لوازمات بھی موجود ہوتے ہیں۔

جامع ابو ایوبؓ بہت ہی خوبصورت مسجد ہے اس کی عمارت اور صحن بہت وسیع ہے نماز کے اوقات میں یہاں بہت رونق ہوتی ہے۔ خاص طور پر جمعہ کے روز تو تل دھرنے کو جگہ نہیں بچتی اس لئے مسجد کے صحن میں چٹائیاں بچھادی جاتی ہیں۔

(جاری ہے)

△

ملک کے مختلف شہروں میں قائم مراقبہ ہالز کے نگران اور عظیمیہ روحانی لائبریری کے لائبریرین خواتین وحضرات سے درخواست ہے کہ اگر آپ لمحاتِ مسرت اور سانحہ ارتحال کیلئے کوئی خبر یا افق کے کالم کے لئے کسی پروگرام کی رپورٹ ارسال فرمارہے ہیں تو ازراہِ مہربانی مراقبہ ہال یا عظیمیہ روحانی لائبریری کے مصدقہ لیٹر ہیڈ پر ارسال کریں۔ بصورت دیگر رپورٹ یا خبر کی اشاعت ممکن نہ ہو سکے گی۔ اہم تقاریب کی رپورٹ کے ہمراہ تصاویر بھی ارسال فرمائیں۔ تصاویر صاف اور واضح ہوں۔ مقررین کی تصاویر ایک ہی رُخ اور یکساں فاصلے سے لی گئی ہوں نیز مخاطب کے چہرے کے نقوش نمایاں ہوں۔ لمحاتِ مسرت اور سانحہ ارتحال کی خبریں ہمیشہ علیحدہ علیحدہ کاغذ پر ارسال کریں۔ بصورتِ دیگر خبر شائع نہیں ہو سکے گی۔

مرکزی مراقبہ ہال میں جشنِ عید میلاد النبی ﷺ

(رپورٹ: نعمان ظفر)

مورخہ 18 جون 2000ء بروز اتوار عظیمیہ جامع مسجد مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماہِ ولادت کی مناسبت سے ایک پُروقار، پُرنور اور روحانی تقریب برائے جشن عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام کیا گیا جس میں ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر عبدالرشید نے خصوصی طور پر شرکت کی اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا "اللہ رب العزت کا ارشاد ہے اے محمد ﷺ میں نے آپ کا ذکر بلند کیا۔ تاریخ انسانی پر نظر ڈالئے تو آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے حضور ﷺ کا نام بلند کیا ان کا نام تاریخ میں بلند ہو گیا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ کے محبوب ﷺ کا نام بلند کرنے والوں کا نام بلند تر نہ ہو۔ میں جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک ایسے دور میں حضور ﷺ کی تعلیمات کے فروغ کا بیڑا اٹھایا ہے جب ہم باتیں تو بہت کرتے ہیں مگر پیغمبرانہ تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، میری دعا ہے کہ اللہ انہیں اس میں کامیاب کرے۔ جب ہم حضور ﷺ کی حیات طیبہ

ڈاکٹر عبدالرشید، وقار یوسف عظیمی، اعجاز رحمانی، جمیل احمد خان اور احتشام الحق حاضرین محفل سے مخاطب ہیں

کاشف نعیم قریشی تلاوت کلام پاک جبکہ عظمیٰ، عائشہ خاتون، شہلا ظفر، محمد آصف، عظمیٰ نوشین، حمیدہ ستار، تبسم، سعیدہ نسیم، عرشیہ جمال اور حمیرا صدف نعت رسول مقبول ﷺ پیش کر رہے ہیں۔

پر غور کرتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ حضور ﷺ نے صرف تیئس برس کے قلیل عرصے میں وہ کام کیا کہ برائیوں کی دلدل میں پھنسے لوگوں کی برائیاں اچھائیوں میں بدل گئیں۔ حقوق غصب کرنے والے حقوق ادا کرنے والے بن گئے۔ ہمارے آقا نے صرف تیئس برس میں دنیا کی کایا پلٹ دی۔ پاکستان کو بنے ہوئے نصف صدی ہو گئی ہے مگر ہم اسلامی معاشرہ قائم نہیں کر سکے۔ اگر آج ہم معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں حضور ﷺ کے کردار کو اپنانا ہوگا۔ محض صورت بدل لینے سے سیرت نہیں بدلتی۔ ہمیں حضور ﷺ کے کردار کے مطابق اپنی سیرت کو بدلنا ہوگا۔ اگر ہم حضور ﷺ کے کردار کے صرف ایک وصف یعنی صداقت و سچائی کو اپنا لیں تو یقین جانئے ہماری ساری برائیاں ختم ہو جائیں گے۔ سلسلہ عظیمیہ میں مراقبہ کا سسٹم موجود ہے مراقبہ کوئی نئی چیز نہیں ہے مراقبہ کی ابتداء تو حضور ﷺ نے خود کی تھی۔ آپ ﷺ بعثت سے قبل غار حرا میں تھوڑی سی کھانے پینے کی چیزیں لے کر چلے جاتے اور ہفتوں وہاں قیام فرماتے۔ حضور ﷺ وہاں کیا کرتے تھے؟ حضور ﷺ وہاں مراقبہ کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ نے آپ ﷺ کو رسالت عطا کی۔ اسی طرح تصوف کا معاملہ ہے۔ تصوف تو ابتدائے آدم سے ہی آگیا تھا۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی حیات طیبہ دیکھیں وہ تصوف کے علاوہ کچھ نہیں۔ تصوف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو اللہ کی رضا کے لئے صاف کر دے۔ آپ کے پیش نظر اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ یہی تصوف ہے۔ قرآن نے اسے تقویٰ کا نام دیا ہے"۔

اس تقریب میں جناب خواجہ شمس الدین عظیمی موجود نہیں تھے انہوں نے لندن سے ٹیلی فونک رابطہ کے ذریعے اس محفل کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "سیرت طیبہ کا مطالعہ ہمیں آگاہی دیتا

عید میلادالنبیؐ کی محفل میں شریک خواتین۔

ہے کہ بعثت سے قبل حضور ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور قدرت کی نشانیوں پر غور فرماتے۔ غار حرا میں آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب بھی غور و فکر یعنی مراقبے میں اپنا وقت گزارتے تھے۔ جب جبرائیل امین آئے اور کہا کہ پڑھو آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں جبرائیل نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور کہا پڑھو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اسی طرح جب جبرائیل نے تیسری بار سینے سے لگا کر بھینچا اور کہا پڑھو تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا پڑھوں تو جبرائیل نے سورۂ علق کی آیات تلاوت فرمائیں۔

وحی کے نزول کے بعد آپ ﷺ گھر آئے تو آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آپ ﷺ دیوار کا سہارا لے کر چل رہے تھے آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو غار والا واقعہ بتایا تو انہوں نے آپ ﷺ کو دلاسا دیا کہ اللہ آپ ﷺ کو رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کی آمد سے پہلے ہر پیغمبر نے آپ ﷺ کی آمد کی پیش گوئی کی تھی کہ میرے بعد ایک نجات دہندہ آئے گا۔ تمام پیغمبروں کی ایک ہی تعلیم ہے کہ سب کو پیدا کرنے والا رب ایک ہے۔ اسی کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو حضور ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ میں کوئی نئی بات نہیں کر رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے ایک بات یہ فرمائی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ حضور ﷺ اللہ کی نشانیوں پر تفکر کیا کرتے تھے تفکر و غور و فکر کا نام ہی مراقبہ ہے۔ مراقبہ کا مطلب ہے کسی چیز کا اس طرح کھوج لگانا کہ حقیقت سامنے آجائے۔ حواس دو طرح کے ہیں ظاہری و باطنی۔ عرب بدو جب اسلام لائے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ابھی تم نے صرف اسلام قبول کیا ہے ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے مسلمان کے دل میں ایمان داخل ہونا ازحد ضروری ہے ایمان کا مطلب ہے یقین و قلبی مشاہدہ۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنا تعارف یوں کراتے ہیں "الحمد للہ رب العالمین" عالمین سے مراد بہت سی دنیائیں ہیں۔ غیب کی دنیا میں بھی اسی طرح کی آبادیاں ہیں جس طرح ہماری دنیا میں ہیں اور حضور ﷺ کو اللہ نے "رحمت للعالمین" کہا ہے۔ رب العالمین کا مطلب ہے عالمین کے لئے وسائل پیدا کرنے والا۔ اللہ نے وسائل پیدا کرنے کے ساتھ ان وسائل کی تقسیم کا نظام تخلیق کیا ہے حضور ﷺ وسائل کی تقسیم رحمت کے ساتھ کرتے ہیں۔

سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حضور ﷺ میں موجود تھیں اللہ عفوو درگزر کرتا

عید میلادالنبی ﷺ کی محفل میں شریک حضرات

ہے رحمٰن ہے رحیم ہے۔ حضور ﷺ تمام عمر عفو و درگزر سے کام لیتے رہے"۔

عظیمی صاحب نے مزید فرمایا "غصہ کنٹرول کرنے والے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں۔ قرآن کی آیات پر تفکر کیا جائے، نماز میں خشوع و خضوع سے کام لیا جائے۔ مراقبہ پر پابندی سے عمل کیا جائے تو مومن کو مرتبہ احسان حاصل ہوتا ہے۔ سیرت طیبہ کا بار بار مطالعہ اور حضور ﷺ کا باطنی و قلبی طور پر دیدار کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ مسلمان کو اللہ نے یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ وہ حضور ﷺ کی زیارت کر سکتا ہے اور آپ ﷺ کے دربار میں حاضری دے سکتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ ظاہری باتوں کے بجائے حضور ﷺ کی طرزِ فکر پر عمل کیا جائے۔

سلسلہ عظیمیہ کا مشن یہ ہے کہ امت مسلمہ کو یہ دعوت دی جائے کہ وہ حضور ﷺ کا باطنی و قلبی طور پر دیدار کریں۔ حضور قلندر بابا اولیاؒ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے کو اللہ نے محض روٹی، مکان اور کپڑے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ بندہ اللہ کو پہچانے"۔

قبل ازیں روحانی ڈائجسٹ کے ایڈیٹر وقار عظیمی نے عید میلاد النبی ﷺ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا "مسلمانوں کے دو تہوار ہیں ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ۔ ہم ان دونوں سے محروم رہتے اگر عید میلاد النبی نہ ہوتی اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ولادت باسعادت نہ ہوتی۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو اللہ کائنات تخلیق نہیں کرتا۔ سلسلہ عظیمیہ نے حضور ﷺ کی تعلیمات کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ سلسلہ عظیمیہ صوفیائے کرام کی تعلیمات کا تسلسل ہے۔ یہ تعلیمات وہی ہیں جو بڑے پیر صاحبؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، خواجہ غریب نوازؒ اور داتا گنج بخشؒ کی تعلیمات ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان تعلیمات کو پیش کرنے کے انداز میں نیا پن ہے جو موجودہ دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اختیار کیا گیا ہے۔ سلسلہ عظیمیہ کو پیغمبران علیہم السلام کی طرزِ فکر حاصل ہے اور سلسلہ عظیمیہ کے وابستگان کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود حضور ﷺ کی تعلیمات کو سمجھے اور ان تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانے کی کوشش کریں"۔ روحانی ڈائجسٹ کے سب ایڈیٹر جمیل احمد خان نے آسان مثالوں کے ذریعے یہ بتایا کہ ظاہری وظائف کی تبدیلی سے انسان کا کردار تبدیل نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ کی طرزِ فکر اپنا کر ہی ہمارے کردار، سوچ، و عمل میں تبدیلی آسکتی ہے محض ظاہری وضع قطع تبدیل کر لینے سے ہم حضور ﷺ کی طرزِ فکر حاصل نہیں کر سکتے۔

قبل ازیں محفل میلاد کا آغاز کاشف نعیم قریشی نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ تبسم نے حمد پیش کی جبکہ عظمیٰ، عائشہ خاتون، شملا ظفر، محمد آصف، عظمیٰ نوشین، حمیدہ ستار، سعیدہ نسیم، عرشیہ جمال اور تمیر اصدف نے بارگاہ رسالت ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔ اس پاکیزہ روحانی محفل میں ملک کے نامور نعت گو شاعر اعجاز رحمانی نے بھی شرکت کی اور نعتیہ اشعار لحن کے ساتھ پیش کر کے داد و تحسین حاصل کی۔ اس پروگرام کی نظامت احتشام الحق نے کی۔

اس محفل میلاد میں خواجہ شمس الدین عظیمی کا خطاب براہ راست ٹیلی فونک رابطہ کے ذریعے راولپنڈی میں بھی سنا گیا۔ ٹیلی فون کے ذریعے خطاب نشر کرنے کی ذمہ داری محمد اظہر اور عقیل احمد نے حسن و خوبی انجام دی۔ خواتین و حضرات کے لئے علیحدہ علیحدہ مسجد کے کشادہ ہال اور لان میں انتظام کیا گیا تھا جہاں رہنمائی کے لئے انتظامی اراکین موجود تھے۔ ہال بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ محفل میلاد کے اختتام پر لنگر کا انتظام تھا جس میں تین ہزار سے زائد خواتین و حضرات نے ایک ہی وقت میں عشائیہ تناول کیا۔ اس محفل میں کراچی کے علاوہ پاکستان کے دیگر شہروں

سے بھی مہمانوں نے شرکت کی۔

حیدر آباد میں محفل نعت

(رپورٹ: اقبال میمن)

ماہ ربیع الاول کے آغاز پر جشن ولادت مصطفٰی ﷺ کے سلسلے میں حیدر آباد کے دیال داس کلب کے وسیع و عریض ٹینس کورٹ پر سندھ کی تاریخ میں پہلی بار دف پر نعت رسول مقبول ﷺ کی محفل منعقد کی گئی، جس کے آرگنائزر محمد اقبال میمن تھے جبکہ منتظمین میں الحاج گلشن الٰہی، سید مختار علی رضوی، قریشی آئرن کے رحمٰن قریشی اور عزیز آرٹ سرکل کے روح رواں حاجی محمد عزیز شامل تھے۔ ساڑھے نو بجے رات سے ہی خواتین و حضرات کی ایک بڑی تعداد اپنی نشستیں سنبھال چکی تھی اور محفل کے آغاز پر ٹینس کورٹ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

محمد سلیم میمن نے اپنے مخصوص انداز میں محفل کا آغاز کیا اور تلاوت کے لئے قاری عبدالستار کو دعوت دی، تلاوت کے بعد معروف نعت خواں منظور حسین کھوکھر اور ان کے ساتھیوں نذیر احمد اور شاہد علی نقشبندی نے حمد باری تعالیٰ پیش کی بعد ازاں عقیل احمد وارثی نے مظفر وارثی کی لکھی ہوئی مشہور زمانہ حمد "کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے" دف پر بہت خوبصورتی سے سنائی۔ دف پر عابد حسین، محمد حنیف اور محمد فرید ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ معروف گائیک استاد محمد شفیع وارثی نے دف پر "جشن آمد رسول اللہ ہی اللہ" اور مشہور زمانہ نعت "شاہ مدینہ" سنا کر سماں باندھا کورس کے ساتھ، عدنان، آصف وارثی، صابر حسین اور عقیل وارثی شامل تھے۔ صدارتی ایوارڈ یافتہ نعت خواں آغا گوہر علی نے اپنے کورس کے ساتھ دف پر "صل علی

پروفیسر عبدالروف روفی نعت رسول ﷺ پیش کر رہے ہیں۔ وقار یوسف عظیمی اور الحاج گلشن الٰہی دعا کر رہے ہیں جبکہ سید مختار علی رضوی، محمد اقبال میمن، رحمٰن قریشی، محمد سلیم میمن، امید علی بھلم اور آغا گوہر علی حاضرین سے مخاطب ہیں۔

پکارو سرکار آرہے ہیں" سنائی۔

اسی دوران معروف روحانی شخصیت خواجہ شمس الدین عظیمی کے فرزند اول روحانی ڈائجسٹ کے ایڈیٹر وقار یوسف عظیمی جب تشریف لائے تو خواتین و حضرات نے کھڑے ہو کر ان کا والہانہ خیر مقدم کیا۔

عزیز آرٹ سرکل کی جانب سے شعبہ نعت میں بہترین کارکردگی پر بہت ہی خوبصورت شیلڈز پروفیسر عبدالرؤف روفی، آغا گوہر علی، الحاج گلشن الٰہی، سید مختار علی رضوی، محمد اقبال میمن، رحمٰن قریشی، محمد سلیم میمن، امید علی بھلم اور وقار یوسف عظیمی کو پیش کی گئیں۔ وقار یوسف عظیمی کو اقبال میمن کی جانب سے سندھ کا روایتی تحفہ اجرک پیش کی گئی۔

آخر میں فیصل آباد سے تشریف لائے ہوئے پی ٹی وی ورلڈ کے حوالے سے دنیا بھر میں شہرت حاصل کرنے والے منفرد نعت خواں پروفیسر عبدالرؤف روفی نے دف پر اپنی پڑھی ہوئی مشہور نعتیں سنائیں ان کے ساتھ عبدالرؤف، غلام علی اور نبیل گیلانی تھے جبکہ کورس میں آصف تبسم، محمد اعجاز اور کامران شامل تھے۔ پروفیسر صاحب کے کلام کے دوران شرکاء کی ایک بہت بڑی تعداد کی آنکھیں اشکبار تھیں خاص طور پر جب انہوں نے عشرت گودھروی کی لکھی ہوئی نعت "آنے والوں یہ تو بتاؤ شہر مدینہ کیسا ہے" سنائی تو سننے والے اشکبار ہو گئے اور جب اپنی پڑھی ہوئی شہرہ آفاق نعت "قصیدہ بردہ شریف" اور "میٹھا میٹھا ہے میرے محمد کا نام" پڑھی تو تمام خواتین و حضرات ان کے ہمنوا ہو گئے۔

محفل کے شرکاء میں وقار یوسف عظیمی کے علاوہ ریڈیو پاکستان فیصل آباد کے سینئر پروڈیوسر فدا حسین گیلانی حیدر آباد، ایوان تجارت و صنعت کے نوجوان نائب صدر ندیم احمد صدیقی، مقامی فلور مل کے عبدالرزاق میمن، ڈاکٹر انیس الرحمٰن صدیقی ایڈووکیٹ، اسٹروِنگ بس ہائی اسکول کے ونگ کمانڈر کیو محمد حاکم، حاجی مشتاق نیوز پیپر ایجنٹ، الحاج واحد بچا، ڈاکٹر صابر سکندری، ڈاکٹر محمد علی میمن، معید شیخ، الحاج یوسف قریشی، غلام حسین غوری، دیال داس کلب کے نواب محمد حسین، سہیل عاصم، آفتاب شیروانی، عادل جاوید، رفیق احمد درباری، نعت خواں ندیم الماس، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے امیر احمد خانزادہ، الحاج اللہ دین، محمد حسین میمن، آصف مشتاق، مشتاق احمد، احسان قریشی، محمد عثمان قریشی، شوکت علی بھائی، جعفر بھائی، اعجاز بھائی، افضل ناگوری، شعیب گنڈو اور روحانہ اقبال کے علاوہ فیروزہ ندیم، کنول ایڈووکیٹ، امینہ آپا، نائلہ آغا، ماہ رخ اقبال، انعم سلیم شامل تھے۔ صحافیوں میں روزنامہ قومی اخبار کے بیورو چیف الطاف داؤد، راحت کاظمی، شوبز صحافی اکرام قریشی، اختر علی اختر، ندیم اشفاق، مذہبی رپورٹر منور خان اور دیگر خواتین و حضرات شریک تھے۔

نیو ٹلینز ایلیمنٹری انگلش میڈیم اسکول کے اسکاؤٹس نے بڑی خوبصورتی سے انتظامات سنبھالے ہوئے تھے، اے ون ایکو ساؤنڈ کے محمد عارف نے بڑی خوبصورتی سے ساؤنڈ آپریٹ کیا۔ جبکہ سیٹ ڈیزائنر عبداللطیف ملتانی تھے۔ یوں یہ خوبصورت محفل رات دو 2 بجے دعا کی منزل پر پہنچی، وقار یوسف عظیمی اور الحاج گلشن الٰہی نے رقت انگیز دعائیں کیں اور تمام شرکاء خواتین و حضرات نے آمین کہا۔

نیوجرسی امریکہ میں محفلِ میلاد

(رپورٹ: چوہدری محمد رفیق)

نیوجرسی میں سلسلہ عظیمیہ کے دوست مستنصر اور شاہینہ کے گھر محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں مختلف طبقہ فکر کے لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز آنٹی نظریہ نے تلاوت کلام پاک سے کیا، انہوں نے سورہ رحمٰن کی آیات بڑی خوش الحانی سے تلاوت کیں۔

وقار عباس اور روبینہ خان نے حمد اور نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ عفت شیراز نے روحانی تعلیمات پر

اپنا مقالہ پیش کیا۔ نگران مراقبہ ہال نیویارک زاہدہ نے حضرت عظیمی صاحب کا پیغام اس پُرنور محفل کے شرکاء کے نام پڑھ کر سنایا آخر میں درودو سلام کے بعد اجتماعی مراقبہ ہوا اور دعائے خیر کی گئی پروگرام کے آخر میں میزبان نے تمام مہمانوں کے لئے عشائیے کا اہتمام کیا تھا۔

نیویارک میں روحانی سیمینار

(رپورٹ: محمد رفیق)

سلسلہ عظیمیہ کی دوست طلعت ہاشمی نے ایک روحانی سیمینار کا انعقاد کیا تلاوت کلام پاک اور حمد و نعت کے بعد انسان کی روحانی حقیقت پر نگران مراقبہ ہال نیویارک زاہدہ نے خصوصی لیکچر دیا۔ بعد میں محفل مراقبہ ہوئی طلعت ہاشمی نے عشائیہ کا اہتمام کیا تھا۔

نیویارک میں محفلِ میلاد

(رپورٹ: روبینہ خان)

بلال مصطفٰے اور مسز رضیہ نے اپنی رہائش گاہ پر محفل میلاد کا انعقاد کیا اس محفل کا آغاز محمد ذکی نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول ﷺ کے بعد ندیم احسن نے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن پر روشنی ڈالی۔ روبینہ خان نے حضور ﷺ کے روحانی علوم پر مقالہ پیش کیا۔ نگران مراقبہ ہال نیویارک زاہدہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی تعلیمات کی روشنی میں استغناء پر لیکچر دیا آخر میں درودو سلام کے بعد اجتماعی مراقبہ اور پھر دعائے خیر کی گئی۔ آخر میں تمام بہن بھائیوں کی پرتکلف ڈنر سے تواضع کی گئی۔

ڈیفنس کراچی میں محفلِ میلاد

(رپورٹ: ام طلحہ)

عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے محفل میلاد کی ایک پروقار تقریب زیر انتظام سٹی ویمن ویلفیئر ایسوسی ایشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی بمقام ڈیفنس سینٹرل لائبریری منعقد ہوئی، جس میں ملک کی نامور نعت خواں خواتین نے انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ نبی آخرالزماں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ درودو سلام پیش کیا۔ گل ہائے عقیدت پیش کرنے کے بعد سٹی ویمن ویلفیئر ایسوسی ایشن کی عہدیداران مسز تہمینہ خالد، غزالہ عارف قاضی اور سیدہ حسن کی درخواست پر تشریف لائی ہوئی قلندر شعور اکیڈمی کی پرنسپل زینب اشرفی نے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی تعلیمات پر روشنی ڈالی اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ اس محفل میں ڈیفنس و کلفٹن کی خواتین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی تقریب کے اختتام پر خواتین کی تواضع مشروبات سے کی گئی اور یوں یہ پُررونق تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

فیصل آباد میں خواتین کی محفلِ میلاد

(رپورٹ: رخسانہ صادق)

مورخہ 9 جون کو عظیمیہ روحانی لائبریری (برائے خواتین) فیصل آباد میں ماہ ربیع الاول کے سلسلے میں محفل میلاد نہایت تزک و احتشام سے منعقد کی گئی جس میں خواتین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ محفل میلاد کی نظامت کے فرائض شازیہ اقبال اور رخسانہ صادق نے سر انجام دیئے۔ پروگرام کا آغاز عدیلہ رمضان کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ امبر عالم، رخسانہ، نائلہ اور شمیم خان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں نعتوں کا نذرانہ پیش کیا۔ مہمان خصوصی کوثر النساء نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی روحانی توجیہہ پیش کی۔ انتظامی امور میں کرن، راحیلہ، نائلہ اقبال، صاعرہ اور ثمرہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بہاولپور میں تقریب جشن عید میلادالنبی ﷺ

(رپورٹ: سید جمشید علی)

گذشتہ دنوں مراقبہ ہال بہاولپور میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا تلاوت کرنے کی سعادت سید صابر حسین نے حاصل کی اس کے بعد نادر علی نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کی پھر ڈاکٹر سرفراز نے اپنی عقیدت کا اظہار حضور ﷺ کی سیرت پر اظہار خیال کرکے کیا۔ اسکے بعد دو ننھے ساتھیوں نادر دانیال اور محمد احمد نے اپنی معصوم آواز میں نعت کا نذرانہ پیش کیا۔ محمد اویس الحسن نے نثری حمد پیش کی اس کے بعد نگران مراقبہ ہال محمد شریف نے اپنا مقالہ پیش کیا جس میں انہوں نے حضور ﷺ کی زندگی اور ان کے معجزات کی توجیہہ پیش کی۔ آخر میں اجتماعی مراقبہ کیا گیا اس کے بعد اجتماعی دعا کی گئی۔ بعد از نماز مغرب تقسیم لنگر کے اختتام پر اس تقریب کا اختتام ہوا اس تقریب کی نظامت کے فرائض نجم الثاقب نے بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیئے مراقبہ ہال کے ساتھیوں نے انتظامی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

کوئٹہ میں محفلِ میلاد

(رپورٹ: ناصرہ تحسین)

گذشتہ دنوں عظیمیہ روحانی لائبریری سیٹلائٹ ٹاؤن کوئٹہ میں محفل میلاد منعقد ہوئی۔ جس میں خواتین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ تقریب کے آغاز میں انعم نے سورۃ العصر کی باترجمہ تلاوت کی۔ خواتین نے نہایت عقیدت اور احترام سے نعت و درود پڑھا۔ عظیمیہ روحانی لائبریری سیٹلائٹ ٹاؤن کی لائبریرین زاہدہ اور ارباب کرم خان روڈ میں قائم عظیمیہ روحانی لائبریری کی لائبریرین ناصرہ نے عظیمی صاحب کے لکھے ہوئے سیرت طیبہ کے اقتباسات پڑھے۔ نعت و درود کے بعد سلام پڑھا گیا اور اجتماعی دعا کی گئی۔ دعا کے بعد لنگر تقسیم ہوا اور خواتین کو شکریہ کے ساتھ رخصت کیا گیا۔

سید طاہر جلیل کا فیصل آباد بار سے خطاب

(رپورٹ: رانا تجمل حسین)

قلندر شعور اکیڈمی پنجاب کے پرنسپل اور نگران مراقبہ ہال گوجرانوالہ سید طاہر جلیل گذشتہ دنوں ایک روزہ دورہ پر مراقبہ ہال فیصل آباد تشریف لائے۔ 12 مئی بروز جمعۃ المبارک دن 11 بجے آپ نگران مراقبہ ہال ذوالفقار کھوکھر اور حاجی محمد سلیم کے ہمراہ فیصل آباد بار کونسل پہنچے تو اقبال احمد ایڈووکیٹ ریٹائرڈ D.S.P سنگل چوھدری عبدالعلی ایڈووکیٹ، اسسٹنٹ اٹارنی ڈسٹرکٹ عبدالقدوس اور رانا تجمل حسین نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ بار کونسل میں آپ نے وکلاء سے "روحانیت کی اہمیت" پر خطاب کیا اور روحانیت کے موضوع پر مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔ دیگر مہمانوں میں ملک شبیر حسین ایڈووکیٹ ممبر مجلس عاملہ احمد رضا ایڈووکیٹ، رانا محمد عمر ایڈووکیٹ اور محمد شیر نصیر ایڈووکیٹ موجود تھے۔

تقریب تقسیم اسناد

(رپورٹ: جمال کھوکھر)

فیصل آباد الٰہی ٹاؤن نزد کوکھووال مراقبہ ہال میں قلندر شعور فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی روحانی کلاس لیول ون کے سالانہ امتحان کے نتیجے کے اعلان کے موقع پر ایک پُروقار تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں مہمان خصوصی قلندر شعور فاؤنڈیشن پنجاب کے پرنسپل سید طاہر جلیل تھے۔ صدارت نگران مراقبہ ہال ذوالفقار کھوکھر نے کی۔ علی شیر نے تلاوت کلام پاک کی سعادت حاصل کی۔ سید طاہر جلیل نے علم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے "اور ہم نے آدم کو اسمائے الٰہیہ کے علوم عطا کیے" یعنی کائنات میں سے صرف آدم کو اللہ نے اپنی نیابت اور خلافت کا علم منتقل کیا ہے۔ آپ نے کہا کہ بھوک، پیاس، نیند، افزائش نسل، پیار، محبت کے تقاضے اگر انسان میں ہیں تو یہی تقاضے حیوانات میں بھی موجود ہیں عقل حیوانات میں بھی ہے اور انسان میں بھی ہے فرق اس علم کا ہے جو اللہ نے آدم کو عطا کیا ہے۔ اسی علم پر کائنات رواں دواں ہے۔ اسی علم کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے"۔ بعد ازاں رزلٹ کا

اعلان کیا گیا جس میں زاہد بلوچ، محسن فاروق اور قدیر احمد نے بالترتیب پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کی۔ تقریب کے آرگنائزر ثاقب اقبال، محمد معراج اور آصف الرحمٰن تھے۔ نظامت کے فرائض رانا محمود صادق نے ادا کیے۔ نزہت کھوکھر، رخسانہ صادق اور علی شیر نے انتظام و انصرام میں بھرپور معاونت کی۔

نوشہرو فیروز میں فکری نشست

(رپورٹ: غلام رسول خانزادہ)

عظیمیہ روحانی لائبریری نوشہرو فیروز کے زیر اہتمام ایک مقامی اسکول میں فکری نشست کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے کیا گیا تلاوت کلام پاک وقار بیر نے کی جبکہ نعت خوانی عارف رشید نے اور منقبت شاہد احمد نے پیش کی پھر لائبریرین غلام رسول نے لائبریری کا تعارف پیش کیا پھر شعبہ لائبریریز مرکزی مراقبہ ہال کے نوشہرو فیروز میں نمائندہ ذوالفقار علی نے اس فکری نشست کے موضوع پر حاضرین سے خطاب کیا اس کے بعد سوال و جواب کا ایک سیشن ہوا۔ لائبریری ممبران اور اسکول کے طلباء و طالبات نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

اس نشست کے انعقاد کرنے میں امجد نگر، حسن کھوکھر اور غلام سرور راجپوت نے حصہ لیا۔

روحانی سیمینار

(رپورٹ: عظیمہ)

گذشتہ دنوں گیر خان ہری پور میں قائم مراقبہ ہال برائے خواتین کے تحت روحانی سیمینار کا انعقاد ہوا۔ محفل کی صدارت کے فرائض نگران مراقبہ ہال ملک خان نے سر انجام دیئے جبکہ نظامت عظیمہ نے کی۔ مہمان خصوصی نکہ پاء مراقبہ ہال کے انتظامی رکن خان افسر تھے۔ محفل کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے خدیجہ نے کیا۔ ہدیہ نعت حضور سرور کونین ﷺ خدیجہ اور ثمینہ نے پیش کیا۔ مقالات پڑھے گئے۔ غزالہ نے روحانی ڈائجسٹ سے "نور الٰہی نور نبوت" عظیمہ نے "صدائے جرس" اور شازیہ نے "استاد اور شاگرد" کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ مہمان خصوصی نے انسان کی اصل حیثیت پر اولیاء اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں گفتگو کی۔

فیصل آباد میں فری میڈیکل کیمپ

(رپورٹ: جمال کھوکھر)

ہر ماہ کی طرح گذشتہ دنوں بھی الٰہی ٹاؤن نزد کھوکھر وال مراقبہ ہال فیصل آباد میں ایک روزہ فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا جس کا اہتمام شعبہ خدمت خلق کے نگران ذوالفقار کھوکھر نے کیا تھا۔ کیمپ کا مقصد لوگوں کے ذہنوں میں بلا تفریق مذہب وملت رنگ و نسل انسانیت کی خدمت کا جذبہ بیدار کرنا تھا۔ میڈیکل کیمپ کی ڈاکٹرز ٹیم کے نگران مقامی ہسپتال کے ایم ایس کیپٹن ڈاکٹر شہزاد ریاض تھے جبکہ ان کے ساتھ محمد عظیم طاہر اور سول اسپتال فیصل آباد کے میڈیکل آفیسر تنویر احمد شیخ تھے۔ دیگر اسٹاف میں ندیم احمد تبسم، شاہد عمران، عابدہ پروین اور کشور سلطانہ تھیں۔

ڈاکٹرز صاحبان نے بعد از نماز جمعہ سے لے کر نماز عصر کا وقفہ کرتے ہوئے نماز مغرب تک تقریباً ساڑھے تین سو (350) مریضوں کا معائنہ کرکے انہیں مفت ادویات فراہم کیں اور ضرورت مند مریضوں کو الٹرا ساؤنڈ کے لئے ٹوکن جاری کئے۔ کیمپ کے اختتام پر ڈاکٹرز صاحبان نے کہا کہ مراقبہ ہال ایسی جگہ ہے جہاں انسان اپنے آپ کو پُرسکون محسوس کرتا ہے۔ نفسا نفسی کے اس دور میں سکون کے متلاشی افراد کے لئے مراقبہ ہال کا قیام سلسلہ عظیمیہ کا عظیم اقدام ہے۔ کیمپ کے آرگنائزر آصف الرحمٰن، محمد معراج دین اور جمال کھوکھر تھے۔ ثاقب اقبال، شاہد محمود، کلیم احمد شیخ اور شہناز کوثر نے انتظام و انصرام میں بھرپور شرکت کی۔ میڈیسن کمپنیوں کے نمائندگان محمد فاروق ظفر، امتیاز احمد، محمد افضل، حاجی عبدالرشید ملک اور اقبال احمد ایڈووکیٹ نے ادویات اور عطیات کیمپ کے لئے

جمع کروائے۔

گورنمنٹ کالج برائے ایجوکیشن میں سائنسی نمائش

(رپورٹ: آسیہ بانو)

گذشتہ دنوں گورنمنٹ کالج برائے ایجوکیشن بلاک 16 فیڈرل بی ایریا میں ایک سائنسی نمائش کا انعقاد کیا گیا۔ اس نمائش میں ضلع وسطی میں قائم عظیمیہ روحانی لائبریریز کی جانب سے مشترکہ طور پر "روحانی سائنس" کے نام سے ایک اسٹال لگایا گیا۔ اس ڈسپلے میں عظیمیہ روحانی لائبریری (برائے خواتین) دستگیر کی جانب سے سلسلہ عظیمیہ کی کتب اور عظیمیہ روحانی لائبریری بفر زون (برائے خواتین) کی جانب سے سید اسد علی کا تیار کردہ اہرام مصر کا ماڈل اور Aura (اورا) پر کئے گئے تحقیقی کام کی فائل شامل تھی۔ وزیٹرز نے روحانی سائنس اسٹال کو کافی سراہا اور عظیمی صاحب کی تحریر کردہ روحانی سائنس پر مبنی کتابوں میں خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔ اسٹال پر تشریف لانے والے سینکڑوں خواتین و حضرات میں عظیمیہ روحانی لائبریری کے اغراض و مقاصد پر مبنی پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ اس نمائش میں عظیمیہ روحانی لائبریری دستگیر سے نصرت شاہین، عرفانہ کوثر، آسیہ، سمیرہ، اور عظیمیہ روحانی لائبریری بفر زون سے شبانہ عرشی، نسرین، مسز رخسانہ اور سید اسد علی نے حصہ لیا۔

یہ اسٹال عظیمیہ روحانی لائبریری (برائے خواتین) کی ممبر ایجوکیشن کالج کی لیکچرار حمیدہ جیلانی کے توسط سے لگایا گیا۔ کالج کی پرنسپل کو روحانی سائنس کے اسٹال کی جانب سے کتاب محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول و دوئم کا سیٹ اور روحانی ڈائجسٹ کا تازہ شمارہ بطور تحفہ پیش کیا گیا جس پر انہوں نے بے حد مسرت کا اظہار کیا اور عظیمیہ روحانی لائبریریز کے کارکنان کو دوبارہ کالج آنے کی دعوت دی۔ نیز کالج کی تمام ٹیچرز میں بھی روحانی ڈائجسٹ تقسیم کئے گئے۔

تربیتی لیکچر

(رپورٹ: سیما ناز)

گذشتہ دنوں عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین بفر زون کی جانب سے گورنمنٹ گرلز سیکنڈری اسکول واقع نارتھ کراچی میں ایک تربیتی لیکچر کا انعقاد کیا گیا۔ اسکول کی ہیڈ مسٹریس عالیہ ہاشمی، اسلامیات کی استاد عائشہ بخاری اور دیگر تمام ٹیچرز نے لیکچر کے انعقاد کے سلسلے میں بھرپور تعاون کیا۔ عظیمیہ روحانی لائبریری دستگیر سوسائٹی کی لائبریرین نصرت شاہین نے اسکول کی طالبات کے سامنے یہ لیکچر پیش کیا۔ لیکچر کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا پھر نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی گئی اس کے بعد عائشہ بخاری نے ابتدائی کلمات ادا کئے اور حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کا تعارف پیش کیا۔ اپنے لیکچر میں نصرت شاہین نے بچوں کے لئے حضرت عظیمی صاحب کی تحریر کردہ کتاب "ہمارے بچے" میں بیان کردہ موضوعات کو اپنے لیکچر میں بیان کیا۔ انہوں نے کہا "آپ بنیادی طور پر کرہ ارض پر دو بڑی مخلوق کو دیکھتے ہیں ایک انسان اور دوسرے حیوان۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون سی باتیں ان میں مشترک ہیں اور کون سی باتیں ایسی ہیں جو ایک مخلوق کو دوسرے مخلوق سے ممتاز کرتی ہیں سوچنے کے بعد جو نکتہ سامنے آتا ہے وہ "علم" ہے انسان اور حیوان کے درمیان سب سے بڑا فرق علم کا ہے"۔ اسکول کی سینکڑوں طالبات اور اساتذہ کرام نے نہایت انہماک و دلچسپی سے اس لیکچر کو سنا اور سراہا۔ لیکچر کے اختتام پر سوال و جواب کا سیشن ہوا، طالبات نے سوال کئے نیز انہوں نے لیکچر سے کیا سیکھا یہ بھی بتایا۔ آخر میں ٹیچرز اور طالبات کو کتابچہ "الصلوٰۃ معراج المومنین" عظیمیہ روحانی لائبریری کی جانب سے گفٹ کیا گیا۔ اسکول اسٹاف کی طرف سے آخر میں پرخلوص ریفریشمنٹ بھی دیا گیا۔ تربیتی لیکچر کے انعقاد میں شبانہ عرشی اور سیما ناز نے معاونت کی۔

☆☆☆

محفل مراقبہ

خدمتِ خلق کے تحت مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں جمعہ کے روز خواتین و حضرات کو بلا معاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین کو صبح ۷ بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح ۸ سے ۱۲ بجے تک ہوتی ہے۔ مرد حضرات کو بعد نمازِ جمعہ نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات ساڑھے تین بجے سے ہوتی ہے۔ ہر ہفتے بعد نماز جمعہ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی زیر سرپرستی اجتماعی محفلِ مراقبہ منعقد کی جاتی ہے۔ جس کے بعد درود شریف اور آیت کریمہ کا ختم ہوتا ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو بعد نمازِ عصر روحانی اور سائنسی علوم پر مبنی لیکچر دیا جاتا ہے۔ محفلِ مراقبہ کے بعد مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو مرد حضرات کے لئے روحانی علاج کی سہولت نہیں ہوتی۔ جمعہ کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔

کراچی: ادریس۔ صوفیہ احمد مظفر۔ شہلا آصف۔ صہیب آصف۔ محمد صدیق۔ شہناز۔ زاہد صدیقی۔ صائمہ کرن۔ نگہت۔ محمد اقبال حسین۔ ڈاکٹر صلاح الدین۔ شبانہ غفار۔ شمیم اختر۔ قاضی فرحان۔ جمیل احمد صدیقی۔ راحیلہ۔ خورشید احمد صدیقی۔ تھوول۔ مسز حنا زبیر۔ شکیلہ اسد۔ جویریہ اسد۔ ظفر اقبال۔ مسز نور جہاں۔ نظیر حسین۔ صبا پروین اختر۔ ثوبیہ۔ صائمہ۔ حکیم۔ محمد اسد عزیز۔ سید انور علی۔ صابرہ سلطانہ۔ عامر وسیم۔ مہر النساء۔ طارق کریم۔ شائستہ جبین۔ بلقیس فاطمہ۔ صفیہ بانو۔ سکینہ۔ مسز ممتاز انور۔ روبینہ جمال۔ مختار محمد خان۔ ممتاز جعفری۔ محمد سلیم۔ یحییٰ ناز۔ علی۔ حبیبہ الطاف۔ محمد علی۔ اسد احمد ظفر۔ نجمی اکبر۔ نگہت سلطانہ۔ زاہدہ۔ بشریٰ زرین۔ محمودہ بیگم۔ آصف ملک۔ عارف زمان۔ عرفان علی۔ سجاد علی۔ سردار علی۔ خدیجہ۔ محمد شاہد۔ عمیر بشیر غوری۔ رقیہ بیگم۔ اسلام الدین حنفیہ۔ شائستہ اسلام۔ عائشہ اسلام۔ شگفتہ اسلام۔ شہزاد احمد۔ محمد ذیشان۔ عبدالعزیز صدیقی۔ زرقا۔ عابد حسین۔ بابر حسین۔ دلاور حسین۔ محمد عظیم۔ شبانہ عظیم۔ عدیل عظیم۔ فرزانہ فرح۔ سعدیہ اظہر۔ فوذھیب خان۔ شہناز پروین۔ اظہر علی خان۔ شاہد جمال۔ ماجد جمال۔ ناصر جمال۔ شیر ارشد۔ فرحت سلطانہ۔ راشدہ اسد۔ انور جمال۔ نگار سلطانہ۔ محمد جاوید۔ شازیہ گلزار۔ نازیہ گلزار۔ ذیشان گلزار۔ مس محمودہ بیگم۔ اظہر گلزار۔ امجد جاوید۔ محمد فاروق۔ محمودہ بیگم۔ صالح محمد۔ منیب۔ مجتبیٰ۔ آسیہ درانی۔ محمد طاہر۔ غوثیہ۔ شمیم اقبال۔ نذر زیدی۔ اویس زیدی۔ محمد رضا۔ محی الدین۔ اسماء جمال۔ طارق سعید۔ نوید سعید۔ فرحت۔ نور شاہ۔ ریحانہ یاسین۔ طلعت۔ کوثر۔ اسماء سحر۔ محمد سہیل۔ عثمان سہیل۔ فاطمہ۔ خادم حسین۔ افشاں۔ فائزہ۔ حبیب اللہ سومرو۔ فرزانہ حبیب۔ ماریہ حبیب۔ منصور احمد۔ مریم۔ مائدہ حبیب۔ طاہرہ وسیم۔ نازیہ ضیاء۔ فصیح احمد۔ ایاز احمد۔ اختریار خان۔ شہناز ماجد۔ حنا نسیم۔ منیزہ۔ محمد قاسم۔ محمد شاکر۔ خورشید۔ طاہرہ۔ خلیق احمد۔ زاہدہ فہیم۔ شبیر حسین۔ منور الرحمٰن۔ اقبال۔ رخسانہ ریاض۔ شیخ محمد شبیر۔ شیخ محمد خان۔ امجد جاوید۔ امتیاز احمد۔ ساجدہ۔ احمد علی۔ محمد علی۔ صوفیہ۔ محمد اسد عزیز۔ عبدالنعیم جاوید۔ شازیہ۔ صوفیہ۔ محمد حنیف اعوان۔ زرینہ مقبول احمد سیال۔ طارق ظہیر۔ افشین رشید۔ حامد علی کیانی۔ نور الصباح۔ عذرا۔ میاں محمد اشرف۔ امجد علی خان۔ رفعت عائشہ۔ زبیر الدین سعدیہ۔ وجیہ۔ فہیم۔ عزیز۔ معین الدین۔ بشریٰ۔ عبدالوہاب۔ عبدالباسط۔ عبدالرحمان۔ سمیہ۔ سلطان احمد۔ وسیم۔ مسرت۔ کوثر۔ نصرت۔ شبانہ سعید۔ آصف سعید۔ عاطف سعید۔ ممتاز النساء۔ مسرت جمال۔ کامران ظفر۔ اعظم نواز۔ اللہ نواز۔ صعود انجم۔ ارم۔ اصغر علی۔ پروین۔ فہمیدہ۔ صفیہ۔ نجمی اکبر۔ سونیا کنول۔ سروری بیگم۔ شاہین۔ شائستہ۔ نسرین۔ شازیہ۔ فرزانہ۔ عمران۔ محمد راشد علی۔ صائمہ راشد۔ فاطمہ راشد۔ فاطمہ بیگم۔ محمد اخلاق۔ افشین۔ محبوب احمد۔ شاہدہ۔ فوزیہ تبسم۔ روحی عماد۔ سید محمد احمد۔ محمد اکبر۔ ثوبیہ۔ محمد جنید۔ زیب النساء۔ رضیہ افتخار صدیقی۔ محمد ناصر۔ گلناز۔ شہناز۔ نعمان۔ نور النساء۔ معروف مہر النساء۔ محمد سہیل۔ شاہد۔ حفیظ۔ معین الدین۔ شاہد علی۔ مسرت نصرت ضیاء۔ منور حامد قریشی۔ نصرت خان۔ محمد خان آزاد۔ محمد شاہد۔ نورین ناز۔ اقبال احمد۔ عذرا پروین۔ افضال احمد۔ وقار احمد راغب سعید راحت سعید۔ زرین تاج۔ حنا تسنیم۔ مسز جمیل۔ قرۃ العین۔ جمیل الدین۔ فرقان۔ شاہ۔ محمد ثناء اللہ۔ سلمیٰ ثناء۔ فرحان ثناء۔ فیصل ثناء۔

شائستہ شاہ۔ دانش۔ عابد۔ محمد علی۔ عبدالستار۔ رحمٰن۔

حیدرآباد:- اللہ ودایو۔ نسیم اختر۔ شکیل۔ محمد عالم۔ جمیلہ۔ خرم۔ جاوید اختر۔ نوید اختر۔ سجاد اختر۔ نفیس اختر۔ انیس اختر۔ پارس اختر۔ الطاف حسین۔ حمزہ۔ اقراء۔ طارق رحیم۔ طاہر رحیم ۔ شکیل ۔ گلزار احمد۔ وزیر احمد۔ خلیل احمد۔ رضوانہ۔ امیر۔ محمد یاسین۔ ضیاء الرحمٰن۔ شہباز سولنگی۔ محمد اکبر۔ حارث۔ مدیحہ۔ نگہت اعجاز۔ رفعت شاکر۔ کشور سلطانہ۔ ثمینہ عرف ثمن۔ اقبال حسین۔ ثریا۔ صفراں۔ نعیم اختر۔ شمیم۔ گل۔ فرحت۔ خورشید بیگم۔ خلیل الدین مرحوم۔ شمس الدین مرحوم۔ رابعہ مرحوم۔ اعجاز فاطمہ مرحوم۔ ثمینہ ناز۔ ممتاز ظفر۔ محمد محسن۔ عالیہ ناز۔ شبانہ ناز۔ عمران۔ محمد انیس۔ رئیس احمد۔ دین محمد۔ مرحوم ضیاء پروین صفدر۔ ضیاء الدین قریشی۔ خورشید اختری عظمیٰ۔ محمد عاقل۔ ندیم۔ شاہدہ سلیم۔ محمد فیصل ندیم۔ محمد نذیر بیگ۔ فرزانہ ندیم۔ محمد کامل۔ عقیلہ۔ محمد خواجہ شہاب۔ نورجہاں۔ عبدالمجید۔ عبدالرشید۔ نجم الدین۔ سعید احمد۔ ناہید اختر۔ مشاہد احمد۔ زاہد احمد۔ خالد احمد۔ راشد احمد۔ بدرجہاں۔ کوثر جہاں۔ شہناز۔ فرقان۔ افضالہ۔ عمرین۔ یامین۔ ناصر۔ تجمل۔ طاہر۔ دلاور حسین۔ شمشاد۔ راحیل احمد۔ ارم کامران۔ جمیل۔ شکیل۔ شبینہ۔ نعیم الحسن۔ سلیم۔ مبینہ۔ عظمیٰ۔ فرحان۔ شائستہ۔ جعفر فریدہ مشتاق۔ منظور النساء۔ فریدہ۔ طاہرہ پروین۔ رفیق احمد۔ ارشد علی۔ کبریٰ ظفر۔ سہیل۔ بشریٰ۔ سعید احمد۔ زرینہ خاتون۔ حمیرا۔ صبا۔ نسیم۔ وسیم۔ نجم الحسن۔ حسین۔ زکی۔ نائلہ۔ محمد آصف۔ لیلیٰ۔ فاطمہ۔ محمد علی بخش۔ جاوید اختر۔ جاوید علیار۔ ارجمند۔ سیدہ عنبرین بانو۔ نورالعین۔ فرخندہ۔ محمود حسین۔ وحیدہ۔ نور محمد۔ محمد شریف۔ محمد شعیب۔ حرا۔ سدرہ۔ علی محمد۔ حبیب عالم۔ حنیف ۔ سیماطلعت۔ محمد عثمان۔ محمد فیضان۔ محمد فرحان۔ نورو۔ اظہر سبحان۔ ثمرین گل۔ عبدالجبار۔ شمشاد۔ عبدالغفار۔ خدیجہ۔ مزمل۔ شاہدہ۔ صائمہ۔ بسم اللہ۔ شبنم رضوان۔ دلاور حسین۔ غزالہ۔ ماہ جبین۔ عظمیٰ۔ ناہید۔ نورجبین۔ شہناز۔ آپا چاند بی بی۔ پروین چنا۔ فیروزہ ندیم۔ منظور النساء۔ ممتاز۔ دلشاد۔ راشد شیبا۔ شاہین۔ رابعہ۔ شازیہ۔ پارو۔ زاہدہ۔ ثوبیہ۔ شبانہ۔ ثمینہ۔ کوثر۔ حمیرا۔ شہناز۔ تسنیم۔ شہزاد۔ سہیل۔ ندیم۔ وسیم۔ ساجدہ۔ انیلا۔ مسرت۔ احمد نواز۔ کرن۔ فاطمہ۔ نائیلہ۔ حمیرا۔ آمنہ۔ پروین۔ شبینہ۔ ناصر نرگس۔ راشدہ۔ محمد سلیم۔ زہرہ۔ باجی جان۔ شازیہ۔ نازیہ۔ فریدہ قریشی۔ نسیم اختر۔ شاہدہ سلیم۔ محمد عاقل۔ محمد سلیم۔ جہانگیر خان۔ محمد فاضل خواجہ۔ محمد یوسف خان۔ سائرہ یوسف خان۔ محمد ندیم۔ محمد کامل۔ عقیلہ۔ فریدہ مشتاق۔ ساجدہ۔ ماریہ۔ عارف۔ عشرت۔ بشیر احمد۔ کلثوم۔ بہاؤالدین۔۔ ظہیر الدین۔ مرحوم بدر الدین۔ فریدہ عمر شیخ۔ ملک مرحوم۔ وقار الدین۔ محمد بدرالدین۔ پریشہ۔ اسمہ۔ سمیرا۔ محمد وصی۔ جمیل احمد۔ شعیب۔ شاکر۔ اسلم خان۔ مریم فاروق۔ غلام خدیجہ۔ جنید احمد۔ صغیر احمد۔ محمد عارف۔ غلام شبیر۔ مسعود احمد۔ محمد عمران۔ زیتون۔ رضوان۔ احسان۔ محمد اسلم وزیر۔ سید نعمت علی۔ محترمہ انیس۔ محروفی بیگم۔ کنول۔ اسماء کنول۔ عمار۔ زینب۔ عشرت۔ قمر علی۔ زبیدہ بیگم۔ شمس النساء۔ مہر النساء۔ طاہرہ۔ مبینہ۔ بشیر احمد۔ تنویر وسیم۔ ندیم۔ بے بی مزمل۔ اختر علی ندیم۔ عامر۔ کاشف۔ جاوید علیار۔ الطاف حسین۔ عدیل حسین۔ اعجاز علی۔ کلیم اللہ۔ اعجاز۔ مرحومہ آمنہ۔ مرحوم حاجی ولی محمد۔ مرحومہ عزیزہ کوثر۔ ارشاد۔ انیس ۔ شمع۔ عروسہ۔ عدنان۔ ثوبیہ۔ عارف۔ ہما ظل الٰہی۔ قربان علی۔ انور علی عابد۔ علی اکمل۔ تجمل محمد۔ خورشید بیگم۔ جلیل الدین مرحوم۔ رابعہ مرحوم۔ اعجاز فاطمہ مرحوم۔ فہیم الدین مرحوم۔ رشیدہ بیگم مرحوم۔ خلیل الدین۔ شکیل الدین۔ عقیل الدین۔ ضیاء الدین۔ صفدر پروین۔ زبیر الدین۔ عارف الدین۔ سلیم الدین۔ ندیم الدین۔ ریحان الدین۔ نوید ناز۔ روحا ناز۔ زوفی ناز۔ پروین۔ یاسمین۔ روفی۔ ہارون۔ ارشد قریشی۔ رضوان۔ سہیل۔ صوفی۔ رضیہ بیگم۔ عمران۔ عدنان۔ سلیمان۔ عالیہ ناز۔ شبانہ ناز۔ ممتاز۔ عظیم۔ ثمینہ اشفاق۔ ممتاز ظفر۔ محمد انیس۔ الیس محمد۔ دین محمد۔ ناہید۔ فریدہ۔ محمد علی۔ مقصود فرید۔ عرشیہ۔ حوا۔ عثمان۔ صائمہ۔ منصور النساء۔ محسن ضیاء۔ شہزاد۔ افروز۔ مینا۔ عمر۔ غفار۔ حاجی یونس۔ نعیم بھائی۔ غلام محمد۔ ڈاکٹر فاطمہ۔ محمد صابر۔ ارم عزیز۔ ناہید۔ حکیم نوید اقبال۔ دامن بخش۔ حسن نوید۔ کنزالنوید۔ احمد نوید۔ نسرین۔ حکیم اکرم۔ محمد آفاق۔ محمد یاسین۔ فرحان علی۔ ارشد علی۔ اختر علی۔ حمیدہ۔ واصف۔ جاوید۔ آصف۔ حارث۔ مدیحہ۔ سیما۔ جمشید۔ فرح۔ راحیل۔ حامد۔ سجاد۔ جواد۔ محمود حسین۔ ناصر حسین۔ انور حسین۔ راشد حسین۔ حنا راشد۔ ہما عرفان۔ نجمہ انور۔ زیب النساء۔ چمن۔ دلشاد۔ نرگس۔ راشدہ۔ شیبا۔ پاشا۔ تاج بی بی۔ اللہ ولایو۔ غضنفر علی۔ شکیل علی۔

لاہور:- اسماء۔ امبر۔ عروج۔ عدیل۔ مسز مسرت۔ بچگی۔ مسز منظور۔ زاہدہ۔ منال ۔ سعیدہ سلطان۔ مسز افتخار۔ مسز حمیدہ۔ مسز کاظمی۔ مسز سرفراز۔ عائشہ۔ مسز مظہر علی۔ عاصمہ احسن عباسی۔ ثمینہ۔ زاہدہ لطیف۔ آمنہ۔ مسز بشیر۔ مسز عبیدہ تجمل۔ کلثوم اشفاق۔ شبلیہ۔ افشاں۔ فرحت جاوید۔ زاہدہ۔ روبینہ اکرم۔ معراج بیگم۔ رقیہ۔ مسز نیازی۔ مصباح۔ فیروزہ۔ صفیہ۔ جویریہ۔ نسیم اختر۔ کرن۔ مسز قمر۔ سائرہ بی بی۔ مسز خالق۔ نصیحت۔ رعنا حق۔ مسز مسرت۔ احمد یار خان۔ ہالہ۔ زین۔ مریم عظمیٰ۔ نور ــ طاہرہ۔ مسز نواز۔ ثمینہ۔ ریاض بی بی۔ ثناء

جاوید خان۔ سردار بیگم۔ نبیلہ۔ مسز ثروت راؤ۔ آسیہ۔ گلنار۔ حمیرا۔ عالیہ گلزار۔ مسز آفتاب۔ شہریار خان۔ عبدالرحمان۔ مسز خواجہ اختر۔ رئیسہ اختر۔ فرزانہ جمشید۔ طلعت۔ نورین عابد ستار۔ رفعت جاوید۔ فاطمہ عقیلہ ثاقب۔ کلثوم نذیر۔ ماہ نور۔ نسیم مسعود۔ مخلصی۔ مسز فیاض۔ ذکیہ رخسار۔ محمد جاوید اقبال۔ اصغر۔ فیضان۔ ماہ رخ۔ رحمت بی بی۔ حرا حق۔ مہرین ظفر۔ شازیہ۔ حمیرا۔ امتیاز۔ ارسلان۔ ماہ نور ثاقب۔ ثمینہ۔ ریاض بیگم۔ زاہدہ۔ طاہر۔ شہناز۔ فراست۔ مسز علی۔ فاران۔ عائشہ عمران۔ آنسہ نصر۔ مصطفیٰ مظفر۔ دانش نصر۔ فارحہ نصر۔ سعدیہ الماس۔ شکیلہ پروین۔ قاسم سعید۔ عاصم سعید۔ ماہ رخ عمران۔ عبدالرشید بٹ۔ تجمل مجید۔ کلیم۔ ندیم۔ راشدہ۔ محمد حنیف۔ یسریٰ۔ احسن عمران۔ آمنہ ۔ ثمینہ۔ نگہت کمال۔ سردار بی بی۔ گل نفیس۔ مجیداں بیگم۔ پروین اختر۔ روبینہ کوثر۔ شگفتہ انور۔ نسرین۔ پروین۔ رابعہ شبیر۔ نذیراں بی بی۔ مقصوداں بیگم۔ نوراں بی بی۔ سعیدہ۔ طاہرہ۔ عبدالمجید۔ ممتاز خان۔ شکیلہ جبین۔ جمیلہ بی بی۔ ثمینہ۔ ریاض بیگم۔ زاہدہ۔ روبی۔ زاہدہ بیگم۔ محمد جان۔ توحید بیگم۔ عرشین۔ رمضان بی بی۔ صدیق النساء۔ سلمیٰ۔ تاج بی بی۔ بشیر احمد۔ حبیب۔ رفتاج بی بی۔ پاروشاہ۔ شمشاد۔ عذرا جبین۔ رضوانہ خالد۔ سعیدہ وڑائچ۔ آسیہ۔ آمنہ۔ بدر وحید۔ رحمت بی بی۔ کوثر۔ طاہر علی صدیقی۔ اسامہ۔ پروین اختر۔ مقبول بی بی۔ غلام فاطمہ۔ زوبیا۔ محمد صدیق۔ نسیم بی بی۔ ثناء۔ حفیظ بی بی۔ جنید۔ نسرین۔ بشیر بٹ۔ فہیم اختر۔ پروین ظہور۔ بشیراں بی بی۔ طیب ظفر۔ رخسانہ۔ ثروت۔ فرحت بیگم۔ تسلیم کوثر۔ انعم۔ مہتاب بی بی۔ نور محمد۔ صفیہ بیگم۔ زین العابدین۔ مختار بی بی۔ نذیر بی بی۔ تاج گل۔ گلشن ریاض۔ محمد وقاص۔ شہباز۔ نذیراں بی بی۔ حسن گل۔ سعیدہ انور۔ رشید نذیر۔ عنایت بی بی۔ عزیز بی بی۔ عذرا بی بی۔ الیس بی بی۔ رقیہ۔ آمنہ حسن۔ محمود خان۔ زینب۔ ثریا بی بی۔ کنیز بی بی۔ رفعت۔ عفت جاوید۔ محمد ریاض رخسانہ۔ نسیم اختر۔ رخسانہ کوثر۔ ممتاز بیگم۔ زاہدہ۔ نذیراں بیگم۔ ثمینہ ربانی۔ عرفان ربانی۔ شمیم۔ عاصم۔ منظور۔ وحیدہ سلطانہ۔ محمد آصف کامران۔ راشدہ محمود۔ علی یوسف۔ نگہت۔ محمد صائم۔ خرم رشید۔ درخشندہ جبین۔ عمارہ سعید۔ انجم۔ زاہد۔ فاروق۔ کامران رضا۔ آصف اقبال۔ فوزیہ۔ منظور احمد۔ شاہد محمود۔ محمد سلیم حیدر۔ عائشہ نواز۔ طارق۔ سلیم مصطفےٰ۔ عذرا یاسمین۔ فرقان احمد۔ ثاقب شکیل احمد۔ یاسمین احمد۔ نعیم۔ چوہدری محمد حسن۔ جمیل رانا۔ شازیہ یاسمین۔ یوسف۔ مہوش۔ عمر سعید۔ سعدیہ۔ عطیہ بیگ۔ صائمہ۔ سعد عامر علی۔ فرزانہ۔ تسلیم کوثر۔ رابعہ۔ سلیم بیگ۔ نورین۔ شاداب۔ مسرت سلطانہ۔ ابراہیم خلیل۔ محمد مدثر۔ حافظ شفیق الرحمٰن۔ عمران۔ یاسر افضال۔ محمد سعید اختر۔ ضیاء الحق۔

اعجاز احمد۔ غزالہ۔ شاہ جہاں۔ طاہرہ لطیف۔ مسٹر اینڈ مسز ابرار۔ نورجبین۔ نورین۔ عائشہ۔ راحت۔ اشفاق۔ فرحت۔ نایاب نور۔ حفیظ احمد۔ راحت۔ جمشید احمد۔ صوبیہ۔ صدف۔ ذوالفقار علی۔ عبدالوحید۔ مبشر علی۔ ریحان۔ پروین طارق۔ عقیل نذیر۔ اسد نذیر۔ رانا گلزار۔ شاہد ملک۔ شفیق۔ مسز جاوید۔ شمیم گلزار۔ میاں مشتاق احمد۔ خرم جاوید۔ جعفر جاوید۔ برہان شجاع۔ ساجد مقصود۔ ظفر محمود۔ نجمہ ظفر۔ اسلم۔ نوید۔ افشاں۔ رعنا ندیم۔ طاہر محمود۔ سرور خاتون۔ وقار عظمیٰ۔ نورین۔ سید مراتب علی۔ سیدہ مہر النساء۔ سید علی رضا۔ سیدام رباب۔ ریحانہ پروین۔ اعجاز۔ شازیہ صدف۔ عاصم۔ نصرت۔ بشریٰ سلطانہ۔ رابعہ اسوئی سعید۔ سید غلام مرتضےٰ۔ ام حبیبہ۔ امجد منہاس۔ توصیف۔ محمد جنید۔ قادری۔ کاشف علی۔ مہرین۔ شہباز احمد۔ فہد علی۔ ڈاکٹر عابدہ۔ ساجد یاسمین۔ شکیلہ خان۔ سارہ وڑائچ۔ طارق جاوید۔ محمد جاوید۔ صدف جمیل۔ رخسار۔ اکمل۔ رضیہ۔ زبیدہ قریشی۔ آمنہ طاہر۔ محمد اسلم۔ علی ارشد۔ وزیر بیگم۔ عمران الحق قریشی۔ محمود ایاز۔ مریم۔ سمیرا ابرار۔ شاہ جہان۔ حفیظ الرحمٰن۔ طاہرہ۔ سجاد حسن کھرل۔ فرید خان۔ امام الدین۔ محمد سلطان۔ نعیم۔ توصیف۔ محمد اکرام۔ شگفتہ۔ توقیر احمد خان۔ سہیل ظفر اقبال۔ ثریا۔ محمد سعید حسن ریاض۔ مہرین۔ اقبال۔ ملک سعید۔ شازیہ صدیقی۔ طلعت صدیقی۔ شہزاد ممتاز۔ ادیبہ مسعود۔ عمر عادل۔ ثاقب۔ شاہد عباس۔ بلال۔ نورین کوثر۔ سید سیف حیدر۔ محمد سلیمان۔ اسرار حسین بٹ۔ محمد سلام۔ طلعت۔ کرن۔ شہزاد رشید۔ بشریٰ۔ نجمہ حیدری۔ ارم جاوید۔ سعد علی رضا۔ ارشد علی۔ جاوید۔ سلیم نواز۔ وسیم نواز۔ قمر سلطان۔ محمد الیاس۔ چوہدری نذر محمد۔ طارق محمود۔ کامران۔ فرزانہ۔ محمد عثمان سعید۔ محمد عبداللہ۔ اعزاز۔ مسز مقبول۔ فردوس۔ گوہر۔ سید کاشف علی۔ ناصر۔ صائمہ شہزادی۔ روبینہ یوسف۔ عمیر بٹ۔ جاوید بٹ۔ روحی۔ ولایت بی بی۔ الماس شاہد۔ شعیب۔ اسماء۔ شازیہ۔ مقدس سلطانہ۔ شہناز طارق۔ عظمیٰ نیازی۔ نادیہ حامد۔ کامران۔ ارشد علی۔ طاہر رانا۔ اقبال ظہور۔ افشاں۔ روزینہ۔ ساجدہ بخاری۔ راضیہ۔ رابعہ منور۔ افشین۔ نوشین۔ سعدیہ منور۔ اسماء صغیر۔ قمر ناز حامد۔ عقیلہ سلطان۔ عاصمہ افضل۔ شازیہ مجیب۔ مغیث۔ عمارہ گل۔ ممتاز فرخ فوزیہ۔ سہیل۔ رفعت ناز وقار۔ تبسم۔ شازیہ۔ تبسم۔ سعیدہ بیگم۔ شکیلہ اقبال۔ مسرت سلطانہ۔ کوثر بیگم۔ عبدالرحیم۔ رضیہ قیوم۔ سعید حسن۔ صائمہ بشیر۔ صابرہ خاتون۔ عصمت آرا۔ طیبہ رانا۔ سید عسکری حسین۔ ارجمند یوسف۔ ثریا سلطانہ۔ نزہت سعید۔ طلعت سعید۔ حنا جمیلہ۔ فرخ ناہید۔ نعیمہ۔ خاور جمیل۔ شاہدہ جمیل۔ مظہر جمیل۔ صباحت۔ شکیلہ۔ عائشہ۔ فوزیہ۔

فیصل آباد:- جمال کھوکھر۔ صائمہ ثاقب۔ اعظم حسین۔ نعیم خان۔ احمد کبیر۔ شمسہ ظہیر۔ ادیبہ اسماء۔ نائلہ۔ نزہت۔ افضل کھوکھر۔ کلیم احمد۔ ملک اشرف۔ جواد شفیع۔ سہیل احمد۔ منظور احمد تبسم۔ اسد رحمان۔ آصف الرحمٰن۔ محمد الحق۔ رفعت مختار۔ مطیع الرحمٰن۔ شمیم افزا۔ انوار الحق۔ شازیہ۔ شہناز۔ مہوش۔ محمد مشتاق۔ شہناز کوثر۔ شہناز پروین۔ افشاں۔ صفدر علی۔ وقاص علی۔ شفقت اطہر۔ سرور بیگم۔ شکیلہ الطاف۔ فیصل فیاض۔ نیلم شہزادی۔ کرن فیاض۔ فوزیہ طاہر۔ زوہیب۔ شاہ زیب۔ میب۔ مبروقہ۔ پرنس عبد الماجد۔ زارا وقاص علی۔ کامران۔ خرم۔ خورشید بی بی۔ ثمینہ معراج۔ معراجدین۔ سکینہ۔ زیبا۔ منصور احمد۔ ساجد فاروق۔ خالدہ پروین۔ ریحانہ نبیلہ۔ نسرین۔ کرن نگہت۔ سعدیہ عنبرین۔ رخسانہ صادق۔ نذیراں بی بی۔ زینب طارق۔ رخشندہ جہانگیر۔ عثمان علی۔ نبیلہ خالد۔ شفقت شاہ۔ بلال شاہ۔ فرحت شاہ۔ حاجی سلیم۔ ام کلثوم۔ ایاز احمد۔ ثاقب اقبال۔ محمد اکرم۔ محمد افضل۔ صائمہ سلیم۔ زبیدہ بی بی۔ شمسہ۔ شرجیل حبیب۔ راحیل واجد۔ زینت طارق۔ سمیرا نور۔ ساجد فاروق۔ سید مختار احمد شاہ۔ صائمہ سلیم۔ زبیدہ بی بی۔

کوئٹہ:- اسلم۔ فرحت۔ منصور اسلم۔ نرگس۔ فواد۔ ثمرہ۔ نعیم اسلم۔ فائزہ۔ نعیم اسلم۔ بابر علی۔ شبانہ اسلم۔ ارسلان بابر۔ شمیم اختر۔ پرویز اختر۔ نادرہ۔ جاوید۔ ابوبکر۔ عمر۔ عبدالرزاق۔ ناصرہ تحسین۔ حماد علی۔ عشا سحر۔ عبدالرحمٰن۔ سعید احمد۔ عنبرین۔ سرمد علی۔ عصمت۔ مثنیٰ۔ احسن علی۔ محسن علی۔ صبا گل۔ شائستہ گل۔ سعید انور۔ ساجدہ۔ نوید انور۔ دانیہ سعید۔ مبین انور۔ اقبال بیگم۔ رفیع۔ انیلہ۔ سعد اللہ۔ فہد اللہ۔ فاطمہ۔ محمد اسلم۔ عائشہ اسلم۔ صدف اسلم۔ اسد اسلم۔ شبانہ ندیم۔ صائمہ افضل۔ نیلوفر۔ شائلہ۔ صوفیہ۔ محمد نواب خان۔ عرفیہ۔ عبیرہ۔ شاہ جمال۔ نسیم قیوم۔ سمیرہ قیوم۔ صوفیہ قیوم۔ فیصل عظمی۔ ندیم قیوم۔ ندیم رحمان۔ علی۔ منصور قیوم۔ طاہرہ۔ طیبہ۔ گل باجی۔ علی بارکزئی۔ مسز علی۔ طارق۔ مسز طارق۔ ابراہیم طارق۔ زاہدہ۔ جلیل۔ علاؤالدین۔ ہما علی۔ اسامہ علی۔ حسام۔ ندیم اویس۔ زیب النساء۔ حبیب۔ رابعہ۔ صلاح الدین۔ عزیز الدین۔ اعجاز احمد۔ ذکیہ اعجاز۔ عمیر۔ زبیر۔ انعم اعجاز۔ فریال اعجاز۔ حفیظ بیگم۔ مشتاق۔ الطاف۔ منیزہ۔ اسماعیل اسحاق۔ احسان الٰہی۔ عمران۔ یحییٰ۔ نذیر۔ مریم۔ عامر۔ ظفر۔ عمران نذیر۔ اسلم۔ رشیدہ بیگم۔ مسعود اسلم۔ روبی۔ حرا۔ جواد۔ ریاض احمد۔ رخسانہ۔ محمد نعمان۔ عرفان۔ صائمہ۔ حنا۔ سحرش۔ محمد اسلم۔ جمیلہ۔ فرخ علی۔ اسد علی۔ اسود علی۔ شاہ رخ علی۔ مقدس۔ اصغر علی قیوم۔ شجاع الدین۔ تہمینہ۔ شگفتہ پروین۔ مسرت۔ اقبال حسین۔ ارشاد حسین۔ نسیم۔ مسرت ارشاد۔ عمران حسین۔ لبنیٰ۔ عاصمہ تسکین۔ علی نازش۔ صائمہ۔ روا۔ محسن حسین۔ عظمیٰ۔ ظاہرہ۔ مہوش۔ مومو۔ محمد اشرف۔ قمر اشرف۔ دانیال۔ عظمت۔ زرینہ چراغ الدین۔

شاہ کوٹ:- خالدہ شاہد۔ شفقت النساء۔ احتشام احمد۔ سحر انجم۔ کاشفہ مزمل۔ وقار احمد۔ جمیلہ۔ شازیہ۔ پروین اختر۔ فضیلت بی بی۔ زبیدہ اسحاق۔ ارشاد بیگم۔ جنت بی بی۔ صغیر بی بی۔ امت الحمید۔ بشیراں بی بی۔ آمنہ بی بی۔ ناصرہ تبسم۔ حسن بی بی۔ پروین۔ بشریٰ۔ عریشہ ہاشمی۔ عثمان تجمل۔ امتیاز ربانی۔ محمد اسحاق۔ محمد طاہر اسحاق۔ محمد امین جاوید۔ محمد یٰسین۔ محمد شفیق۔ منیر احمد۔ محمد اشفاق۔ جبین احمد۔ احتشام احمد۔ وقار احمد۔

سیالکوٹ:- عائشہ نواز۔ روزینہ نواز۔ گلشن عظمیٰ۔ سلمیٰ صابر۔ محمد الیاس۔ محمد عالم۔ نور فاطمہ۔ ممتاز قیصر۔ فرید بٹ۔ کامران بٹ۔ رخشندہ اعجاز۔ کامران اعجاز۔ بدر النساء۔ احمد۔ شاہینہ بٹ۔ احسان۔ محمد عمر۔ احسان نواز۔ عزیز خان۔ عفت خان۔ نوید حسین۔ توفیق احمد۔ رضا مصطفیٰ۔ روبینہ شمس۔ رخسانہ نواز۔ ممتاز بیگم۔ رشیدہ بیگم۔ حمیرا۔ قمر النساء۔ نجمہ اختر۔ ریشم بی بی۔ پروین شمشاد۔ محمد منشی۔ صفیہ شاہد۔ صائمہ خانم۔ شہیلا خانم۔ علوم فاطمہ۔ ثمینہ۔ اطہر۔ یوسف۔ فرزانہ جبین۔ نبیلہ شاہین۔ عظیم۔ وسیم۔ لبنیٰ۔ سجاد۔ محمد قمر۔ نرگس۔ کوثر۔ ستارہ جبین۔ مقیم لودھی۔ طیبہ کوثر۔ عشرت زاہد۔ فرحت عبدالقیوم۔ نسیم۔ اشرف۔ ارشد۔ آمنہ۔ صائمہ۔ امینہ بیگم۔ اجمل بٹ۔ مزمل بٹ۔ ظفر۔ محمد عرفان۔ رسول احمد۔ نورین۔ محمد نواز۔ نازیہ۔ بابر۔ قیوم نظامی۔ نثار۔ اخلاق احمد۔ نظام۔ عامر۔

پشاور:- محمد نبی۔ فاطمہ گل بی بی۔ ذوالفقار علی۔ علی رضا۔ یثرب۔ مہوش۔ ضیاء احمد۔ رخسانہ اقبال۔ ندیم ارشد۔ زینب بی بی۔ حمید اللہ شاہ۔ فرہاد۔ محمد طارق۔ فضل حیات۔ قمر تاج۔ اختر علی۔ عمران خان۔ شکیل احمد۔ مشتاق۔ خان گل۔ بلقیس۔ رفیق۔ نعمت اللہ۔ الطاف حسین۔ نواب خان۔ منظور۔ عنایت الٰہی۔ منظور حسین۔ نوید اختر۔ راز محمد۔ سید ضیاء الحسن۔ عبدالرب۔ عدیل رضا۔ سید بلال حسین۔ عطیہ اقتدار۔ شازیہ اشتیاق۔ سید کمال حسین۔ حیدر خان۔ عمر حیات۔ عبدالحمید۔ لیاقت علی۔ جہانزیب۔ خورشید جمال۔ غلام سرور۔ تجمل حسین۔ سجاد حسین۔ فیصل۔ اشتیاق مسیح۔ مصباح۔ حبیب اللہ۔ نیاز محمد۔ عبدالرحمٰن۔ فاطمہ بی بی۔ نجمہ۔ اجمل۔ سکینہ بی بی۔ آمنہ بی بی۔ مریم بی بی۔ ملائکہ بی بی۔ رضوانہ بی بی۔ طاہرہ بی بی۔ ولایت شاہ۔ محمد علی شاہ۔ اکبر علی شاہ۔ نیاز محمد۔ جمشید علی۔ راحت بیگم۔ کلثوم۔ نجمہ۔ فاطمہ۔ راحیلہ۔ صائمہ۔ حبیب اللہ۔ سرمد جمال۔ روشن دین۔ مسز غفور۔ کاشف۔ روح الامین۔ محمد فاروق۔ شیر افضل۔ نور جہاں۔ عبد اللہ جان۔ علی گوہر۔ جان

محمد۔ شیر محمد۔ جاوید۔ اشتیاق مسیح۔ زبیر۔ شاہد۔ راشد۔ کفایت اللہ۔ عنایت اللہ۔ جمال الدین۔ جنید۔ محمد داؤد۔ ریاض۔ یثرب۔ رضا۔ سمیع الحق۔ خالد جمیل۔ مظہر علی۔ جمال شاہ۔ عمر دراز۔ مبارک علی۔ صالح محمد۔

اٹک:- مسرت محسن۔ حمزہ محسن۔ باسط عزیز۔ عاطف مجیب۔ عنایت مجیب۔ رخسانہ مجیب۔ اسماء۔ جویریہ اصغر۔ محمد مسکین۔ محمد شفیع۔ مریم جان۔ شاہد اقبال۔ ام کلثوم۔ نوید یوسف۔ نور خانم۔ محمد اقبال۔ حاضرہ بی بی۔ کامران احمد۔ اقبال بیگم۔ ذاکر الٰہی۔ منیر بیگ۔ شہباز حسین۔ اکبر نواز۔ خدیجہ یوسف۔ محمد یوسف۔ فوزیہ اقبال۔ کوکب۔ محمد اشرف۔ عظمیٰ نجمی۔ ارشد محمود۔ نسرین اختر۔ مدیحہ۔ غلام رسول قادری۔ عارفہ بی بی۔ صائمہ۔ عاصمہ شاہین۔ نگہت یاسمین۔ اشتیاق احمد۔ بدر النساء۔ عبد المجید شاہ۔ حامد نوید۔ آسیہ بانو۔ جاوید اقبال مرزا۔ نور البشر۔ محمد مسکین۔ وسیم باری۔ شاہد محمود۔ والدین شاہد محمود۔ ارسلان شاہد۔ والدہ شیراز اجمل۔ عماد الدین۔ حاجرہ شیراز۔ عبد الشکور۔ ساجد محمود۔ محمد رفیق۔ عمران احمد۔ پرویز اجمل۔ احمد ممتاز۔ ثریا بیگم۔ راحیلہ نصیر۔ فاطمہ نقوی۔ شبنم محمود۔ مسز صائمہ۔ مسز عائشہ۔ عائشہ آفتاب۔ طوبیٰ خانم۔ ریحان مصطفیٰ۔ شافع احمد۔ مہوش زہرا۔ فہمیدہ بی بی۔ نویدہ بی بی۔ سید خانم۔ آمنہ مظفر۔ مسرت نازنین۔ فرح رشید۔ رابعہ شاہین۔ ثمینہ بشیر۔

سانگھڑ:- ارم ناز۔ شبانہ بلقیس۔ تہمین ناز۔ مریم۔ واجد خان۔ مہروز۔ جلال بی بی۔ خلیل۔ ظفر۔ مظفر۔ ثمرین۔ ثمر۔ اصغری۔ اکرم۔ جمعہ خان۔ شازیہ۔ فوزیہ۔ ریاض۔ صفراء۔ فرزانہ۔ رشید۔ نثار فاطمہ۔ پروین رشید۔ ذوالفقار۔ رضیہ سلطانہ۔ فرحت علی۔ نصرت علی۔ شجاعت علی۔ شوکت علی۔ پروین نصیر۔ سلمیٰ۔ جنید۔ شہیلا بشیر۔ سائرہ۔ رفیق۔ شاہینہ۔ اختر۔ گلناز۔ نیلی بیگم۔ نسیم۔ سمیرا۔ تہمین۔ نانی اماں۔ پروین۔ کوثر۔ صائمہ۔ تمیرا بیگم۔ منور احمد۔ نظیر۔ مظفر احمد۔ صبا فاخرہ۔ گل رخ۔ کبریٰ۔ عذرا۔ شازیہ۔ غزالہ۔ نور جہاں۔ عارف۔ یاسمین۔ مصطفیٰ۔ خلیل۔ بشیر۔ شبیر۔ خالق۔ فجر علی۔ صداقت۔ زاہد۔ ماجدہ۔ عثمان۔ جاوید۔ ماسٹر عارف۔ عرفان۔ محبوب۔ عارف۔ نگہت زیبا۔ ہارون۔ محمد عشرت۔ فضل۔ تہذیب۔ حنا۔ حسن جان۔ پروین۔ شبانہ طاہر۔ عالیہ۔ فائزہ۔ شاہدہ۔ مسز لطیف۔

بھالیہ:- نعیم اللہ طاہر۔ محمد منیر عارف۔ خرم شہزاد۔ عرفان اقبال۔ وسیم احمد۔ امجد اقبال۔ ندیم اقبال۔ زیب۔ ناصر محمود زیدی۔ خالد جاوید۔ رعنا کنول۔ محمد کاشف۔ فرحت افزا۔ محمد مبین احمد۔ محمد متین احمد۔ سکینہ بی بی۔ غلام سرور۔ مزمل جبین۔ قرۃ العین۔ اختر رسول۔ غلام رسول۔ ہارون۔ ذوالفقار۔ یاسر جمال۔ عمران اشرف۔ کاشف مختار۔ محمد ریاض۔ سعدیہ ریاض۔ زوبیہ ریاض۔ فیاض عظیم۔ باسط۔ خالد جاوید۔ فرحت افزا۔ عذرا۔ کاشف۔ حسن احمد۔ رعنا کنول۔ ذوالفقار۔ عمران۔ غلام سرور۔ انجم مختار۔ نعیم اللہ طاہر۔ میاں ذوالفقار۔ ریاض احمد۔

چنیوٹ:- محمد طاہر۔ زاہد۔ شاہد۔ ارشاد۔ اختر علی۔ ڈاکٹر ارشاد۔ تنویر علی۔ محمد گلزار۔ عاشق علی۔ محمد سعید۔ ذوالفقار علی۔ ابوبکر۔ محمد عدیل۔ محمد قاسم۔ اختر۔ اقبال اسلم۔ عثمان۔ عمران۔ آصف۔ اعجاز۔ عزیز الحسن۔ محمد علی۔ شبیر حیدر۔ شاہد منیر۔ بہادل شیر علی۔ شوکت عبد السلام۔ انور علی۔ میاں اعجاز۔ ساجد حسام۔ قاضی مسعود عباس۔ قاضی عادل عباس۔ شیخ نواز۔ محمد الماس۔ قاضی مشرف۔ قاضی اعجاز حسین۔ راجہ فیاض۔ راجہ ممتاز۔ راجہ نواز۔ خیر مجاہد۔ عبد الرزاق۔ طارق ولد رائے۔ پروفیسر مظہر کملانہ۔ پروفیسر راؤ منظور علی۔ پروفیسر محمد ہاشم صدی۔ آصف۔ کاشف۔ ارشد۔ عبید۔ ملک غلام محمد۔ اعجاز بھٹہ۔ کاکے شاہ۔ اسلم شاہ۔ مظہر عثمان۔ عابد حسین۔ ظل حسین۔ مختار صدی۔ محمد نواز۔ ناصر علی۔ محمد مظاہر۔ خادم حسین۔ ملک عابد علی۔ ماسٹر غلام رسول۔ ماسٹر صادق علی۔ محمد یعقوب۔ نعیم قاسم۔ سلیم۔ انعام۔ اکرام۔

گوجرانوالہ:- محمد صدیق۔ محمد انوار۔ محمد اجمل۔ ریاض علی۔ منور سلطانہ مرحوم۔ سلمیٰ بیگم۔ حبیب احمد خان۔ صدف علیم۔ نوشابہ۔ تسنیم احمد۔ اعجاز احمد۔ رخسانہ ناز۔ ثریا بیگم۔ نوید اقبال۔ محمد صدیق۔ منظور احمد۔ طیبہ صدف۔ محمد یوسف۔ محمد اکرام۔ آمنہ۔ نسیم ارشد۔ رفیق بی بی۔ محمد سعید۔ محمد صدیق۔ محمد نعیم۔ محمد خان۔ نادر بٹ۔ بشیر احمد۔ محمد ساجد۔ عابد حفیظ۔ زیب النساء۔ عبد الوحید۔ حاجی احسان اللہ۔ شازیہ۔ ریحانہ ناز۔ جاوید اقبال۔ محمد آصف۔ محمد اکبر۔ نسیم اختر۔ رضوانہ ناز۔ محمد رفیق۔ محمد سجاول۔ عبد الحمید۔ آفتاب احمد۔ شمس بیگم۔ اعجاز احمد کھوکھر۔ روبینہ وحید۔ طاہر ضیاء۔ محمد حسنات غنی۔ روبینہ یونس۔ میاں نصیر۔ ثمینہ خلیل۔ خلیل احمد۔ شہیلا۔ محمد سجاد غنی۔ رانا رئیس احمد۔ نسیم اختر۔ سمیرا۔ نوشین۔ کوثر۔ خدیجہ۔ زاہد۔ ساجد۔ راشدہ۔ ساجدہ۔ نصرت سلطان۔ پروین۔ ثروت۔ حنا۔ فرحت۔ راحت۔

بھریا روڈ:- محمد رفیق بروہی۔ محمد امجد۔ عاشق حسین۔ محمد سلطان۔ محمد الیاس قریشی۔ ڈاکٹر اکبر حسین۔ رضوانہ احمد۔ شاہد جاوید۔ گلزار احمد۔ سردار احمد۔ عبد الرافع۔ سندس سردار۔ مریم سردار۔ محمد صدیق۔ مشتاق احمد گجر۔ بہادر علی قریشی۔ ساجد حسین۔ ارشد اقبال۔ غلام حسین۔ محمد اقبال۔ نورین بی بی۔ عاشق علی چوہان۔ رفعت بانو۔ گزیدانی۔

جہلم:- نجیب احمد۔ منیر حسین۔ ظہیر حسین۔ صائقہ

(ز)۔ محمد کوثر محمود۔ محمد یعقوب۔ مقبول بیگم۔ ثمینہ ذوالفقار۔ ذوالفقار حسین۔ طیب حسین۔ حبیب حسین۔ حسنین۔ انوار الحق۔ ڈاکٹر گلزار حسین۔ ڈاکٹر زاہد حسین۔ ڈاکٹر سجاد احمد۔ عبد الرشید مٹ۔ عبدالرحیم۔ سرور جان۔ محمد عارف مغل۔ ثمینہ امین۔ مس فریدہ۔ مس مقصودہ بی بی۔ زاہدہ بی بی۔ خالد محمود۔ محمد حنیف درانی۔ ڈاکٹر تنویر حسین۔ رخشندہ تنویر۔ شاہد اقبال۔ حاجی ظفر اقبال۔ فرحت افزا۔ راجہ اشتیاق احمد۔ راجہ مختیار احمد۔ محمد سلیم کھوکھر۔ ڈاکٹر راجہ اعجاز احمد۔ ڈاکٹر آفتاب اقبال۔ چوہدری محمد صفدر علی۔

بہاول پور:- محمد اویس الحسن۔ ڈاکٹر سید جمشید علی۔

سید تجلی حسین۔ حافظ دین محمد۔ محمد شریف۔ محمد اطہر۔ شہزاد۔ عطاء الحسن۔ ڈاکٹر سرفراز احمد۔ احسان احمد۔ مبشر۔ مدثر۔ افضال۔ فضل داد۔ سید اخلاق احمد۔ محمد اسحاق۔ میمونہ۔ صدف ذاکر۔ صغریٰ بیگم۔ کوکب نسرین۔ زہرہ خاتون۔ علیشا ایمن۔ محمد عمر اویس۔ جنت خاتون۔ ساجدہ بی بی۔ ستارہ بیگم۔

آزاد کشمیر:- سید بیگم۔ تصدیق حسین۔ نبیلہ گل۔ آصف گل۔ شمائلہ سعادت۔ بشارت فرحان۔ فرح فرحان۔ خالدہ پروین۔ سعیدہ ادریس۔ حاجی ادریس۔ صغریٰ کرامت۔ شاہدہ صوفیہ۔ عابد حسین۔ ثمن عابد۔ فرزانہ۔ فریدہ۔ شاہدہ۔ فائزہ عابد۔ فاطمہ عابد۔ سعیدہ کوثر۔ مشتاق بیگ۔ مشتاق احمد۔

ٹوکن ٹوکن

ٹیلی پیتھی سیکھئے

ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لئے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کریں

پورا نام .... والدہ کا نام ....

عمر (عمر کی تصدیق کے بغیر ٹوکن قابل قبول نہ ہوگا) .... تعلیم ....

مٹھاس سے رغبت زیادہ ہے یا نمکین سے .... اگر آپ کسی روحانی سلسلے میں بیعت ہیں تو اپنے پیرو مرشد اور سلسلے کا نام لکھیں ....

یہ تمام معلومات ایک الگ کاغذ پر ٹوکن کے ساتھ ضرور بھیجیں

۱۔ عام صحت ۲۔ جسمانی حالت ۳۔ مزاج ۴۔ حافظہ ۵۔ مشاغل ۶۔ والدین کی مزاجی حالت ۷۔ والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ تعلقات ۸۔ اگر شادی شدہ ہیں تو میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی ہے یا نہیں؟ ۹۔ بچپن سے لے کر اب تک جن بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں خصوصاً دماغی اور جنسی امراض کی تفصیل ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: ٹیلی پیتھی کے لفافے میں مسائل کے حل یا کسی دوسری چیز کے بارے میں کچھ نہ لکھیں۔ تمام خطوط پتہ لکھے ہوئے جوابی لفافے کے ساتھ ارسال کریں۔

مکمل پتہ: ....

....

ٹیلی پیتھی سیکھئے ۱۔ڈی، ۱/۷، ناظم آباد کراچی ۷۴۶۰۰

ماورائی دنیا

روحانی طالبات و طلباء سے گذارش ہے کہ وہ جب اپنی واردات و کیفیات ارسال فرمائیں تو اپنا پورا نام اور مکمل پتہ تحریر کرنا ہرگز نہ بھولیں۔

قدرت فردوس

آج مراقبہ شروع کیا تو دیکھا کہ بڑا سہانا موسم ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اور ایک درخت (شاید کھجور کا یا ناریل کا) ہوا کے ساتھ جھوم رہا ہے شاید پیچھے سمندر بھی تھا اسی وقت میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں یہ منظر مراقبہ کرتے ہوئے دیکھ رہی ہوں تو منظر فوراً غائب ہو گیا پھر کچھ یاد نہیں کہ کیا دیکھا جب مراقبہ ختم کیا تو آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔ چاند دیکھا دھندلا سا نظر آرہا تھا شاید بادلوں کی وجہ سے اور اس کے کنارے بھی ڈبل نظر آرہے تھے۔ پھر خیالات تنگ کرتے رہے پھر مجھے نیند سی آگئی آنکھ کھلی تو آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا۔

فائزہ

مراقبہ کے دوران دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اس میں سفید رنگ کی بہت خوبصورت مسجد ہے اور فوراً ہی ایک غار نظر آیا جو تصور ہی میں بہت لمبا ہوتا گیا اور پھر غائب ہو گیا۔ اگلے روز رات سونے سے پہلے روضہ رسول ﷺ کا تصور کیا تو ایسا لگا جیسے ایک پاک صاف بستر پر کوئی سو رہا ہے لیکن ان کی شکل نظر نہیں آرہی ہے جبکہ سر پر سفید رنگ کی پگڑی بھی پہنے ہوئے ہیں بہت کوشش کی لیکن چہرہ نظر نہیں آیا۔ ایک روز چاند کو غور سے دیکھ رہی تھی تو ایسا لگا جیسے چاند میں ایک خوبصورت سی چمکتی ہوئی پلیٹ ہے وہ پلیٹ آدھی مڑی ہوئی ہے اور تاریخ کے حساب سے وہ پلیٹ سیدھی ہوتی رہتی ہے اور پھر پورا چاند بن جاتا ہے۔ دوسرے روز میں کمرہ بند کرکے مراقبہ کر رہی تھی تو مجھے ایسا لگا جیسے کوئی مجھے پیچھے سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دے رہا ہے جیسے برف سے ٹھنڈی بھاپ اٹھتی ہو۔

شازیہ حسین

مراقبہ کے آغاز میں ہی تصور قائم ہو گیا پھر پتا نہیں کتنا وقت گزرا کہ اچانک محسوس ہوا جیسے میں خلا میں معلق ہوں۔ جسمانی احساس ختم ہو گیا تھا۔ سارا وقت اس ہی کیفیت میں رہی پھر جب مراقبہ ختم کیا تو پتہ چلا بہت سا وقت گزر گیا ہے جو مراقبے کے وقت سے زیادہ تھا۔ مراقبے میں تھوڑی دیر میں بے خودی سی طاری ہوتی رہی اور بے وزنی کی سی کیفیت رہی۔ آج دماغ کی طرف سے لہریں آتی ہوئی محسوس ہوئیں ان کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ میری آنکھوں پر کپڑا بندھا ہونے کے باوجود بے اختیار میری آنکھیں جھپک گئیں کئی بار ایسا ہوا پھر روشنی کے دائرے اسپارک ہوئے اور ایک آدھ دفعہ سبز رنگ بھی نظر آیا۔ اسکے بعد وقت مقررہ پر مراقبہ ختم کر دیا پھر ایسا محسوس ہوا جیسے بجلی کی باریک لہروں کی طرح لائنیں ادھر سے ادھر جا رہی ہوں۔ اسکے بعد آنکھوں کے سامنے نیلی روشنی کے دائرے بھی نظر آئے جو سفید روشنی کے دائروں سے چھوٹے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں بے خودی سی طاری ہوتی رہی۔ آج سارا دن آنکھوں کے سامنے روشنی کے جھماکے ہوتے

رہے دوپہر کو میں سونے لیٹی تو اپنی عادت کے مطابق کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا۔ پتا نہیں کتنی دیر گزری کہ اچانک کچھ لوگوں کی آوازیں آئیں کہ یہ شر پسند ایسے ہی فساد کرتے رہیں گے۔ آسمان پر دو لفظ لکھے نظر آئے ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب۔ بائیں جانب غالباً مراقبہ لکھا ہوا تھا سفید روشنی سے اور دائیں جانب والا لفظ کوئی عربی زبان کا لفظ تھا جسے میں پڑھ نہیں سکی پھر بہت سارے لوگ نظر آئے جو ہاتھوں میں طرح طرح کی چیزیں پکڑے چیختے چلا تے جا رہے تھے۔ پہلے ان کا شور کم تھا۔ پھر زیادہ ہوا اور پھر اتنا بڑھا کہ میں جو یہ سب دیکھ رہی تھی ایک جھٹکے سے خوف زدہ ہو کر اٹھ بیٹھی۔ اسی رات کے وقت مراقبہ بھی ایسی خوف کی کیفیت میں گزرا اور روشنی کے جھماکے ہوتے رہے۔ پتہ نہیں کتنی دیر گزری کہ اچانک دماغ کی طرف سے لہریں سی آنے لگیں ان میں بہت شدت تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک سیاہ رنگ کا hole سا نظر آیا جو دونوں آنکھوں کے درمیان میں سامنے ذرا دور تھا اور لہریں اس hole کی طرف جاتی اور اس سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئیں ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ hole ان لہروں کا origin بھی ہے اور جانے کا راستہ بھی کافی دیر یہی کیفیت رہی پھر اچانک ختم ہو گئی اور میں نے مراقبہ ختم کر دیا دیکھا تو وقت زیادہ ہو گیا تھا۔ پہلے میری تقریباً ہر دوسری بات پر تلخ کلامی ہو جاتی تھی اور مجھے بعد میں افسوس ہوتا تھا حالانکہ میں جان بوجھ کر نہیں کرتی تھی لیکن جب سے مراقبہ شروع کیا ہے گھر والوں کو خوشگوار حیرت ہوئی ہے۔ کیونکہ میرا 80 فیصد غصہ ختم ہو گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یاحی یاقیوم کا ورد کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی وہ چیزیں جنہیں پہلے نظر انداز کر دیتی تھی اب یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کی بھرپور قدرت کا احساس دلاتی ہیں۔ قرآن پاک کی آیات پر اپنی بساط کے مطابق غور و فکر کرنے کی کوشش کرتی ہوں اسکے علاوہ روحانی ڈائجسٹ کے باقاعدہ مطالعے سے بھی ذہن میں موجود بہت سی چیزوں کی نہ صرف انتہائی سہل تشریح ہوتی ہے بلکہ بہت سی الجھنیں بھی ختم ہوئی ہیں۔

روبینہ فرحت

دوران مراقبہ بند آنکھوں میں ہی گلابی قطروں کے Images نظر آئے گلابی ماحول یا گلابی رنگ کا احساس رہا جو ہر طرف محسوس ہوتا رہا۔ مجھے یہی لگا کہ میری روح کی کوشش کے ساتھ میرا سر بھی ہل رہا ہے۔ بالکل ایسے جیسے پیروں کے راستے کوئی غیر ٹھوس جسم وجود میں داخل ہو رہا تھا۔

اللہ دتہ

300 بار یا عزیز کا ورد کر کے مراقبہ شروع کیا، مراقبہ میں آج خیالات کافی کم تھے عجیب سا سکون تھا، عجیب سی خاموشی تھی ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے میرے سر میں کوئی چیز حرکت کر رہی ہے مجھے خیال آیا کہ میری روح تھی جو آزادی چاہتی تھی لیکن اس کو رستہ نہیں مل رہا تھا اس لیے سر میں عجیب سا درد محسوس ہوا پھر یک دم احساس ہوا کہ میں کسی کی پناہ میں ہوں پھر دیکھا کہ میں ایک نیلے رنگ کے سمندر میں بیٹھا ہوا ہوں سمندر کا پانی میرے پورے جسم میں پھیل گیا جس سے جسم ہلکا محسوس ہوا ایسا لگا کہ کوئی مقناطیس سر سے اوپر میرے جسم سے روح کھینچ رہا ہے یہ عمل آخر تک جاری رہا۔ پھر دیکھا کہ جیسے بادل چمک رہے ہیں تیز بارش ہو رہی ہے اور میں اس میں بیٹھا ہوا بھیگ رہا ہوں اور ٹھنڈ محسوس کر رہا ہوں بارش کا پانی نیلے رنگ کا تھا اور مجھ کو یوں محسوس ہوا کہ بارش کے قطرے جم کر کرسٹل کی طرح بن رہے ہیں اور میں ان میں بیٹھا ہوا ہوں میرے سارے جسم پر قطرے جم کر کرسٹل بن گئے۔ اگلے روز حسب معمول مراقبہ شروع کیا آج کے دن کچھ پریشان تھا اس لیے ذہن خیالات سے بھرا رہا۔ جب بھی تصور نیلی روشنی پر قائم ہوتا فوراً کوئی خیال اس تصور کو قائم نہ رہنے دیتا ہدایات پچھلے دنوں کی طرح جاری رہیں۔ روزانہ کی طرح باوضو ہو کر مراقبہ شروع کیا تو خیالات کا تانا بانا جاری ہو گیا آہستہ آہستہ خیالات کم ہونے شروع ہوئے اور تصور

نیلی روشنی پر مرکوز ہو گیا تو پورے جسم میں عجیب سی ٹھنڈک کا احساس ہوا اور یوں محسوس ہوا کہ میں نہ تو سو رہا ہوں نہ جاگ رہا ہوں سر میں ہو جھل پن اور عجیب سی حرکت محسوس ہوئی جیسے کوئی لہری کھوپڑی کے اندر تیزی سے گھوم رہی ہے ہدایات حسب عادت جاری رہیں۔ باوضو ہو کر 300 بار یا عزیز پڑھ کر مراقبہ شروع کیا تو خیالات تھے جو آہستہ آہستہ دماغی اسکرین سے غائب ہو گئے اور نیلی روشنی نے آسمان سے برسنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے میرا سر گردن اور جسم ٹھنڈا ہو گیا میرے اپنے ہونے کا احساس چند منٹ کے لئے ختم ہو گیا یوں محسوس ہوا کہ جیسے میں "میں" نہیں ہوں اس احساس سے کچھ خوف محسوس ہوا پھر یوں محسوس ہوا کہ بابا جی میرے پاس موجود ہیں ان کی ذات کے سائے نے چاروں طرف سے مجھ کو گھیر لیا اور میرا خوف مٹ گیا ہدایات حسب معمول جاری رہیں۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد 300 بار رحمٰن کی تسبیح کی پھر شمال رخ منہ کر کے آنکھیں بند کیں ایک کپڑا آنکھوں پر لپیٹا اچھی طرح اندھیرا کرنے کے بعد مراقبہ شروع کیا۔ روضہ رسول ﷺ کا تصور کرنے لگی۔

بلقیس نواز

صبح کی نماز پڑھ کر یاحی یاقیوم کی تسبیح کرنے لگی آنکھیں بند کر کے پڑھ رہی تھی کہ محسوس ہوا کہ دائیں طرف سر سے اوپر کر کے لفظ اللہ بہت روشن ہے اس میں سے نور کی شعاعیں نکل کر میرے سر اور جسم پر پڑ رہی ہیں رات کو عشاء کی نماز ادا کرنے بعد لائٹ بند کر کے تقریباً 15 منٹ کا مراقبہ کیا روضہ رسول کبھی واضح ہو جاتا کبھی دھندلا سا عکس دکھائی دیتا کبھی بالکل غائب ہو جاتا اور اندھیرا پھیل جاتا پھر روشنی کے چھوٹے چھوٹے اسپاٹس نظر آتے کبھی اندرونی منظر ہوتا کبھی بیرونی دروازہ تو روضہ رسول کی جھلک دکھائی دی پھر میں نے خود کو شیشے کے گلاس کے ساتھ کسی تالاب میں سے جگ میں پانی بھرتے ہوئے دیکھا۔ نیلے رنگ کے روشن سپاٹس دکھائی دیتے رہے۔ گنبد خضرا بھی روشنی کی لکیروں میں آتا دکھائی دیتا۔ پھر مجھے ایک آنکھ گھورتی نظر آئی۔ ایک بیمار عورت لیٹی نظر آئی۔ اس کے بعد کھجور کا ایک درخت اور اس کے بعد پورا باغ کھجوروں کا نظر آیا۔ باغ کے اندر روضہ رسول ﷺ کی جھلک دکھائی دی۔ اندھیرا چھا گیا۔ گول گول اندھیرے دائرے گھومتے نظر آئے پھر نیلے روشن دائرے میں اور پھر ایک لمبی روشن لکیر میں روضہ رسول ﷺ روشن روشن نظر آیا۔ مراقبہ کا آغاز کیا آج کچھ پریشان تھا اس لیے توجہ نیلی روشنی پر قائم نہ رہتی اور خیالات کا ہجوم دماغ پر قبضہ کر لیتا۔ بند آنکھوں سے تصور کرنے میں اب مجھے کچھ خاص وقت نہیں ہوتی ہے۔ اب میں آنکھیں بند کر کے جس بھی چیز کا نقش ذہن میں لانا چاہوں ان میں سے اکثر فوراً اور کچھ چند لمحوں کے بعد نظر آجاتی ہیں۔ رنگ ابھی صاف نظر نہیں آتے صرف کالا سفید اور نیلا رنگ زیادہ نظر آتے ہیں اور چیزیں بھی انہی رنگوں کی نظر آتی ہیں اب تو کھلی آنکھوں سے بھی تصور کر کے کئی چیزوں کو دیکھ لیتی ہوں۔

عاصم شہزاد

دوران مراقبہ ادھر اُدھر کے خیالات آتے رہے پھر اندھیرا گہرا ہوتا گیا۔ ایسا لگا کہ میں سفر کر رہا ہوں خود کو بے وزن محسوس کیا اوپر کی طرف اٹھتے ہوئے یہی پر کیف جسمانی کیفیت طاری رہی پھر تیز سرخ روشنی دیکھی ایسا لگا کسی طاقت نے مجھے پکڑا ہوا ہے اور میں آگے سفر کرتا جا رہا ہوں۔ میں غبارے کی طرح پھولتا جا رہا ہے۔ گنبد خضرا کی زیارت ہوئی پھر منبر رسول ﷺ کا خیال آیا کہ آپ ﷺ وہاں بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے پھر محسوس ہوا کہ ایک کمرے میں ہوں پھر خلا میں سفر کرتا محسوس کیا جیسے کائنات کے سفر پر ہوں۔ دماغ کو ہلکا محسوس کیا تھوڑی دیر بعد چکر بھی آجاتا جسم ہلکا محسوس کیا۔ اندھیرے میں نیلے Dots دکھائی دئے۔ کانوں میں سرسراہٹ کی آواز بھی آجاتی۔ اندھیرے میں دو آنکھیں دیکھیں۔

روحانی فون سروس

فوری مشورے کے لئے رجوع کریں

کراچی	حیدر آباد	لاہور	راولپنڈی	فیصل آباد	کوئٹہ

میں آپ کی خدمت کیلئے

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی زیر سرپرستی ادارہ روحانی ڈائجسٹ نے آپ کے مسائل کے حل پر مبنی جوابات براہ راست پیش کرنے کے لئے روحانی فون سروس شروع کی ہے۔ روحانی فون سروس کے ذریعے حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے اجازت یافتہ حضرات دی گئی ہدایات کے مطابق قارئین کے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ روحانی فون سروس کے ذریعے آپ اپنے مسائل کا براہ راست حل معلوم کر سکتے ہیں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے کالم میں شائع ہونے والے کسی جواب کے بارے میں کوئی وضاحت طلب کرنا ہو تو معلوم کر سکتے ہیں۔ محفلِ مراقبہ میں دعا کے لئے نام لکھوا سکتے ہیں، نومولود بچوں کے نام کے بارے میں دریافت کر سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی کتاب "روحانی علاج"، "رنگ و روشنی سے علاج" یا ان کی کسی بھی دوسری کتاب کے بارے میں کوئی بھی بات دریافت کر سکتے ہیں۔

ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیجئے
یہ ہمارے لئے باعث افتخار ہے

حکیم وقار یوسف عظیمی

کراچی	6685469 شام 5 بجے سے 8 بجے تک۔ اتوار 10 سے 1 بجے تک 6688931 علاوہ جمعہ، ہفتہ و سرکاری تعطیلات
حیدر آباد	866411 شام 6 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ جمعہ، ہفتہ و سرکاری تعطیلات
لاہور	7243541 شام 4 بجے سے 6 بجے تک
راولپنڈی	584557 3 بجے سے 5 1/2 بجے شام تک
فیصل آباد	719065 صبح 10 بجے سے 1 بجے تک علاوہ جمعہ
کوئٹہ	837187 شام 7 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ اتوار

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

مرکزی مراقبہ ہال ۔ سرجانی ٹاؤن ۔ کراچی

کی زیر سرپرستی پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم مراقبہ ہال اور نگران خواتین و حضرات

حیدر آباد :- ممتاز علی۔ گلشن شہباز نزد ٹول پلازہ۔ رابطہ آفس :- 237/C بلاک E یونٹ نمبر 9 لطیف آباد حیدر آباد۔ فون : 866411

حیدر آباد :- فیروزہ ندیم ۔ کلیم پیلس 48/C بلاک E لطیف آباد 8۔ حیدر آباد

ٹنڈو الہ یار :- ڈاکٹر نور محمد۔ ایم جنسی سینٹر مارکیٹ، چوک ٹنڈو الہ یار۔ ضلع حیدر آباد

سانگھڑ :- شوکت علی ۔ 262/51 نزد نورانی مسجد

نوابشاہ :- سید رفاقت علی۔ 2C-201 لیاقت آباد۔

نوابشاہ :- سائرہ خاتون ۔ B-433 سوہنی بازار

لاڑکانہ :- نظام الدین چنہ۔ نچل سرمست ہاؤسنگ کالونی، پوسٹ بکس نمبر 16۔ پوسٹ کوڈ 77150۔ لاڑکانہ

فیصل آباد :- محمد ذوالفقار کھوکھر ۔ الٰہی ٹاؤن نزد گورنمنٹ ایلیمنٹری گرلز اسکول۔ کھوکھووال۔ ملت روڈ رابطہ آفس :- ماجد دواخانہ، گلی نمبر 1، جیلانی پورہ، جھال ستیانہ روڈ۔ فیصل آباد

لاہور :- میاں مشتاق احمد۔ A/158 مین بازار مزنگ۔

حجرہ شاہ مقیم :- پروین اختر۔ نزد جنرل بس اسٹینڈ۔ چورستہ روڈ۔ حجرہ شاہ مقیم

خانیوال :- زہرہ۔ بلاک نمبر 5، گلی نمبر 1، مکان نمبر 6۔ خانیوال

چنیوٹ :- پروفیسر محمد طاہر۔ نزد جوڈیشل حوالات۔ لاہور روڈ، چنیوٹ۔ ضلع جھنگ

گوجرانوالہ :- سید طاہر جلیل ۔ اسلام آباد روڈ بالمقابل PSO پٹرول پمپ نزد چوک کھیالی بائی پاس۔

سیالکوٹ :- طاہرہ تبسم۔ محلہ محمد پورہ، شہباز کالونی نزد آغا خان قبرستان۔

دریاخان :- صوفی محمد یامین۔ عظیمی اسٹریٹ فاروق آباد

راولپنڈی :- قاضی مقصود احمد ۔ قاضی اسٹریٹ ۔ مریڑ حسن

گوجر خان :- محمد ندیم رضا۔ گوجر خان ہاؤسنگ اسکیم (پڑاؤ) ۔ گوجر خان

پھالیہ :- محمد ریاض۔ ہیلاں روڈ۔ پھالیہ

اٹک :- ڈاکٹر احمد ممتاز اختر۔ بالمقابل شکردرہ موڑ نزد پرائمری اسکول شین باغ خورد۔ اٹک شہر

جہلم :- ڈاکٹر تنویر حسن۔ المدینہ مارکیٹ، احسان روڈ کالا گوجراں۔ جہلم

پشاور :- نیاز احمد۔ خیبر بازار نزد امان سنیما، فورٹ گرڈ اسٹیشن۔ واپڈا کالونی

پشاور :- ہمایوں پرویز۔ 3/D/363 گلی نمبر 12 فیز 1 حیات آباد۔ پشاور۔ پوسٹل کوڈ 25100

کوئٹہ :- محمد نواب خان۔ 63 لالان ہوٹل، شارع گلستان، کوئٹہ کینٹ۔ پوسٹ بکس 414 فون : 837187

آزاد کشمیر :- حاجی محمد ادریس۔ کاکڑا ٹاؤن، میرپور

آزاد کشمیر :- سعیدہ ادریس۔ کاکڑا ٹاؤن۔ میرپور

ہری پور :- محمد پرویز خان۔ پوسٹ آفس بالڈھیر، مقام تلک پاہ۔ ہری پور ہزارہ فون : 2574

ہری پور :- ملک خان۔ مقام کیر خان ڈاکخانہ سرائے صالح۔ تحصیل و ضلع ہری پور

راولپنڈی :- انور سلطانہ۔ قاضی مارکیٹ، کوثر کالونی، مریڑ حسن۔ راولپنڈی

سیالکوٹ :- محمد ایاز۔ الحرمین اسٹریٹ، عقب لیدر فیکٹری، ماڈل ٹاؤن۔ فون : 589896

روحانی ڈاک

روحانی ڈائجسٹ پاکستان اور روحانی ڈائجسٹ انٹرنیشنل برطانیہ میں
ہر ماہ خدمتِ خلق کے جذبے کے تحت مسائل کا روحانی حل اور لاعلاج بیماریوں
کا علاج پیش کیا جاتا ہے۔ کوائف معلوم ہونے سے مسائل کا حل
اور بیماریوں کا علاج تجویز کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

پورا نام.................. والدہ کا نام..................

عمر.................. آنکھوں کا رنگ..................

اندھیرے سے ڈر تو نہیں لگتا..................

بچپن سے خط لکھنے تک عام صحت کیسی رہی..................

....

مکمل پتہ..................

....

اپنے بارے میں کوئی وضاحت کرنا چاہتے ہوں تو الگ کاغذ پر ایک سطر چھوڑ کر لکھیں براہِ راست جواب کے لئے پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ بھیجنا ضروری ہے۔

روحانی ڈاک

1-D,1/7 ناظم آباد۔ کراچی 74600

روحانی ڈاک میں مسائل کا حل رنگ و روشنی سے علاج، مراقبہ کے ذریعے علاج، روحانی علاج اور پیراسائیکالوجی کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔

روحانی ڈاک

خواجہ شمس الدین عظیمی

عمومی اجازت

غلام مجتبیٰ۔ شاہ کوٹ

ایک چھوٹا سا مسئلہ در پیش ہے امید ہے اس سلسلے میں مدد فرمائیں گے۔ کبھی کبھی باتیں کرتے ہوئے میری زبان اٹکنے لگتی ہے یعنی الفاظ زبان پر نہیں چڑھتے اور بولنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ آپ نے اعصابی کمزوری دور کرنے کے لئے کسی صاحب کو "الرضاعت عما تویل" استعمال کرنے کے لئے کہا تھا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ یہ نسخہ میں بھی آزماؤں۔ نیز وضاحت فرمادیں کہ اس سلسلے میں آپ کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے یا یہ بلا اجازت شروع کر سکتے ہیں۔

جواب :۔ روحانی ڈاک میں شائع ہونے والے علاج اور عمل کرنے کے لئے ہر شخص کو میری طرف سے اجازت ہے البتہ جس علاج میں یہ لکھا ہوا ہے کہ کوئی صاحب بغیر اجازت یہ عمل نہ کریں اس کے لئے اجازت لینا ضروری ہے لیکن ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے۔ سب عمومی اجازت کے عمل شائع ہوتے ہیں۔

موٹاپا کم کرنے کا نسخہ

عبدالمتین۔ کراچی

اپنی زندگی سے تنگ آگیا ہوں بات یہ ہے کہ میں بہت زیادہ موٹا ہوں۔ میں ہر تدبیر کر چکا ہوں ورزش، مناسب خوراک، مختلف قسم کی ادویات غرض ہر تدبیر کر چکا ہوں مگر جسم ہے کہ پھیلتا ہی جارہا ہے اب میں احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گیا ہوں ہر کوئی جب مجھے موٹا کہتا ہے تو دل کرتا ہے میں مر جاؤں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے سینے کے غدود عورتوں کی طرح بہت بڑھ گئے ہیں ہر کوئی مجھے تنگ کرتا ہے لوگ کہتے ہیں مرد خاتون آرہی ہے میں کسی محفل میں نہیں جا سکتا ہوں اس کے لئے میں سمندری جھاگ بھی استعمال میں لا چکا ہوں۔ میں نہم جماعت کا طالب علم ہوں ٹھیک طرح سے پڑھائی بھی نہیں کر سکتا ہمارے معاشی حالات بھی ٹھیک نہیں ہیں۔

جواب :۔ رات کو سونے سے پہلے ایک سو ایک بار

الرجال قوامون علی النساء پڑھ کر نیلی روشنی کا مراقبہ کریں۔ کھانوں میں سرخ مرچ تین ماہ کے لئے چھوڑ دیں۔ مقامی طور پر کسی حکیم کے مشورے سے عرق بادیان میں املتاس استعمال کریں۔ طریقہ یہ ہے، عصر کے بعد املتاس ایک ٹیبل اسپون سونف کے عرق ایک پیالی میں بھگو دیں صبح چھان کر نہار منہ پی لیں۔ موٹاپا کم کرنے کا عجیب و غریب نسخہ ہے۔

سویا کے پتے

قدسیہ۔ وہاڑی

مجھ میں عجیب و غریب عادت ہے کبھی میں ہنستی ہوں اور کبھی خود کو مڑ مڑ کر دیکھتی ہوں مجھے بہت شرم آتی ہے ابھی شادی بھی نہیں ہوئی ہے۔ کوئی طریقہ بتایئے کہ یہ عادت ختم ہو جائے۔

جواب :۔ آدھی رات گزرنے پر ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر مراقبہ کیا کریں۔ مراقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کا تصور کریں روزانہ پندرہ منٹ تک یہ عمل کریں رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے سویا کے چار پانچ پتے رکھ لیا کریں صبح پھینک دیں۔

بالوریت اور مٹی

مہرین حسن

بچپن سے میرے ہاتھ پیروں سے بہت زیادہ پسینہ بہتا ہے علاج بہت کیا مگر اس سے فائدہ نہ ہوا گرمیوں میں اس قدر پسینہ آتا ہے کہ کوئی کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے لکھتے پڑھتے وقت بہت پریشانی ہوتی ہے کاغذ پر رومال رکھ کر لکھنا پڑتا ہے اور رومال پورا گیلا ہو جاتا ہے اس پریشانی کی وجہ سے میں سلائی کڑھائی نہیں کر سکتی ہوں۔ امتحانوں میں بھی دشواری ہوتی ہے۔ پسینہ عموماً بس میں سوار ہونے کے بعد رش کی وجہ سے لوگوں سے بات کرتے ہوئے یا کوئی کام کرتے ہوئے زیادہ آتا ہے۔ ہلکی سی گرمی سے پہلے ہاتھ پیروں سے پھر بغل سے گھٹنے کے نچلے جوڑوں کے پاس سے پسینہ قطروں کی صورت میں گرنے لگتا ہے ریشمی کپڑے نہیں پہن سکتی ہوں کیونکہ پورے کپڑے بھیگ جاتے ہیں پسینہ آنے کے بعد ہاتھ پیر برف کی طرح ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور دونوں ہاتھ سخت ہو جاتے ہیں۔ ہر سال جون جولائی کے مہینے میں پیروں کی کھال اور ہتھیلیوں کی جلد اکھڑ جاتی ہے اس کا حل روحانی ڈائجسٹ کے ذریعے بتا دیجئے۔ آپ لوگوں کے اتنے مسائل حل کرتے ہیں خدا نے آپ کو بے بہا علم عطا کیا ہے میری دعا ہے اللہ اور ترقی دے۔

جواب :۔ تین ماہ تک نمک بالکل نہ کھایئے۔ فرج میں رکھی ہوئی چیزیں خاص طور پر گوشت بالکل استعمال نہ کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ گھر میں بہت ساری بالوریت منگوا کر اس میں عام مٹی شامل کر کے خوب اچھی طرح ملا دیں صبح سویرے، عصر کے بعد اس مٹی کو ہاتھوں سے خوب مسلیں۔ مسلی ہوئی مٹی الگ رکھتی رہیں اور بعد میں پھینک دیں تین ماہ کا علاج ہے۔

آن

افشین فاطمہ۔ کراچی

ہمارے سسرال میں چند باتیں ایسی ہیں جن کے سلسلے میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

میرے شوہر کی جو دادی تھیں ان کی اولاد پیدا ہوتے ہی مر جاتی تھی۔ اس کے لئے انہوں نے پانی پت جا کر حضرت بو علی شاہ قلندرؒ کے مزار پر منت مانی تھی پھر اس سلسلے میں انہوں نے جو کچھ کیا وہ ان کی خاندان کی ہر بہو کے لئے لازم ہو گیا کہ وہ بھی اسی طرح کرے اسے وہ اپنی خاندان کی آن کا نام دیتی ہیں اور یہ آن کچھ اس طرح ہے کہ ان کی جو بہو پہلی بار امید سے ہو وہ نو مہینوں میں نہ تو نیا کپڑا پہنے گی، نہ ہی مہندی لگائے گی، نہ چوڑی پہنے گی، نہ سرمہ لگائے گی، پھول اور خوشبو بھی استعمال نہیں کرے گی۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی کے گھر نہیں جائے گی۔ نو مہینے اسے ایک ہی گھر میں گزارنے ہوں گے۔ صرف ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ نویں مہینے کے نویں دن گود بھرائی کی رسم کی جاتی ہے۔ رسم سے ایک دن پہلے رات

کو مہندی لگائی جاتی ہے۔ گلگلے پکائے جاتے ہیں اور ڈھولک پر گیت بھی گاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک مٹی کی ہنڈیا اور لوٹا منگا کر ایک کونے میں رکھ دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک مٹی کی ہنڈیا پر سہرا باندھا جاتا ہے۔ ہنڈیا کے اندر نیاز کے پیسے برفی اور گلگلے رکھے جاتے ہیں مٹی کے لوٹے میں پان موڑ کر رکھا جاتا ہے اور مہندی رکھ کر اس پر موم بتی یا آٹے کا چراغ بنا کر جلایا جاتا ہے۔ دوسرے دن گود بھرنے کی رسم ہوتی ہے جس میں لڑکی کی ماں لڑکی کے لئے نیا جوڑا، مہندی چوڑیاں وغیرہ لائیں ان کا مجموعی وزن سوا من ہونا چاہئے۔ اس کے بعد لڑکی کی گود میں ناریل رکھ کر اسے اس کی ماں کے گھر سلام کرانے لے جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں پانچ یا سات عورتیں ساتھ جاتی ہیں۔ لڑکی کی ماں انہیں دعوت کھلا کر بھیجے۔ اب لڑکی کو واپس سسرال لے جا کر ناریل سنبھال کر رکھ لیتی ہیں اور بچے کی پیدائش کے دن اسے توڑا جاتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد 21 دن تک زچہ کو گوشت کھانا منع ہے۔ اگر ان دنوں میں زچہ نے گوشت کھا لیا تو بقول ان کے بچے کی آنکھیں بھینگی ہو جاتی ہیں۔ اکیسویں دن بچے کے بال کٹوائے جاتے ہیں پھر زچہ کو گوشت کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔ سوا مہینہ پورا ہو جائے تو اس کے بعد بچے اور اس کی ماں کو سلام کرانے منگھو پیر لے جاتے ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے پانی پت جایا کرتے تھے اب پاکستان منتقل ہونے کے بعد منگھو پیر جاتے ہیں۔ پہلے آستانہ لعل شہباز قلندر پر اس کے بعد دوسرے مزار پر اگر لڑکی ہو تو ایک ہی بار سلام کرایا جاتا ہے اور لڑکا ہو تو پھر پانچ سال تک اس کی منت چڑھائی جاتی ہے۔

اس کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ لڑکا پیدا ہو تو اس کے ہاتھ پاؤں میں نیلے دھاگے بٹ کر پہنا دیئے جاتے ہیں جنہیں بیڑیوں کا نام دیا جاتا ہے۔ ہر سال رمضان کی 11 تاریخ کو بچے کو آستانہ لعل شہباز قلندر سلام کرانے لے جاتے ہیں۔ جب لڑکا پانچ سال کا ہو جائے تو سب خاندان والوں کی دعوت ہوتی ہے۔ سب کو لے جا کر منت چڑھائی جاتی ہے پھر نیلے دھاگے بچے کے ہاتھ پاؤں سے اتار دیئے ہیں۔ بچے پر سے کھلونے اور بتاشے وغیرہ لٹائے جاتے ہیں۔ ان پانچ سالوں میں لڑکے کی ختنہ بھی نہیں کی جاتی۔

اس کے علاوہ رمضان کی 11 تاریخ کو جو نیاز دلاتے ہیں اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ نیاز صرف بکری یا بکرے کے گوشت کی دلائی جاتی ہے۔ گوشت یا تو سوا پاؤ یا ڈھائی پاؤ ہو یا سوا سیر ہو اس میں لہسن، پیاز ڈالنا منع ہے۔ پکانے والی پاک ہو اس کے علاوہ اسے کوئی چکھ نہیں سکتا۔ گوشت کے ساتھ روٹی اور کھیر بھی پکائی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں جو باتیں جواب طلب ہیں وہ یہ کہ میں اگر یہ "آن" نہ کرنا چاہوں تو کوئی تکلیف تو نہیں ہو گی کیا گوشت کھا سکتی ہوں اور 21 دن سے پہلے بچے کے بال کٹوائے جا سکتے ہیں۔ پانچ سال تک لڑکے کو سلام کرنے نہ لے جائیں، اسے نیلے دھاگے نہ پہنائیں اور ان پانچ سالوں میں اس کی ختنہ بھی کی جائے تو بقول ساس صاحبہ کہ میرے بچے کو کچھ ہو گا تو نہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ ان سوالوں کا مجھے تسلی بخش جواب دیں اور میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب :۔ آپ کا خط پڑھ کر میرا ذہن چودہ سو سال پہلے مکہ کے ماحول میں پرواز کرنے لگا۔ ہادی برحق ﷺ کی بعثت سے پہلے مشرکین مکہ میں اسی قسم کی رسومات ہوتی تھیں...... یہ "آن" کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے پورا نہ کرنے سے کچھ بھی نہیں ہو گا۔ جو لوگ یہ رسمیں نہیں کرتے کیا ان کے بچے بھینگے اور معذور ہو جاتے ہیں؟ اسلام آن، بان اور غلط رسم و رواج کو مٹانے آیا ہے...... اب مسلمان کا حال یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات سے انحراف اس کا شیوہ بن گیا ہے یہی وجہ ہے کہ نوے کروڑ مسلمان، غیر مسلم لابی کے لئے لقمہ تر بن گئے ہیں۔ جس طرف دیکھو مسلمانوں کی خون ریزی عام ہو گئی ہے۔ ہمارے دانشوروں اور علماء کو بھی سانپ سونگھ گیا ہے دھواں دھار تقریریں، سیمینار، جلسے، جلوس سب ہو رہے

ہیں مگر کوئی اس بات کی کھوج نہیں لگاتا کہ مسلمان پر آسمان سے ادبار کیوں نازل ہو رہا ہے...... کیا ہمارے علماء اور دانشور یہ نہیں جانتے کہ اللہ نے واضح طور پر یہ بتادیا ہے کہ اسلام کی صفوں میں انتشار مسلمانوں کو ختم کر دیگا۔ انتشار کی بنیادی وجہ آپس میں تفرقہ اور ہر تفرقہ میں بے جا رسوم کا شامل ہو جانا ہے...... خدارا! ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے ساتھ تھامنے کے عمل کو مسلمان قوم میں جاری کردیں...... ورنہ یہ پورا معاشرہ افتراق کی آگ میں جھلس جائیگا اور غیر مسلم قومیں اپنا اقتدار قائم کرلیں گی...... قوم میں نئی نئی بدعات داخل ہو جائیں گی۔ بی بی! آپ کے لئے میرا مشورہ ہے کہ آپ ان رسومات کے خلاف بغاوت کردیں۔ جن اولیاء اللہ کے نام پر یہ سب کچھ کیا جاتا ہے انہوں نے اس قسم کی خرافات کو ختم کرنے کے لئے اپنی زندگیاں لگادی ہیں۔ یہ عمل اولیاء اللہ کے عمل کے خلاف ہے اور ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے۔

آواگون

شمائلہ پرویز

حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنی ایک رباعی میں فرمایا ہے:

ہر ذرہ ہے اک خاص نمو کا پابند
سبزہ کہ صنوبر ہو کہ ہو سرو بلند
انسان کی مٹی کے ہر اک ذرے سے
جب ملتا ہے موقع تو نکلتے ہیں پرند

قلندر بابا اولیاءؒ کی رباعی پڑھ کر یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ آواگون کے قائل ہیں۔ جب کہ آپ کی تحریروں کے مطابق قلندر بابا اولیاءؒ رسول اللہ ﷺ کے نائب ہیں۔ براہِ کرم اس سلسلے میں چند الفاظ لکھ کر تشفی کی جائے۔

جواب :۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے تیسویں پارے کی سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا ہے کہ ہم نے معین مقداروں سے تخلیق کی ہے۔ یہ معین مقداریں ہی ہر نوع کو دوسری نوع سے اور ہر فرد کو دوسرے فرد سے الگ الگ کرتی ہیں۔ ہر انسان کی شکل و صورت آنکھ ناک، ہاتھ پیر بظاہر ایک سے نظر آتے ہیں لیکن لاکھوں کروڑوں آدمیوں کے انگوٹھوں کے نشان ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم نے کھنکھناتی مٹی سے بنایا ہے۔ مٹی کے ذرات سے کہیں سرو سمن، کہیں کوہ دمن اور کہیں خوش الحان پرندے وجود میں آتے ہیں۔ مٹی کے بظاہر ان بے جان ذرات کو جب روح فیڈ کرتی ہے تو یہ ذرات جیتی جاگتی تصویر بن جاتے ہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ زمین ایک ہے پانی ایک ہے فضاء میں دھوپ اور چاندنی ایک ہے۔ لیکن اس ایک ہی زمین سے رنگ رنگ پھول، خوشنما پودے اور مختلف پھل فروٹ پیدا ہو رہے ہیں۔ پانی ایک ہے، زمین ایک ہے۔ یہی پانی کہیں کیلا بن جاتا ہے کہیں انار کا روپ دھار لیتا ہے اور یہی پانی انگور کے خوشوں میں تبدیل ہو کر خود کو ظاہر کرتا ہے۔ قلندر بابا اولیاءؒ عارف ذات بزرگ ہیں۔ انہوں نے اپنی رباعیات میں علم و آگہی اور عرفان کے رموز بیان کئے ہیں۔ انہوں نے آواگون کے نظریے کی تصدیق یا تائید نہیں کی ہے۔

غیض وغضب کا مظاہرہ

سائرہ

جب سے ہوش سنبھالا ہے میں ایسے حالات سے دوچار ہوں جو اب میرے لئے ناقابل برداشت بن گئے ہیں۔ ہمارے گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑا اور ایک دوسرے سے غیض وغضب کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔ ہمارے مالی حالات بھی بہت خراب ہیں ہم سب ہر وقت بیمار رہتے ہیں جتنا کماتے ہیں سب بیماریوں پر لگ جاتا ہے میرے والد اپنی کمائی اپنے دوستوں کو کھلا دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں پیسہ بالکل نہیں رہتا اب تو میرے باپ کیلئے روزی کمانے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں رہا۔ بڑی مشکل سے گھر کا گزارہ ہوتا ہے میں چاہتی ہوں کہ میرے بہن بھائی پڑھ لکھ کر کچھ بن جائیں لیکن وہ تو پڑھائی کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے براہِ مہربانی مجھے ان تمام مشکلات کے حل کیلئے کوئی وظیفہ بتائیں

تاکہ ہم میں زندہ رہنے کا حوصلہ پیدا ہو۔

جواب :۔ بازار سے ثابت لوبان لے کر گھر میں پیس لیں۔ رات کو 12 بجے کے بعد باوضو ہو کر گیارہ بار سورۃ فاتحہ پڑھ کر لوبان پر دم کریں۔ اب اس لوبان کو روزانہ عصر اور مغرب کے درمیان گھر میں دھونی دیں۔ چالیس یوم تک والدہ سے کہیں کہ صبح فجر کی نماز ادا کر کے گیارہ بار

اھدنا الصراط المستقیم

پڑھ کر گھر کے چاروں کونوں پر پھونک ماردیں۔ یہ عمل 21 یوم تک کرنا ہے۔

کابوس

مبارک علی۔ کراچی

کچھ دن قبل اتفاق سے ایک دوست کے یہاں جانا ہوا جہاں رات کو کھانے کے بعد انہوں نے وی سی آر پر ایک انگلش فلم لگادی اس فلم کی کہانی اسکول کے ایک ایسے نوعمر طالب علم کے گرد گھومتی تھی کہ جو حالتِ نیند سے حالتِ بیداری کی کیفیت میں لاشعوری طور پر سفر کرتا تھا۔ مثال کے طور پر فلم کے ایک منظر میں دکھایا جاتا ہے کہ وہ اپنے کمرے میں سو رہا ہے وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ اسکول کے چند شرارتی لڑکوں نے اس کے ہاتھ پر کوئی نوکیلی چیز اتنے زور سے ماری کہ اس کی ہتھیلی کٹ گئی اور وہاں سے خون رسنا شروع ہو گیا اسی اثناء میں اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ سے واقعی خون رس رہا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ انسان جو کچھ خواب میں دیکھے وہ حقیقی زندگی میں بھی اسی طرح وقوع پذیر ہو جائے؟

جواب :۔ خواب میں چلنا خواب میں کھانا پینا چوٹ لگنا خواب میں اپنے بستر سے اٹھ کر ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانا اور پھر واپس آکر لیٹ جانا یہ ایک بیماری ہے اس بیماری کا نام کابوس ہے۔ آپ نے جو فلم دیکھی ہے وہ میرے خیال میں کابوس کے مرض سے متعلق فلم تھی لیکن یہ مرض لاعلاج نہیں ہے بہت آسانی کے ساتھ علاج ہو جاتا ہے۔

مذہبی گھرانہ

عبدالسلام۔ اورنگی ٹاؤن

میری بیوی کا گھرانہ کٹر مذہبی گھرانہ ہے جب وہ بالغ ہوئی تو اسے ناپاکی کا احساس اس قدر دلایا گیا کہ وہ وہم کی مریضہ بن گئی۔ میرے سسرال میں ایسی لڑکیوں اور خواتین سے باورچی خانہ کا کام نہیں کرایا جاتا جو ماہانہ نظام کے فطری عمل سے گزرتی ہیں۔ تاکہ کھانا ناپاک نہ ہو جائے۔ میری بیوی چار سے چھ گھنٹے تک نہاتی رہتی ہے۔ بچوں کو نہلانے دھلانے بیٹھتی ہے تو بچے نہاتے نہاتے سفید پڑ جاتے ہیں اور انہیں کئی مرتبہ نمونیا ہو چکا ہے۔ میں خود ڈیوٹی سے آکر بچوں کو نہلاتا ہوں گھر کے برتن صاف کرتا ہوں بیگم صاحبہ تو ایک پلیٹ لے کر بیٹھ جاتی ہیں تو ایک گھنٹہ تک دھوتی رہتی ہیں۔ عظیمی صاحب! زندگی عذاب بن گئی ہے اب دو دو ڈیوٹیاں نہیں ہو سکتیں۔

جواب :۔ نیلی شعاعوں کا پانی دو دو اونس صبح شام بیگم صاحبہ کو پلائیں اور کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھا کر علاج کرائیں۔ بیگم صاحبہ کو نیلے رنگ کے ریشمی کپڑے زیادہ پہنائیں۔

حسن حوا

نام شائع نہ کیا جائے

میری عمر اٹھارہ سال ہے۔ میرا جسم ویسے تو ٹھیک ٹھاک ہے لیکن میں "نسوانی حسن" سے محروم ہوں اور اکثر اوقات لوگوں کے مذاق کا نشانہ بنتی ہوں نتیجتاً تنہائی کا شکار رہتی ہوں اور احساس کمتری بڑھتی چلی جارہی ہے۔ میرے مسئلہ کا حل روحانی ڈاک میں بتائیں۔

جواب :۔ سینے کا صحیح ابھار یقیناً خواتین کے حسن کا ایک لازمی حصہ ہے۔ غذا اور بچوں کی نشوونما کا فطری عمل بھی اسی پر قائم ہے۔ جو عورتیں اس حسن سے محروم ہوتی ہیں وہ جاذب نظر نہیں رہتیں۔ اس کمی کو دور کرنے کیلئے سورۂ والتین کی پہلی آیت "والتین والزیتون" رات کو

سونے سے پہلے سو بار پڑھیں، سینہ پر دم کریں اور بات کئے بغیر سو جائیں۔ نوے دن کے اس روحانی عمل سے سینہ گداز اور خوبصورت ہو جاتا ہے۔ اس روحانی عمل کے ساتھ ساتھ تین ماہ تک بنولہ کی گری، ایک چھٹانک پیس کر ایک پاؤ دودھ میں کھیر پکا کر صبح نہار منہ ناشتہ کے طور پر کھائی جائے تو بہترین نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔ اس علاج کے دوران سرخ مرچ، کھٹائی اور چٹ پٹی اشیاء سے قطعی پرہیز کیا جائے۔ علاج میں شرم نہیں کرنی چاہئے لیڈی ڈاکٹر سے بھی مشورہ کرلیں۔

قرآن اور سائنسی علوم

شاہجہاں فاروقی

آپ کی تحریروں کے مطابق قرآن پاک تسخیری فارمولوں اور ایجادات کے قاعدوں اور طریقوں کی ایک دستاویز ہے۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ ہمارے دانشور ہمارے اسکالر ہمارے علامہ ہمیں قرآن سے کیا سکھاتے ہیں۔ آپ سے یہ سوال ہے کہ قرآن پاک سے موجودہ سائنسی ایجادات کا تعلق کس طرح ہے؟

جواب :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ہم نے داؤد اور سلیمان کو ایک علم دیا جو اللہ کی طرف سے انسپائر ہوا ہے"۔

انسپائر ہونا خواہ وہ سن کر ہو یا کوئی منظر دیکھ کر ہو، بہر صورت وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے چونکہ اللہ کے پیغمبروں پر وحی کے ذریعے علم کا نزول ہوتا ہے اس لئے اللہ کی طرف سے ذہن میں کوئی خیال آتا ہے تو وہ اللہ ہی کا علم ہوتا ہے۔ مختلف سائنسی ایجادات مثلاً ہوائی جہاز، کمپیوٹر، ٹیلیویژن، ٹیلیفون وغیرہ کی ایجاد بھی اس وقت ممکن ہوئی جب لوگوں کو اللہ کی طرف سے نئی نئی ایجادات واختراعات کا علم انسپائر کیا گیا اس لئے کہ بغیر علم کے کسی چیز کا وجود زیر بحث نہیں آتا۔ انسان کو وہ چیز مل جاتی ہے جس کی اسے تلاش ہوتی ہے اللہ کے یہاں اس بات کی خصوصیت نہیں کہ وہ اللہ کو مانتا ہے یا نہیں۔

قانون یہ ہے کہ انسان اپنی صلاحیتوں کے ساتھ تن من دھن سے کسی چیز کی تلاش میں لگ جائے اور تلاش کو زندگی کا مقصد قرار دے لے تو وہ چیز اسے حاصل ہو جاتی ہے یہ اللہ کی سنت ہے پہلے بھی جاری تھی اب بھی جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گی۔ بہت سے لوگوں نے زمین کے اندر موجود دھات یورینیم کی تلاش شروع کی لوگوں نے انکا مذاق اڑایا لیکن وہ لگن کے ساتھ اس کام میں مصروف رہے اور ایک دن انہوں نے یورینیم کو پا لیا۔ یہ وہی دھات ہے جو ایٹم بم کی تیاری میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔

قرآن اور دیگر آسمانی صحائف میں اللہ نے حضرت سلیمانؑ کے واقعہ میں صرف کہانی بیان نہیں کی کہ کہانیاں سنا کر ہمیں مرعوب کرے اللہ ہمیں کیا مرعوب کرے گا ہماری حیثیت اور حقیقت ہی کیا ہے؟ اللہ کے علوم لامتناہی ہیں اللہ کا منشا یہ ہے کہ ہم لوگوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر خود بھی قدم بڑھائیں اس کہانی کا منشا یہ ہے کہ ہم بھی راہ ہدایت اختیار کریں اللہ نے اس ضمن میں جنات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ جنات انسانوں کے زیر اثر آسکتے ہیں اگر لوگ اس علم کو آسمانی کتابوں میں تلاش کریں جس کو علم الکتاب کہا گیا ہے تو یقیناً وہ علم انہیں مل جائیگا جو انسان کو نہ صرف جنات پر بلکہ پوری کائنات پر فوقیت دیتا ہے۔

ہدہد کا دیر سے آنا اور حضرت سلیمانؑ کو ملکہ سبا کے متعلق اطلاع دینا اور یہ بتانا کہ وہ اور اسکی قوم آفتاب پرست ہے اور ہدہد کا پیغام لیکر جانا یہ سب باتیں نکات سے خالی نہیں ہیں ان باتوں میں اللہ کی حکمت پوشیدہ ہے۔

پہلی حکمت تو یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ جو انسان تھے انسانوں، جنات، پرندوں، چرندوں اور درندوں پر حکومت کرتے تھے دوسری حکمت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی سرکشی کی ہمت بھی نہیں کر سکتا تھا اور اگر سرکشی کرتا تو اسے سزا دی جاتی جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کے لئے کہا تھا۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ باوجود اتنے بڑے لشکر کے جن میں جنات، انسان اور پرندے وغیرہ شامل تھے اللہ انہیں اس تمام لشکر کی شکم پری کیلئے رزق فراہم کرتا تھا۔

اس قصے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر میں ایک ایسا جن بھی تھا جو ایک یا دو ساعت میں ملکہ سبا کا تخت یمن سے بیت المقدس لا سکتا تھا۔ یمن اور بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ ہزار میل ہے۔ اس قصے سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کی رسائی جنات سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ کتاب کا علم رکھتا ہے حتیٰ کہ ایک ایسا ہی انسان علم کے زور پر ملکہ کا تخت ایک آن میں لے آیا اللہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آسمانی کتابوں میں علم موجود ہے جس سے نوع انسانی ماورائی مخلوق کی تسخیر، ہوا کی تسخیر نئی نئی ایجادات اور ہر طرح کا استفادہ کر سکتی ہے اس میں نبی ہونے کی کوئی شرط نہیں بلکہ ہر بندے کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کتاب کا علم سیکھ کر بندہ ایسی مسند پر قیام فرما ہو جاتا ہے جہاں کائنات کے اندر موجود تمام اشیاء میں تصرف کرنے کی صلاحیت ودیعت کردی جاتی ہے۔ اشیاء میں تصرف کا دوسرا نام ایجاد ہے۔

اللہ کی دی ہوئی اس صلاحیت کو اگر بندہ ٹھکرا دے اور سمجھے کہ میری کیا حقیقت ہے کہ میں اس علم کو سمجھ سکوں تو یہ غلط ہے اس لئے کہ اللہ نے حضرت سلیمانؑ کے قصے میں بندے کا تذکرہ کر کے یہ صلاحیت عام کردی ہے۔ بشرطیکہ وہ تفکر سے کام لے اور اسے تلاش کرے۔

یہ قانون بیان کر کے پیغمبروں کی فضیلت کم کرنا ہمارا منشاء نہیں ہے۔ پیغمبر اللہ کے منتخب اور نوع انسانی کا جوہر ہوتے ہیں اور نوع انسانی کے تمام علوم کا مخزن اور منبع بھی اللہ کے فرستادہ پیغمبر ہیں بتانا یہ مقصود ہے کہ نوع انسانی کا ہر فرد پیغمبروں کے علم سے استفادہ کر کے مادی اور ماورائی دنیا میں تصرف کر کے نئی نئی ایجادات کر سکتا ہے۔

بنفشہ کی چائے

غزالہ۔ لانڈھی کراچی

آج سے کئی سال پہلے سردیوں کے موسم میں مجھے سردی لگنے کی شکایت ہوئی۔ گرم کپڑے پہننے اور چائے وغیرہ پینے سے وقتی آرام آگیا لیکن بعد میں کبھی کبھی یہ شکایت ہوتی رہی۔ اس کیفیت کے ازالے کے لئے بہت سی ادویات استعمال کیں۔ جب سردی لگنے کی شکایت ختم ہو جاتی ہے تو دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ہاتھ پیر جلنے لگتے ہیں۔ اگر کمرہ گرم ہو تو پسینے پر بہت زیادہ گرمی ہوتی ہے۔ جسم کی رگیں کھنچی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ گرمی بالکل برداشت نہیں ہوتی۔ چولہے کے پاس کھڑے ہو کر کھانا پکانا مشکل ہو جاتا ہے۔ نہانے کے بعد جسم ٹوٹتا ہے اور کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ اکثر دل ڈوبتا محسوس ہوتا ہے اور طبیعت اداس رہتی ہے۔ جسم کی طاقت نہ ہونے کے برابر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے۔

جواب :- صبح نہار منہ اور رات کو سوتے وقت بنفشہ کے پتوں کی چائے استعمال کریں اور طریقہ یہ ہے کہ پانی جوش دے کر دو تولہ بنفشہ پانی میں ڈال دیں۔ جس طرح چائے کی پتی ڈالتے ہیں پانی اور پتی کو دم کریں اور چینی ملا کر چائے کی طرح پی لیا کریں۔ بنفشہ کی چائے چالیس دن تک استعمال کریں۔

ایک طلاق

☆☆☆

میری شادی کو 13 سال ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے 6 بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا ہے قدرت سے کوئی گلہ نہیں مگر ہے تو اپنے مقدر سے کہ چھ بیٹیوں کی ماں ہو کر ایک طلاق کا داغ بھی میرے ماتھے پر لگا گیا۔ قصہ یوں ہے کہ میرے شوہر بہت گندی زبان بولتے ہیں اور اب تو میں بھی بہت بدزبان ہو گئی ہوں ذہنی الجھن اور گھر کے حالات کی وجہ سے میرے شوہر ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں وہ اتنی گندی زبان استعمال کرتے ہیں کہ سامنے والے کا دل چاہتا ہے کہ کچھ کر گزرے یا خودکشی کرلے۔ دنیا میں بیوہ ماں کے سوا کوئی نہیں کہنے کو تو خاندان بہت بڑا ہے لیکن کوئی نہیں پوچھتا کوئی ہنر بھی نہیں آتا کہ خود محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کو لے کر الگ رہوں اس لئے ابھی تک شوہر کے ساتھ ہوں لیکن

کوئی رشتہ نہیں صرف تنخواہ دیتے ہیں ہم ایک ہی گھر میں رہ رہے ہیں کبھی کہتے ہیں اس گھر سے چلی جا کہاں جاؤں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے کوئی آسرا نہیں ہے آخر کب مقدر کی تاریکی دور ہو گی اور کب زندگی کا سکون ملے گا بیٹیوں کی وجہ سے بہت مجبور ہوں کہاں جاؤں۔

جواب :- میری بہن آپ مقدر کو کیوں کوستی ہیں! شوہر اگر اچھے نہیں ہوتے تو وقت پر تنخواہ کیوں دیتے، آپ کے آرام کا خیال کیوں کرتے، بچوں کی آسائش کی فکر کیوں کرتے زبان سے مجبور ہیں تو آپ کا لہجہ بھی کبھی شوہر کے ساتھ درست نہیں رہا آپ نے اپنے خط میں خود اعتراف کیا ہے کہ میں بھی بدزبان ہو گئی ہوں۔ دوسروں کی اصلاح کا موثر طریقہ یہ ہے کہ آدمی خود اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا محاسبہ کرتا ہے اور دوسروں کی غلطیوں کو بیان کر کے باربار اسے شرمندہ نہ کیا جائے اگر آپ نے میرے مشورہ پر عمل کر لیا تو انشاء اللہ شوہر عادتاً جو زبان استعمال کرتے ہیں اسے چھوڑ دیں گے۔ صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے پانی یا چائے پر ایک بار سورہ کوثر پڑھ کر دم کر کے پلایا کریں۔ ہمارے ایک جاننے والے تھے وہ بات بات پر گالی بکتے تھے جب بھی ترقی کا وقت آتا تھا آفیسر لکھ دیتا تھا کہ چونکہ زبان ان کے قابو میں نہیں رہتی اور لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہے اس لئے ترقی نہ دی جائے۔ بڑے آفیسر کے سامنے جب کیس گیا تو اس نے ان صاحب کو بلایا اور کہا کہ "آپ خدمت کرتے کرتے اب بوڑھے ہو رہے ہیں گالیاں بکنا بند کر دیں میں آپ کی ترقی کے لئے لکھ دیتا ہوں" وہ صاحب ایک دم گالیوں پر اتر آئے اور کہنے لگے کون خبیث وغیرہ وغیرہ کہتا ہے کہ میں گالیاں بکتا ہوں بڑا آفیسر مسکرایا اور کہا اچھا ٹھیک ہے آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔

روح کا صندوق

شاہین حنا صدیقی

جدید سائنس کی بنیاد ٹھوس حقائق اور شواہد پر ہے اس میں غیر مرئی قوت اور ماورائیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ مگر جب کسی معاملے میں انہیں کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا تو مفروضوں اور قیاس آرائیوں کا سہارا لینے لگتے ہیں آئن اسٹائن روایت پر بالکل یقین نہیں رکھتا تھا مگر جب اس کی توجہ اس طرح دلائی گئی تو وہ متوجہ ہوا اور اس نے روح پر تحقیقات کرنا شروع کیں مگر افسوس اس کی زندگی نے اسے مہلت نہ دی مگر اس نے ایک ایسے شخص کو جو بالکل قریب المرگ تھا اس کے عزیز واقرباء کو بھاری رقم دے کر حاصل کیا اور شیشے کا ہوا بند کمرا بنا کر اس میں ڈال دیا مگر جب اس کی موت آئی تو کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ شیشہ ٹوٹا اور اس کی روح جسم کی قید سے آزاد ہو گئی انہیں بڑا افسوس ہوا کہ اتنی تگ ودو کی بھاری رقم خرچ کی مگر حاصل کچھ بھی نہ ہوا مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور پھر ایسا ہی شیشے کا کمرہ بنایا اور مریض کو ڈالا۔ اسے ہوا سے بالکل خالی کر دیا۔ باریک ترین خوردبین لے کر بیٹھ گئے جب اس شخص کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے منہ سے بنفشی رنگ کا دھواں نکلنے لگا اور اس کے خدوخال میں ڈھلنے لگا وہی نقش وہی جسامت اس دھوئیں والے جسم یعنی روح کا تعلق جسم سے ایک باریک ڈور کے ذریعے ناف سے جڑا ہوا تھا اور یہ دھوئیں والا جسم یعنی روح اپنے مُردہ جسم کو بڑی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اس ڈوری کا تعلق ٹوٹا۔ دھواں گولے کی صورت اٹھا شیشہ زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا اور روح اس قید سے آزادی کے ساتھ پرواز کر گئی سبحان اللہ۔ کتنے بڑے معجزے کا نظارہ ان لوگوں نے اپنی آنکھوں سے کیا یہی معجزات دیکھ کر بہت سے لوگ خدا اور اس کی کتاب پر ایمان لے آتے ہیں اور بہت سے پھر بھی فرار حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آخر کب تک ایک دن ایسا آئے گا اور اگر یہ ایسا کر گئے تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں بڑا مقام ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلتے رہے اور لوگوں کو بلاتے رہے۔

جواب :- جب کوئی قوم ترقی یافتہ ہو کر عروج حاصل کر لیتی ہے تو تمام اقوام کی نظریں اس کے اوپر ٹھہر جاتی ہیں اور بہت سی ایسی باتیں جن کے پیچھے کوئی لاجک نہیں ہوتی اور صرف تفنن طبع کے لئے شائع ہو جاتی ہیں، لوگ اعتماد کر لیتے ہیں روح کو شیشے کے کمرہ سے اڑانا اور شیشے کے کمرہ میں دراڑیں پڑ جانا بھی ایک ایسی ہی بات ہے۔ روح کے بارے میں جب ہم قرآن سے رجوع کرتے ہیں تو ہمیں جو اطلاعات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

اے پیغمبر ﷺ، لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجئے...... روح میرے رب کے امر سے ہے۔

قرآن پاک کا یہ اعجاز ہے کہ قرآن کوئی بات ادھوری نہیں کہتا۔ بات پوری اور وضاحت کے ساتھ بیان کی جاتی ہے...... خود قرآن کہتا ہے۔

چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کوئی بات ایسی نہیں ہے۔ جس کی قرآن نے وضاحت نہ کر دی ہو۔ آیئے! قرآن پاک کی ان آیات کی روشنی میں، روح کی حقیقت تلاش کریں۔

1- آدمی کو کھنکھناتی مٹی (خلاء) سے بنایا۔
2- اس کے اندر اللہ نے اپنی روح پھونک دی۔
3- روح رب کا امر ہے۔ جس کا قلیل علم دیا گیا ہے۔
4- امر یہ ہے کہ جب کسی شئے کو تخلیق کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے۔
5- ہو جا اور وہ شئے پورے خدوخال کے ساتھ موجود ہو جاتی ہے اس کی ایکویشن (Equation) اس طرح بنی۔

آدم + خلاء + روح + امر + ارادہ + حرکت = آدم کا وجود۔

روح جب تک اس مادہ یا جسم کے ساتھ رہتی ہے۔ اسے اسفل زندگی کو مجبوراً قبول کرنا پڑتا ہے اور روح مادی جسم کو چھوڑتی ہے تو اعلیٰ مقام میں پرواز اس کی دلچسپی کا محور بن جاتی ہے۔ پیاز کے چھلکوں کی طرح۔ محتاط اندازہ کے مطابق روح میں ستر ہزار پرت ہیں۔ ہر پرت روح کا ایک روپ ہے اور ہر روپ جب بھروپ بھرتا ہے تو وہ ایک وجود بن جاتا ہے۔ نظریہ رنگ و نور کے مطابق آدم زاد کے اوپر جو بے شمار غلاف ہیں سمجھنے کے لئے انہیں چھ رخوں پر تقسیم کیا گیا ہے اور ان چھ رخوں کے اصطلاحی نام ہیں۔

1- نسمہ مرکب۔ نسمہ مفرد۔ نسمہ مطلق
2- نور مرکب۔ نور مفرد۔ نور مطلق

ان چھ رخوں کو تین پر تقسیم کیا گیا ہے۔

1- روح حیوانی۔ 2- روح انسانی۔ 3- روح اعظم

یاد رکھئے! روح اور روحانی واردات و کیفیات کو سمجھنے اور استفادہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آسمانی کتابوں سے رجوع کیا جائے اور آسمانی کتابوں میں تحریف سے محفوظ کتاب صرف قرآن مجید ہے۔ اس کے علاوہ کوئی مستند طریقہ ایسا نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے...... روح لامحدود اور جزو لاینفک ہے۔ لامحدود دائرے میں داخل ہونے کے لئے، لامحدود وسعتوں اور لامتناہی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے مادہ (Mater) محدود اور شکست و ریخت کی انتہائی درجہ میں اکائی ہے۔

نفع نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے

محمد سراج

بعض لوگ پینڈبل وغیرہ تقسیم کرتے ہیں کہ اتنی بار اس کو چھپوا کر بانٹو ورنہ کچھ نقصان ہو جائے گا۔ اب سے تقریباً 3 سال قبل ایک راہ گیر نے مجھے ایک پینڈ بل انگریزی میں دیا۔ جس کو پڑھ کر مجھے بہت گھبراہٹ ہوئی۔ میں نے وہ گھر لا کر اپنے بجلی کے میٹر کے پاس رکھ دیا۔ پھینکا نہیں۔

جواب :- آئے دن اس قسم کے ہمفلٹ شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کی ایک کوشش ہے اس میں کوئی لاجک بھی نہیں ہے کہ ایک کاغذ پر بے ربط تحریر لکھ کر اگر تقسیم نہ

کی جائے تو نقصان ہو جائے گا۔ ایسی تحریروں کو میرے خیال میں ہرگز کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ تلف کر دینا چاہیے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ نفع نقصان پہنچانے والی اللہ کی ذات کافی ہے۔ وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ہر کام پر اسے کامل قدرت ہے۔

پرانا نزلہ

عثمان اجمل۔ ساہیوال

آٹھ دس برس قبل میرے کانوں میں ایسی آوازیں آنی شروع ہوئیں جیسے جھینگر مسلسل بول رہا ہو میں نے کافی علاج کروایا لیکن فائدہ ایک فیصد بھی نہ ہوا ان آوازوں سے مجھے سنائی بھی کم دیتا ہے اور کسی کی بات دیر سے سمجھ میں آتی ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے بعض اوقات شرمندگی بھی اٹھانی پڑتی ہے اب تقریباً دو مہینے سے کانوں میں کھجلی ہوتی ہے ہلکا سا بھی پن یا تنکے سے کھجلاؤں تو بدبودار پانی جاری ہو جاتا ہے سر بھاری رہتا ہے گردن تنی ہوئی محسوس ہوتی ہے اکثر اوقات چکر آتے ہیں دل گھبراتا ہے خصوصاً شام کے وقت دل زور زور سے دھڑکتا ہے اگر زیادہ شور و غل ہو تو طبیعت اور زیادہ گھبراتی ہے دل چاہتا ہے خوب زور زور سے روتی رہوں۔

جواب :۔ آپ کو نزلہ کا مرض لاحق ہے۔ ایک ماہ تک مسلسل جوشاندہ پئیں۔ جوشاندہ کی دوائیں کسی تجربہ کار یونانی معالج سے تجویز کرائیں گھی، فریج میں رکھی ہوئی، ٹھنڈی، باسی اور زیادہ روغنی چیزیں نہ کھائیں۔

چوبیس گھنٹے میں ایک بار روزانہ ایک مٹھی بھنے ہوئے چنے چھلکوں سمیت کھائیں۔ رات کو سوتے وقت اور صبح ہاتھ منہ دھونے کے بعد چھنگلی انگلی سے ناک کے دونوں نتھنوں میں خالص سرسوں کا تیل لگائیں۔ تیل لگانے سے پہلے دو مرتبہ یا فاروق پڑھ کر انگلی پر دم کر لیا کریں۔

کمزوری کا پیکر

عامر خان

میں بچپن میں بہت صحتمند اور سرخ و سفید تھا ذہین بھی تھا اور اپنی عمر کے لحاظ سے صحتمند بھی تقریباً 3 تین سال کی عمر میں میں نے مٹی کا تیل پی لیا۔ اہل خانہ نے علاج کرایا میں ٹھیک بھی ہو گیا لیکن پھر میری صحت دن بدن خراب ہوتی چلی گئی۔ آج میں ایک نحیف انسان ہوں میرا رنگ زرد ہے آنکھوں سے چمک ختم ہو گئی ہے۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئی ہیں گال پچک گئے ہیں۔ چہرے کی ہڈیاں اور سینے کی پسلیاں ابھر کر نمایاں ہو گئی ہیں میرے ہم عمر اور کم عمر مجھ سے ڈیڑھ فٹ اونچے ہو گئے ہیں۔ پڑھنے میں بھی کچھ خاص دل نہیں لگتا سر کے بال تیزی سے گر رہے ہیں اور میں روز بروز احساس کمتری کی دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہوں غصہ بھی بہت آتا ہے۔ میں نے ہر طرح کا علاج کرا لیا ہے ورزش بھی کرتا ہوں عمدہ اور اچھی غذا بھی استعمال کر چکا ہوں اب تو میں اپنی کمزوری سے تنگ آ گیا ہوں۔

جواب :۔ ہر وقت باوضو رہیں۔ رات سوتے وقت ایک پیالی ہلکے گرم دودھ پر گیارہ بار تیسرا کلمہ پڑھ کر دم کر کے پئیں۔ صبح نماز فجر کے بعد 100 بار یا رحیم کا ورد کر آنکھیں بند کر کے یہ تصور کریں کہ آپ کے دماغ کے اندر نیلے رنگ کی روشنیاں ذخیرہ ہو رہی ہیں عمل کی مدت 90 روز ہے۔ روزانہ ساگودانہ اور منقی کی کھیر پکا کر کھائیں۔

پرکشش چہرہ

نام شائع نہ کیا جائے

میرے چہرے پر مہاسے ہیں جن کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔ ان کی وجہ سے چہرہ بہت بدصورت لگتا ہے کسی محفل یا شادی میں جانے سے پہلے پاؤڈر یا میک اپ کا سہارا لینا پڑتا ہے ہر قسم کا علاج کرا چکی ہوں مگر چہرے کے یہ داغ ختم نہیں ہوتے۔

جواب :۔ رات کو سونے سے پہلے پسا ہوا ایلوا پانی میں ملا کر چہرہ پر لگائیں اور سو جائیں صبح گرم پانی سے چہرہ دھو ڈالیں۔ آپ کے چہرے کی جلد چکنی، ملائم، صاف اور پرکشش ہو جائے گی۔

☆☆......☆☆